دنیا بھر میں بچوں کا سب سے مقبول اردو میگزین

معیار، مقصدیت اور مقبولیت کے 27 شاندار سال

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

جولائی 2018ء



خواتین کی تعلیم اور حقوق کی علمبردار

مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ

شاہی بچی راما کا خط

دوستی کا عالمی دن

خصوصی بچے ہماری توجہ کے مستحق

اشاعت کا 334 واں مہینہ

نوائے وقت

معروف ادیبوں کی دلچسپ کہانیاں اور نظمیں

رنگا رنگ سلسلے اور انعامات کی برسات

قیمت صرف 25 روپے

اور یہ میرا پیارا پھول ہے

اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ

- نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
- آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
- امی جان نے جو کام کہے تھے وہ کر لیے ہوں

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

بانی: مجید نظامی مرحوم

چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی

ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا

جولائی 2018ء

سب ایڈیٹر: تہذین طاہر

ڈیزائنر: سدرہ وامبرین یونس

آرٹ ایڈیٹر... شعیب قادر

پھول کی ادا سب سے جدا

سرورق میری شخصیت سے سب متاثر ہوتے ہیں...... اشعر، لاہور

پھول رنگ

انتساب

مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کے نام
جنہوں نے قیام پاکستان
تعمیر پاکستان اور حقوق نسواں
کے لیے انتھک جدوجہد کی
اور ان خواتین کے نام
جو مادرِ ملت کی پیروی کر رہی ہیں۔

"پھول" نے رسائل کی دنیا میں نئی روایت کا آغاز کیا ہے۔ ہر ماہ کی "پھول" کا انتساب مختلف اہم شخصیات کے نام کیا جاتا ہے تاکہ قومی محسنوں کو خراج عقیدت پیش کیا جا سکے۔

23۔ کوئنز روڈ، لاہور۔ پاکستان۔ فون نمبر: 36307141-4 UAN:111-123-540

ایڈیٹر: 36314099 EXT-208 EXT-347-206 فیکس: 36367616-36367583

http://www.phool.com.pk

shoaibmirza.phool@gmail.com

پاکستان میں بذریعہ رجسٹری: سالانہ بذریعہ رجسٹری/1020 روپے، ششماہی/510 روپے

قیمت فی شمارہ صرف: 25/ روپے

مڈل ایسٹ، یورپ، افریقہ: سالانہ/5940 روپے/58 ڈالر

انڈونیشیا: سالانہ/5076 روپے/48 ڈالر؛ امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا: سالانہ/6000 روپے/57 ڈالر

برائے معلومات سالانہ خریداری: سرکولیشن منیجر 042-36367573 email: n.w.circulation@gmail.com

چیف ایڈیٹر و پرنٹر/ پبلشر رمیزہ مجید نظامی نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا



حمدِ باری تعالیٰ

کتنا احسان ہے تیرا یہ عنایت کرنا
تجھ کو منظور ہوا مجھ سے محبت کرنا
حسرتوں کا بھی کوئی روز جزا ہے کہ نہیں
میری حسرت میں تو تھا تیری اطاعت کرنا
حق نہیں ہے نہ سہی تیری عنایت کے حضور
ہے مرا کام تمنا کی جسارت کرنا
جسم زندان عناصر میں گرفتار سہی
تو بہرحال مرے دل پہ حکومت کرنا
بوند ہوں کام صدف تک مجھے پہنچا دینا
شورشِ موج میں خود میری حفاظت کرنا
دل کو دریوزہ کثرت میں نہ الجھا دینا
مجھ کو ہر سانس میں تنہا تو کفایت کرنا

خورشید رضوی۔ لاہور

نعت رسول مقبول ﷺ

جن کی آمد سے روشن ہوا یہ جہاں
جن کی خاطر بنے ہیں یہ کون و مکاں
ہر طرف جن کے اذکار سے رونقیں
ہر طرف جن کے انوار کی کہکشاں
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ابرِ رحمت بنی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی میں ہے بخشش نہاں
بن کے خورشید چمکے جو فاران پر
ان کی نسبت سے ہونے لگا دن عیاں
سیکڑوں لے کے پیغام آئے ، گئے
آپ سا ہے زمانے میں لیکن کہاں
ان کے آنے سے مہکے ہوئے ہیں چمن
ان کے آنے سے مٹی ہوئی ہے خزاں
جن کے محبوب رب نے بنایا کرن
ان کی تعریف کرتی ہے ہر اک زباں

کرن اجالا۔ لاہور

کرنیں

محمد صالح

☆ حضرت شیخ المشائخ سیدنا ابوبکر شبلیؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے اللہ عزوجل کا نام مقدس لیتا، آپ اس کے منہ میں شیرینی ڈالتے۔ ایک صاحب نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جو منہ میرے محبوب کا نام لے میں اس منہ کو شیرینی سے نہ بھردوں تو اور کیا کروں۔

☆ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی وفات کے بعد کسی شخص کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا کہ "حضرت! آگے کیا ہوا؟" فرمایا کہ "فرشتوں نے آ کر پوچھا من ربک، میں نے جواب دیا تم سدرۃ المنتہٰی سے نیچے اتر کر (کھرب ہا کھرب میل کا فاصلہ طے کر کے) آئے اور اللہ رب العالمین کو نہیں بھولے تو میں کیا تمہیں زمین سے چار فٹ نیچے آ کر سب کچھ بھول جاؤں گا۔ بس میرے اوپر رحمت الٰہی کا دروازہ کھول کر میری قبر کو جنت بنا دیا گیا"۔

☆ حضرت قطب العالم علامہ رشید احمد محدث گنگوہیؒ دارالعلوم کے صحن میں درس حدیث دے رہے تھے کہ اچانک بارش برسنا شروع ہو گئی۔ طلبا نے اپنی کتابیں سنبھالیں اور کمروں کی طرف بھاگے، کچھ طلبا اپنی جوتیاں بھی وہیں چھوڑ گئے۔ آپ نے اپنا مبارک رومال بچھایا اور سب طلبا کی جوتیاں اس میں باندھیں، یہ گٹھڑی اٹھا کر اپنے سر پر رکھی اور کمرے میں لے آئے طلبا نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور عرض کرنے لگے۔ "حضرت! آپ نے یہ کیوں اٹھائیں، ہم بعد میں جا کر لے آتے"۔ آپ نے نہایت سادگی سے جواب دیا، "جو لوگ قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے"۔

☆ حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ جب سواری میں بیٹھ جاتے تو پھر کسی کا خط تک نہ لیتے تھے اور یہ فرما دیتے کہ "بھائی! اس (سواری والے) سے اجازت لے لو کیونکہ یہ خط میرے سامان سے زائد ہے"۔

☆ ...... حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تصویر دیکھ کر ایک امریکی فلم پروڈیوسر نے کہا تھا کہ ہالی ووڈ کے فنکاروں کو مسیح مقدس (حضرت عیسیٰؑ) کی تصویر کے لئے اس سے بہتر چہرہ نہیں مل سکتا۔

(غلام عمر صدیقی نقشبندی، علی پور مظفر گڑھ)

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع
جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اداریہ

پیارے پھول ساتھیو! کیسے ہیں آپ؟۔ امید ہے آپ کی عید اچھی گزری ہوگی اور آپ نے اپنے رشتہ داروں، محلے داروں یا دوستوں میں سے غریب اور مستحق بچوں کو بھی اپنی خوشیوں میں شریک کیا ہوگا۔ کسی کو خوش کرنے کیلئے ڈھیر سارے پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر آپ کسی کو عید پر نئے کپڑے، جوتے یا کھلونے لے دیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر آپ کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں تو ایسے کسی بچے کو کھانا کھلا دیں۔ اس کو اپنے ساتھ تفریح پر لے جائیں۔ کچھ بھی نہ کر سکیں تو خوش مزاجی کے ساتھ اس سے مل کر اسے عید کی مبارکباد دے دیں تو وہ اس سے بھی خوش ہو جائے گا۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے۔ یہ صدقہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جس پر خرچ بھی کچھ نہیں آتا۔ اس کیلئے عید کا انتظار نہیں کرنا بلکہ اس کو روزانہ کا معمول بنا لیں۔ دوسروں سے اچھے طریقے سے مسکرا کر ملیں۔ ان کا خیال رکھیں۔ دوسروں کی ضرورت کا خیال رکھیں اس سے اللہ تعالیٰ بھی آپ سے خوش ہوں گے اور آپ کی خوش اخلاقی کے لوگ معترف ہوں گے۔ گرمیوں کی چھٹیاں بہت تیزی سے گزر رہی ہیں۔ اب تو رمضان المبارک بھی چھٹیوں میں آ رہا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں سیر و تفریح یا رشتہ داروں کے گھر نہیں جا سکتے اس لئے اس مہینے میں عبادت کے ساتھ ساتھ سکول سے ملا ہوا چھٹیوں کا کام ختم کر کے عید کے بعد اپنے رشتہ داروں کے پاس جائیں اور خاص طور پر پاکستان کے مختلف علاقوں کی سیر کریں۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ ہمارا وطن پاکستان بہت خوبصورت ہے۔ ہم دوسرے ملکوں کی خوبصورت جگہوں کی تعریفیں کرتے ہیں اور وہاں جانے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن ہمارا وطن اتنا خوبصورت ہے کہ اگر ہم اس کو مکمل دیکھ لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا حسن اور نعمتیں پاکستان کو دی ہیں اتنی کسی اور ملک کو نہیں دیں۔ پہاڑ، وادیاں، دریا، سمندر، نہریں، جھیلیں، ریگستان، جنگلات، آثارِ قدیمہ کی خوبصورت عمارتیں اور تفریح گاہیں، چاروں موسم ہر نعمت یہاں موجود ہے۔ K2 پہاڑ، جھیل سیف الملوک، کاغان، ناران، کالام، چترال، سوات، سکردو، مری، ایبٹ آباد، مردان، شاہراہ ریشم، زیارت، ساحل سمندر، گوادر، ہنہ جھیل ہر صوبے میں قدرت کے انمول خزانے موجود ہیں۔ جہاں تک حالات اور وسائل اجازت دیں پاکستان کی سیر کریں۔ پاکستان سے آپ کی محبت بڑھے گی۔ اگر آپ کہیں دور سیر و تفریح کیلئے نہ جا سکیں تو غور کریں تو پتہ چلے گا کہ آپ کے اپنے شہر میں کئی مقامات ایسے ہوں گے جن کو دیکھنا چاہیے۔ کوئی تاریخی عمارت، عجائب گھر، چڑیا گھر، کوئی دریا، ندی، جھیل اگر یہ سب نہ ہوں تو کوئی خوبصورت پارک ضرور ہوگا۔ وہاں جائیں اور لطف اندوز ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ ہم اپنے گھر کے سامنے موجود پارک سے لطف اندوز ہونے کے بجائے کسی [illegible] باغ کو دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ حالات اور وسائل جہاں تک اجازت دیں فطرت کے نظاروں سے لطف اندوز ہوں۔ اگر آپ کسی خوبصورت اور منفرد جگہ کی سیر کریں تو پھول میں اس دورے کی روداد یا اس جگہ کے بارے میں مضمون بھی بھجوا سکتے ہیں۔ پھول ساتھیو! 15 جولائی کو میری والدہ کی برسی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ میری والدہ اور تمام مرحومین کے لئے قرآن خوانی، درود شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیں اور ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔

محمد شعیب مرزا
آپ کے ایڈیٹر بھیا



روضہ اطہر کی حفاظت

یاسر رضا

ایک رات جب کہ ملک العادل نورالدین زنگی سو رہا تھا اسے خواب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نورالدین کو مخاطب کر کے کہا "نورالدین یہ دو آدمی ہمیں ستا رہے ہیں ان کے شر کا خاتمہ کر دے"۔ دونوں آدمیوں کے چہرے بھی دکھا دیئے گئے۔

نورالدین اسی وقت بیدار ہو گیا۔ وضو کیا۔ نفل پڑھے اور پھر سو گیا۔ اس نے دوبارہ خواب میں وہی کچھ دیکھا۔ پھر دوبارہ اٹھا وضو کیا اور نفل ادا کئے۔ پھر لیٹنے کے بعد اس نے تیسری بار وہی خواب دیکھا۔ اب کی بار اس نے نہایت گہری نظر سے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی تمام شناختیں اچھی طرح ذہن میں محفوظ کر لیں۔ اب اس نے جان لیا کہ کوئی غلط کام مدینہ منورہ میں ہو رہا ہے اور اس کی سرکوبی اس کا فرض ہے۔ لہٰذا جب وہ تیسری بار بیدار ہوا تو عمل پر آمادہ تھا۔ اس نے اپنے وزیر کو طلب کیا اور مدینہ منورہ ﷺ کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ تیاریاں مکمل ہونے پر تاریخ ساز سلطان صلاح الدین ایوبی کا پیش رو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دو ہفتوں میں وہاں پہنچ گیا۔

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد اس نے وہاں کے حکام کو حکم دیا کہ شہر کی آبادی سے وہ فرداً فرداً ملاقات کرنا چاہتا ہے اور کوئی فرد بھی اس سے بالاتر نہ سمجھا جائے اور اس کے لئے جملہ تدابیر بروئے کار لائی جائیں۔ چنانچہ تمام تدابیر آزمائی گئیں۔ اہل مدینہ سے ملاقاتیں کی گئیں۔ دعوتیں ہوئیں۔ انعامات کی بارش کی گئی۔ لیکن شرپسند دکھائی نہ دیئے۔

آخر ایک دن سلطان نے حکام مدینہ سے دریافت کیا۔ "کیا کوئی شخص رہ گیا ہے۔ جس نے ہم سے ملاقات نہ کی ہو؟"۔ جواب ملا "ایسا تو کوئی شخص نہیں البتہ دو حضرات نہایت صالح اور کثرت سے عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور دونوں الگ تھلگ رہتے ہیں۔" سلطان نے فوراً ہی ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پھر جیسے ہی وہ دونوں سلطان کے روبرو لائے گئے اس نے چشم زدن میں شناخت کر لیا مگر رائے عامہ کا اصرار تھا کہ یہ درویش ہیں اور بے ضرر ہیں۔ سلطان بلا توقف انہیں ساتھ لے کر ان کے حجرے میں پہنچ گیا۔ ان کو حجرے میں باہر کھڑا کر کے خود اندر چلا گیا۔ وہاں پر سلطان کو ایک نسخہ قرآن پاک کا ملا۔ کچھ نصائح کی کتابیں ملیں۔ ایک طرف مال کا ڈھیر ملا جو کہ وہ مدینہ کے غربا کو دیا کرتے تھے۔ سلطان کمرے میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ اس نے فرش پر بچھی ہوئی چٹائیاں اٹھائیں اور فرش کا چپہ چپہ غور سے دیکھا۔ ایک سل اپنی جگہ سے اکھڑی ہوئی اپنی داستان اپنی زبان سے سنا رہی تھی۔ یہ سل اٹھائی گئی تو معلوم ہوا اس کے نیچے ایک سرنگ کا آغاز ہے اور اس کا دوسرا سرا روضہ اطہر کے اندر پہنچ رہا تھا۔

ایک روایت کے مطابق روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نقب لگانے والے حضرت عمر فاروقؓ کے جسد مبارک تک پہنچ چکے تھے اور آپ کا پاؤں نظر آ رہا تھا۔

نورالدین زنگی جب یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد باہر نکلے تو ان کی زبان پر ایک ہی جملہ رواں تھا۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام کو ایسے وقت میں یاد فرمایا۔

درویش صورت اور شیطان سیرت مجرمین دھر لیے گئے۔ تحقیق پر یہ راز منکشف ہوا کہ دونوں یہودی تھے۔ اور روضہ اطہر سے بذریعہ سرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر لے جانے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے۔ دن بھر حجرے میں عبادت کرتے اور رات کے وقت سرنگ کھودنے کا کام کرتے اور مٹی کو مشکیزوں میں بھر کر باہر پھینک آتے۔

نورالدین زنگی نے ان دونوں کو قتل کر کے عبرت کا نشان بنا دیا۔ اور روضہ کے گرد گہری کھدائی کروا کر سیسہ پگھلا کر ڈلوایا تاکہ آئندہ کوئی ایسی جسارت نہ کر سکے۔

(جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث)

☆☆☆

جنہوں نے اپنی ساری زندگی قومی مفادات کے لئے وقف کر دی

مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناحؒ

مسفرہ رانا



محترمہ فاطمہ جناحؒ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور جرأت مند خاتون تھیں۔ وہ 31 جولائی 1893ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ وہ قائداعظمؒ سے بارہ سال چھوٹی تھیں۔ کم عمری میں ہی والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا ان دنوں قائداعظمؒ "ممبئی" میں وکالت کر رہے تھے۔ والدین کے انتقال کے بعد انہوں نے فاطمہ جناحؒ کو ممبئی بلا لیا۔ ممبئی پہنچ کر انہوں نے کانونٹ سکول میں داخلہ لیا اور 1910ء میں محترمہ فاطمہ جناحؒ نے میٹرک کے امتحانات میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے 1922ء میں ڈینٹل سرجن کی سند حاصل کی اور انسانیت کی خدمت میں مصروف عمل ہو گئیں۔ 1929ء میں جب قائداعظمؒ کی اہلیہ رتی جناح کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے ڈاکٹری کے پیشے کو خیر باد کہہ دیا اور قائداعظمؒ کے پاس آ گئیں۔ وہ سیاست کے میدان میں ان کی معتمد ساتھی اور تحریک پاکستان میں ان کی معاون و مشیر رہیں۔ جب قائداعظمؒ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گئے تو محترمہ فاطمہ جناحؒ بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ انہوں نے گول میز کانفرنس کے دوران آپ کو نہایت [illegible]

ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں "مادرِ ملت" کا خطاب دیا گیا۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے خواتین کو بیدار کرنے اور انہیں سیاسی پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی قومی مفادات کیلئے وقف کر دی۔ انہوں نے ہر قدم پر قائداعظمؒ کا ساتھ دیا۔ عوامی جلسوں میں بھی وہ اپنے بھائی کے شانہ بشانہ رہیں۔ انہیں بچوں سے بے حد پیار تھا۔ 25 جون 1949ء میں انہوں نے پاکستان کے بچوں کے نام ایک پیغام میں کہا:

"تم ہماری سب سے بڑی دولت اور عزیز ترین سرمایہ ہو۔ سکول میں ہو یا گھر پر اطاعت اور نظم و ضبط کو اپنا شعار بناؤ۔ تعلیم اور کھیل کود کے ساتھ ساتھ مطالعے کی بھی عادت ڈالو۔"

"تم ہماری سب سے بڑی دولت اور عزیز ترین سرمایہ ہو"۔ بچوں کے نام پیغام

وہ خواتین کے قومی سیاسی اور سماجی کردار کے ساتھ ساتھ خواتین کے عام گھریلو کردار سے بھی براہ راست وابستہ تھیں۔ وہ خواتین کو عملی سیاست میں آنے کے لئے آمادہ کرتیں اور انہیں قومی میدان میں ہر قسم کی قربانی دینے کی ترغیب دیتی تھیں۔ قائداعظمؒ نے تاریخ پاکستان کے دوران خواتین کے حوالے سے تمام امور کی نگرانی کا فریضہ محترمہ فاطمہ جناحؒ کو سونپ رکھا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی ان کی قومی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ انہوں نے بیماری کے دوران قائداعظمؒ کی بے پناہ خدمت کی۔ وہ ہمہ وقت ان کے ساتھ رہیں۔ سرکاری کاموں میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔ تعلیم نسواں (خواتین کی تعلیم) کے لئے بھی محترمہ فاطمہ جناحؒ کی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد پیدا ہونے والے مسائل کے حل میں وہ عملاً شریک کار رہیں۔ قائداعظمؒ کی وفات کے بعد وہ عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئیں مگر سماجی حوالے سے ان کی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ ایک عظیم خاتون رہنما تھیں۔ قومی اور ملی خدمات کے حوالے سے قوم نے انہیں "مادرِ ملت" کا لقب دیا۔ وہ سچی اور پرخلوص مسلمان تھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے باوجود اسلامی تعلیمات کی پیروکار تھیں۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے 9 جولائی 1967ء کو وفات پائی۔ انہیں قائداعظمؒ کے مزار کے احاطے میں سپردِ خاک کیا گیا۔

☆☆☆



نذیر انبالوی

موبائل کو دراز میں بند کر دیا جاتا اور........

ضرورت نہیں رہی

سلمان نے آہستگی سے تکیے کو دائیں طرف کیا تو موبائل فون دیکھ کر وہ خوش ہو گیا تھا۔ دوسرے کمرے میں اس کی بہنیں پڑھ رہی تھیں۔ امی جان سبزی لینے بازار گئی تھیں۔ سلمان یہ سنہری موقع ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دبے پاؤں دروازے تک آیا، سعدیہ اور عائشہ پڑھائی میں مگن تھیں۔

آج کافی دنوں کے بعد موبائل فون اس کے ہاتھ لگا تھا۔ ابا جان جب سے ملازمت کے سلسلے میں بیرون ملک گئے تھے امی جان نے ماموں جان کے مشورے سے یہ موبائل فون خریدا تھا۔ موبائل فون سے ابا جان سے رابطہ کرنے، واٹس ایپ کرنے اور فیس بک کا با آسانی استعمال ہو جاتا تھا۔ موبائل فون کے آنے سے سلمان، عائشہ اور سعدیہ بھی اس میں دل چسپی لینے لگے تھے۔ سکول میں کمپیوٹر کی تعلیم پانے کے باعث وہ موبائل فون کے بارے میں امی جان سے بہت زیادہ جانتے تھے۔ امی جان گاہے بگاہے ان کی مدد لیتیں اور موبائل فون کے مختلف سسٹم سمجھنے کی کوشش کرتیں۔ سلمان نے آنکھ بچا کر اپنا فیس بک اکاؤنٹ بھی بنا لیا تھا۔ وہ اب کئی واٹس ایپ گروپس میں بھی شامل ہو چکا تھا۔ عائشہ سب سے بڑی تھی، اس کے بعد سلمان کا نمبر تھا۔ سعدیہ سب سے چھوٹی تھی۔ امی جان جب گھر میں نہ ہوتیں تو اس وقت عائشہ کا گھر میں حکم چلتا تھا۔ سلمان نے کبھی عائشہ کی حکمرانی کو دل سے تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس کی بڑی بہن جب بھی اسے کسی کام سے روکتی تو وہ فوراً اس کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہو جاتا اور بدتمیزی پر اتر آتا۔

"سلمان میں تم سے بڑی ہوں، کیا بڑی بہن سے یوں بات کرتے ہیں؟"

"تو کس طرح بات کرتے ہیں محترمہ عائشہ رضا صاحبہ۔" سلمان طنزیہ انداز اپناتا۔

"بڑوں سے نہایت ادب و احترام سے بات کرتے ہیں، ان سے چلا کر بات نہیں کرتے، بڑے جو کہتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔"

عائشہ کی باتوں کو ہوا میں اڑا کر سلمان وہی کچھ کرتا جو اس کے دل میں ہوتا۔ سعدیہ کبھی تو عائشہ کا ساتھ دیتی اور کبھی موبائل فون کی سہولت حاصل کرنے کے لیے سلمان کے ساتھ کھڑی دکھائی دیتی۔ سعدیہ کو موبائل فون پر کارٹون دیکھنے اور ویڈیو گیمز کھیلنا اچھا لگتا تھا۔ اگرچہ عائشہ بھی موبائل فون استعمال کرتی تھی مگر ذرا احتیاط کے ساتھ۔ سلمان نے تکیے کے نیچے سے موبائل فون نکالا اور فیس



بک دیکھنے لگا۔ سعدیہ کسی کام سے کمرے کی طرف آئی تو سلمان کو موبائل فون کے ساتھ دیکھ کر شکایت کرنے کے لیے عائشہ کے پاس آئی۔ کچھ دیر بعد عائشہ سلمان کے سر پر کھڑی تھی۔ سلمان خطرہ بھانپ کر چھلانگ لگا کر بیڈ کی دوسری طرف اتر گیا۔ عائشہ اور سعدیہ نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ درمیان میں کرسی کی آڑ لے کر کمرے کے دروازے تک آ گیا۔

"میں کہتی ہوں رک جاؤ ورنہ......"

"ورنہ کیا کرو گی، امی جان کو بتاؤ گی، انہیں بتا دینا، اس وقت تو فیس بک سے لطف اندوز ہونے دو، واہ بہت مزا آ رہا ہے، میرا ایک دوست شمالی علاقہ جات سیر کرنے کے لیے گیا ہے وہ خوب صورت تصاویر شیئر کر رہا ہے، کیا خوب صورت نظارے ہیں۔" سلمان نے موبائل فون لہراتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تمہارا فیس بک اکاؤنٹ بھی ہے۔ یہ بھی امی جان کو بتاؤں گی۔" یہ کہہ کر عائشہ نے دوبارہ سلمان کو پکڑنے کی کوشش کی۔ سلمان تیزی سے کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ بھاگتے ہوئے بھی موبائل فون پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"سلمان بھائی رک جایئے، وہ آ گے گملا ہے۔" سعدیہ کا جملہ پورا نہ ہوا تھا کہ سلمان سیڑھیوں میں رکھے ایک گملے سے ٹکرایا تو موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گرا تھا۔ سلمان نے سیڑھیوں کی ریلنگ کو پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ موبائل فون کا حشر دیکھ کر تینوں کے منہ لٹک گئے تھے۔ عائشہ نے موبائل فون کے بکھرے پرزے ایک پلیٹ میں جمع کر لیے تھے۔

"عائشہ باجی! اب کیا ہو گا؟"۔ خطرے کے وقت سلمان، عائشہ کے نام کے ساتھ باجی کا بھی اضافہ کر لیتا تھا۔

"اب امی جان سے مار کھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" عائشہ نے سلمان کو گھورا۔

"کیا تم دونوں مجھے مار پڑتے وقت خاموش رہو گی؟"۔ سلمان کی شکل اس وقت دیکھنے والی تھی۔ اس کی شکل دیکھ کر دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"ہاں...... ہاں...... ہنس لو، خوشیاں مناؤ کہ آج سلمان رضا صاحب کو موبائل فون کی ہلاکت پر پٹائی لگائی جائے گی۔ ہاں جی بھر کر ہنس لو، مصیبت کے وقت تو سایہ بھی انسان کا ساتھ چھوڑ جاتا ہے، میں اکیلا مار کھا لوں گا۔" سلمان مشکل کے آتے ہی یہ بڑی بڑی باتیں نہایت جذباتی انداز میں کرنے لگا تھا۔ سلمان کی حالت دیکھ کر عائشہ اور سعدیہ کوشش کے باوجود اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکی تھیں۔ سلمان اس وقت خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں بیرونی دروازے پر گھنٹی کی مخصوص آواز گھر میں گونجنے لگی۔ تینوں کو علم ہو گیا تھا کہ امی جان کی آمد ہو چکی ہے۔ عائشہ نے گھنٹی کی آواز سن کر موبائل فون کے پرزے جات والی پلیٹ کو صوفے کے پیچھے سرکا دیا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید اس طرح سلمان کی پٹائی کا کام تھوڑی دیر کے لیے تاخیر کا شکار ہو جائے۔ امی جان بار بار گھنٹی بجا رہی تھیں۔ جب عائشہ نے دروازہ کھولا تو امی جان فوراً بولیں۔

"تم تینوں کہاں تھے، کب سے گھنٹی بجا رہی ہوں، کیا کر

رہے تھے؟"

"ہم کچھ بھی تو نہیں کر رہے تھے"۔ عائشہ نے اتنا کہا تو امی جان کی نظر بیٹیوں میں رکھے گملے پر پڑی۔ پھر انہوں نے کمرے کے دروازے پر دھری کرسی دیکھی۔ انہیں علم ہو گیا تھا کہ گھر میں ضرور کچھ ہوا ہے۔ انہوں نے تینوں کو گھورا۔ سعدیہ زیادہ دیر تک خاموش نہ رہ سکی۔ اس نے امی جان کو سب کچھ بتا دیا۔ جب بات کھل گئی تو عائشہ نے بھی موبائل فون پلیٹ میں رکھ کر امی جان کو پیش کر دیا۔ امی جان موبائل فون کو پرزوں میں تقسیم ہو دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکیں۔ سلمان ذہنی طور پر مار کھانے کے لیے خود کو تیار کر چکا تھا۔ جب امی جان غصے سے بھری اس کی طرف بڑھیں تو سلمان نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں۔ اس سے قبل کہ امی جان اس کی خبر لیتیں۔ عائشہ اور سعدیہ اپنے اکلوتے بھائی کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ اکلوتے ہونے کا کچھ تو فائدہ ہونا چاہیے۔ بہنوں کی حفاظتی دیوار دیکھ کر امی جان کا غصہ کسی حد تک جاتا رہا۔ ان کی امی جان باشعور خاتون تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ موبائل فون اور دیگر الیکٹرانک آلات سے بچوں کو دور رکھنا ممکن نہیں۔ ان آلات کا استعمال وقت کی ضرورت ہے۔ مار پیٹ، ڈانٹ ڈپٹ اور سختی سے بھلا بچوں کو ان جادوئی آلات سے دور رکھا جا سکتا ہے۔ یا موبائل فون آنے پر اپنی فہم کے مطابق وہ اپنے بچوں کو مذاکرات کی میز پر لے آئیں۔ باہمی مشورے اور بات چیت سے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ امی جان نے جب ہنگامی اجلاس بلانے کا مقصد بیان کیا تو سلمان جھٹ بولا۔

"اگر ہمارے گھر میں ہمیں موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہ دی گئی تو ہم تینوں بھرپور احتجاج کریں گے۔"

"میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی جس سے آپ کو احتجاج کا راستہ اختیار کرنا پڑے۔ ہم باہم مشاورت سے اس مسئلے کا حل تلاش کریں گے۔" امی جان کی بات سن کر عائشہ بولی۔

"میں اس سلسلے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر ہم تینوں کے لیے دن میں کچھ وقت مخصوص کر لیا جائے جس میں ہم اپنی تعلیمی ضروریات کے ساتھ ساتھ تفریحی مقاصد کے لیے بھی موبائل فون کا استعمال کر لیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔"

"عائشہ باجی کی تجویز بہت اچھی ہے، میں اس کی تائید کرتا ہوں"۔ سلمان کی تائید کے بعد سعدیہ نے بھی عائشہ کی تجویز کے حق میں ووٹ دے دیا تھا۔ امی جان کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔

"موبائل فون کے حصول کے لیے کچھ باتیں طے کر لیتے ہیں۔ نماز کی ادائیگی اور سکول کا کام کرنا ضروری ہوگا۔ ان اہم کاموں کو بروقت نہ کرنے کی صورت میں موبائل فون نہیں ملے گا اور۔۔۔۔"

"اور کیا امی جان؟"۔ سلمان نے لفظ اور کو لمبا کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اور موبائل فون کو میز کی دراز میں رکھ کر تالا لگایا جائے گا۔ ایک دن میں ایک گھنٹہ سے زیادہ موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔" امی جان نے تینوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ ہنگامی اجلاس ختم ہوتے ہی موبائل فون کے حصول کے لئے یہ قانون گھر میں نافذ العمل ہو گیا۔ امی جان نے موبائل فون کی آواز کو آخری حد تک بلند کر لیا تاکہ دراز میں رکھنے پر اگر کسی کی کال آئے تو اس کی آواز با آسانی سنی جا سکے۔ دراز کی چابی امی جان ہر وقت اپنے پاس رکھتیں۔ نماز کی بروقت ادائیگی اور سکول کا کام بھی باقاعدگی سے سرانجام پانے لگا۔ ان کاموں کے بعد جب موبائل فون ان کے ہاتھ میں آتا تو انہیں ایسے محسوس ہوتا کہ ایک خزانہ ان کے ہاتھ لگا ہو۔ گھنٹہ تو فوراً گزر جاتا ۔۔۔۔ پتہ ہی نہیں چلتا اور گھنٹہ ختم ہو جاتا۔ سلمان کے شیطانی ذہن میں آیا کہ اگر دراز کی دوسری چابی بنوالی جائے تو آسانی سے موبائل فون کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس معاملے میں عائشہ اور سعدیہ نے اس کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ مجبوری پر امی جان نے سلمان کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ امی جان کی اس پابندی پر ماموں جان نے بچوں کے حق میں آواز بلند کی تو انہوں نے ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں ایسا کسی خاص مقصد کے لئے کر رہی ہوں، جیسے ہی وہ مقصد حاصل ہوا یہ پابندی اٹھالی جائے گی۔"

"اللہ کرے وہ وقت جلد آ جائے"۔ ارسلان نے دعائیہ انداز اپنایا۔

کئی بار ایسا ہوتا کہ دراز میں فون مسلسل بجتا رہتا اور چابی نہ ملتی۔ امی جان گھر کے کاموں میں اس قدر الجھی ہوتیں کہ کہیں چابی رکھ کر بھول جاتیں، فون کی گھنٹی بجتی چلی جاتی۔ پھر گھر میں چابی کی تلاش شروع ہوتی۔ کبھی صوفے کے نیچے اور کبھی تکیے کے نیچے چابی صاحبہ پائی جاتیں۔ کبھی قالین کے نیچے سے اور کبھی امی جان کے ہوئے سے چابی برآمد ہوتی۔ تلاش چابی کے وقت جہاں بے موبائل فون کی گھنٹی بند ہوتی ہو۔

"ابھی آ رہی ہوں، ذرا صبر کرو، بس چابی تو مل جائے۔" امی جان چابی کو ادھر ادھر تلاش کرتے ہوئے یوں باتیں کرتی جاتیں جیسے موبائل فون کرنے والا یا کرنے والی ان کی باتیں سن رہے ہیں۔ چابی ملتی، دراز کو کھولا جاتا۔ موبائل فون نکالا جاتا، سکرین کو مخصوص انداز میں چھوا جاتا تو گھنٹی کی آواز فون کرنے والی کی آواز میں تبدیل ہو جاتی۔ اتنی دیر بات نہ ہوتی جتنی دیر دراز کی چابی تلاش کرنے میں لگ جاتی تھی۔

وہ اتوار کا دن تھا۔ محلے میں خالہ رضیہ نے اپنے گھر میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا تھا۔ ناشتہ کر کے بچے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے جبکہ امی جان قرآن خوانی میں چلی گئیں۔ انہیں وہاں جا کر یاد آیا کہ وہ دراز کی چابی صوفے پر بھول آئی ہیں۔ انہوں نے گھر جانا مناسب نہ سمجھا۔ سلمان کسی کام سے ڈرائنگ روم میں گیا تو چمکتی ہوئی سٹیل کی چابی کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ وہ چابی کو ہاتھ میں پکڑ کر اپنی بہنوں کی طرف شور مچاتے ہوئے بڑھا۔

"مل گئی ۔۔۔۔ مل گئی ۔۔۔۔ خزانے کی چابی مل گئی۔"

عائشہ اور سعدیہ نے اس کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی چابی دیکھ لی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ پوچھتیں۔ سلمان نے انہیں یہ کہہ کر حیرت میں مبتلا کر دیا تھا کہ وہ اس چابی کو دراز کھولنے کے لئے استعمال نہیں کرے گا۔ وہ امی جان سے کئے معاہدے کی پوری طرح پابندی کرے گا۔ یہ سن کر عائشہ اور سعدیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ وہ اپنے بدلے ہوئے بھائی کو دیکھ کر بہت خوش تھیں۔ انہوں نے بھی اپنے بھائی کی آواز میں اپنی آواز شامل کر لی تھی۔ پھر تینوں دراز کی چابی کو بحفاظت صوفے پر چھوڑ آئے تھے۔ سکول کا کام کرتے ہوئے انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی موبائل فون کا خیال نہ آیا۔ دو تین گھنٹے بعد امی جان گھر میں آئیں تو تینوں سے دراز کی چابی کے بارے میں دریافت کیا۔

"دراز کی چابی صوفے پر پڑی ہے"۔ سلمان کے انکشاف پر امی جان نے معنی خیز انداز میں اسے گھورا تھا۔

"تو پھر موبائل فون بھی ضرور دراز سے باہر آیا ہوگا۔"

"نہیں، سلمان بھائی نے ایسا نہیں کیا۔" دونوں بہنیں اپنے بھائی کے حق میں بول اٹھی تھیں۔

"میں نے آپ سے کئے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں

کی میں ایسا کروں گا تو اچھا بچہ کیسے کہلاؤں گا۔ اس اچھے کام میں میری پیاری بہنیں بھی میرے ساتھ ہیں، یہ بھی اچھی بچیاں ہیں۔" یہ سن کر عائشہ اور سعدیہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ کھڑی ہو گئیں۔ امی جان کے پاؤں تو خوشی کے مارے زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ جس مقصد کے لئے انہوں نے موبائل فون کو دراز میں قید کیا تھا وہ مقصد پورا ہو گیا تھا۔ سلمان لپک کر ڈرائنگ روم میں گیا اور چابی لے کر آ گیا۔

"امی جان لیجئے چابی سنبھال لیجئے۔"

"میرے بچو! اب اس کی ضرورت نہیں رہی، جب احساس ذمہ داری بیدار ہو جائے تو پھر چیزوں کو تالوں کی قید میں نہیں رکھتے۔ آج سے موبائل فون ہمارے گھر میں آزاد ہے۔" امی جان کی زبانی موبائل فون کی آزادی کا اعلان سن کر تینوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے تھے۔

☆☆☆



پھول قطعہ کاریاں

باپ بیٹا

بچہ بولا تم تو بالکل اُلو ہو
دوجا بولا تم اُلو کے پٹھے ہو
پاس کھڑے اک شخص نے ہنس کر فرمایا
آج کھلا تم دونوں باپ اور بیٹے ہو

ظفر علی راجا

ماہنامہ "پھول" نے بچوں کے رسائل میں نئی روایات قائم کی ہے اور ہر ماہ قطعہ شائع کیا جاتا ہے۔ معروف شاعر، دانشور اور وکیل ظفر علی راجا ہر ماہ قطعہ کاریاں کرتے ہیں۔ (مدیر)

ماحول اور تربیت

کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اس کے ایک وزیر کا بڑا نام تھا۔ ایک دن بادشاہ نے وزیر سے پوچھا کہ "ماحول اہم ہوتا ہے یا تربیت؟" وزیر نے کہا "بادشاہ سلامت ماحول"۔ بادشاہ نے یہ جواب سن کر تالی بجائی۔ دربار میں نے دیکھا کہ بلیاں قطار بنائے موم بتیاں اٹھائے چلی آ رہی ہیں۔ بادشاہ نے وزیر سے مخاطب ہو کر کہا "دیکھئے تربیت کی بدولت بلیاں کس طرح موم بتیاں اٹھائے ہوئے ہیں"۔ وزیر لاجواب ہو گیا۔ دربار سے نکلا تو بہت پریشان اور فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ راستے میں ایک فقیر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس نے وزیر کو پریشان دیکھا تو پوچھا "اے وزیر باتدبیر! کیا بات ہے بہت پریشان ہو؟" وزیر نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ فقیر نے تسلی دیتے ہوئے کہا جواب تو آپ نے درست دیا ہے مگر کل میں خود بادشاہ کے سامنے حاضر ہوں گا اور آپ کا جواب صحیح ثابت کروں گا۔ اگلے دن جب دربار لگا تو فقیر بھی پہنچ گیا اس کے پاس ایک تھیلا تھا۔ بادشاہ نے اپنا سوال دہرایا تو فقیر آگے بڑھ کر بولا "ماحول"۔ اس پر بادشاہ نے تالی بجائی اور بلیاں قطار کر دربار میں موم بتیاں لے داخل ہو گئیں۔ فقیر نے تھیلے کا منہ کھول دیا اس میں سے چوہے باہر نکل آئے اور ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ چوہوں کو دیکھ کر بلیوں نے موم بتیاں گرا دیں اور چوہوں کے پیچھے بھاگنے لگیں۔ اس طرح دربار میں بھگدڑ مچ گئی۔ فقیر نے بادشاہ سے کہا "دیکھا حضور میں نے ماحول خراب کیا تو آپ کی دی ہوئی تربیت بےکار ثابت ہوئی"۔ بادشاہ یہ سن کر لاجواب ہو گیا اور مان گیا کہ واقعی ماحول کا معاشرے میں بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

(محمد عزیر بٹ۔ لاہور)

☆☆☆

جہالت اندھیرا ہے اور علم روشنی

اگر انسان کے پاس علم ہو تو وہ کسی کے تپتے ہوئے صحرا میں بھی پھول کھلا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا پھول ہے کہ جتنا کھلتا ہے اتنی ہی فضا کو معطر کرتا ہے۔ علم کی آنکھ ان چیزوں کو بھی دیکھ سکتی ہیں جس کو آج تک ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ علم کا ہونا ہماری کامیابی کی وجہ حاصل ہے۔ جہالت انسان کو بزدل اور نااہل بنا دیتی ہے۔ اگر ہمارے پاس علم نہ ہو تو ہمیں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قدم قدم کے لئے ہم محتاج نظر آتے ہیں۔ جہالت ایک ایسی تاریک وادی ہے جس میں دور دور تک روشنی کا نام و نشان نہیں ہے۔

آج تک ہم اپنے بچوں کو سکول تعلیم حاصل کرنے بھیجتے آئے ہیں مگر اب معاملہ اس کے برعکس دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ حکومت خود بھی یہی چاہتی ہے کہ جلد از جلد ڈگریاں حاصل کی جائیں نہ کہ تعلیم۔ حکومت جہالت کو نہیں مٹا رہی ہے بلکہ علم کی شمع اس سفیر کے ہاتھوں میں دے رہی ہے جو دونوں آنکھوں سے اندھا ہے۔ اب تک بچے شوق سے تعلیم حاصل کرنے جایا کرتے تھے۔ مگر اب تعلیم کو ان کی ماؤں نے بوجھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ پہلے بچے کھیلنے کودنے کی عمر کی میعاد پوری کر کے سکول جایا کرتے تھے لیکن اب تو بچوں کو پیدا ہوتے ہی نرسری میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ اپنی طفلیت کی اٹکھیلیوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

کچھ دن سے دیکھتا ہوں میں بچوں کو غور سے منڈلا رہی ہو جیسے قضا گھر کے آس پاس ہم جانتے ہیں کہ جہالت اندھیرے کو مٹا دیتی ہے لیکن علم اسے حاصل کرنا چاہیے جو اس کے قابل ہو۔ جو بچہ اپنا نام تک صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کر پاتا ہم اسے سکول کی راہ دکھا دیتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ تعلیم کے لئے مناسب نظام کو ترجیح دی جائے اور آپ تمام حضرات اس پر عمل کریں تاکہ علم کے تابناک چراغ سے دنیا کو روشن کیا جا سکے۔

(حیدر شمسی کونڈی، ممبئی انڈیا)

☆☆☆





دانت اچھے صحت اچھی
روزانہ برش ضرور کریں



پھول۔ سماجی خدمت

دوستی کا عالمی دن 30 جولائی

تحریر: اختر سردار چودھری

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت دوست نایاب ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا تمہیں ایسے دوست کی تلاش ہے جو تمہاری خدمت و غم خواری کرے یا ایسا دوست چاہتے ہو جس کی تم خدمت و غم خواری کرو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے دوست کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں ہم سوچتے ہی نہیں عمل سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ ہمارا جو دوست ہو وہ کسی اور کا دوست نہ ہو، جن کو ہم اچھا سمجھیں یا برا ان کو وہ بھی ایسا ہی سمجھیں، ہماری ہر بات مانتا ہو، حکم مانے، جناب یہ دوست نہ ہوا آپ کا غلام ہوا دوست تو ہم عمر، ہم خیال، ہم مزاج، ہم مشغلہ ہو دوست عقل مند، خوش مزاج ہونا چاہیے، خوددار ہو، زندگی کی کشمکش اور مشکلات میں ساتھ دینے والا ہو سب سے بڑی خوبی سچا ہو، اس کی محبت پاک ہو، اور وہ آپ سے وفادار ہو، دنیا اور آخرت میں آپ کا ساتھ دوست کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اس لیے دوستی سوچ سمجھ کر کریں اور پھر اسے نبھائیں بھی یہ کیا ہوا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوتے رہے، مناتے رہے، شکوے شکایت میں زندگی ضائع کرتے رہتے ہیں، کبھی روٹھ گئے کبھی مان گئے۔ ایسے ہی کسی موقع کے لیے کہا جاتا ہے۔

آپ کیوں اس اصول زریں سے کوشش انحراف کرتے ہیں
قاعدہ ہے دوستوں کے قصور دوست ہنس کر معاف کرتے ہیں

ہر سال دنیا بھر میں 30 جولائی کو دوستی کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس کا مقصد دوستی کے رشتے کی اہمیت کو اجاگر کرنا اسے مضبوط بنانا ہے۔ اس دن کو منانے کا باقاعدہ آغاز 1958 میں پیراگوائے سے ہوا۔ اگرچہ امریکہ اور چند دوسرے ممالک میں یہ دن 1919 سے

مخلص اور باکردار دوست نعمت ہوتے ہیں

دوستی کا عالمی دن

منایا جا رہا ہے 27 اپریل 2011 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دوستی کے عالمی دن کو ہر سال 30 جولائی کو منانے کا فیصلہ کیا۔ دوستی انسان کے عزیز ترین رشتوں میں سے ایک ہے اور دنیا میں وہ انسان غریب ہے جس کے پاس ایک بھی مخلص دوست نہ ہو۔ اب تو دوستی بھی الیکٹرانک ہو گئی ہے۔ اس لیے پہلے سی دوستوں میں محبت کہاں رہی ہے، اب فرینڈ صرف فیس بک، انسٹاگرام، وٹس ایپ، ٹوئٹر پر ہی ملتے ہیں، الیکٹرانک دوستی میں بھی یہ شکوے شکایت ہیں کہ کسی کے پاس لائیک و کمنٹ کرنے کا وقت نہیں ہوتا۔ اس لیے بھی کہ سوشل میڈیا پر دوست بنانا اور کسی دوست کو ان فرینڈ کرنا آسان ہے۔

دوستی کے عالمی دن کے حوالے سے مختلف سماجی تنظیموں کے زیر اہتمام تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ اس دن کی مناسبت سے لوگ ایس ایم ایس اور سوشل میڈیا کے ذریعے اپنے دوستوں کو نیک خواہشات کے پیغامات ارسال کرتے ہیں۔ اب تو دوستی کے رشتے پیغامات ارسال کرنے تک ہی رہ گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپس میں تحائف کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے [illegible] دوست کریں۔ پاکستان میں بھی یہ دن عوام و خواص سے منایا جاتا ہے۔ اس دن پرانے دوست اکٹھے ہوتے ہیں، بیٹھ کر ماضی کو یاد کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دوستی کے پیغام دیئے جاتے ہیں۔ بعض دوست مل کر سیر کا پروگرام بناتے ہیں۔

قول زریں

قوموں کی ترقی کا راز علم اور اہل علم کی عزت افزائی میں ہے۔
مگر اس کے لیے کوشش بھی اہل علم کو ہی کرنی ہوگی۔

پروفیسر [illegible] احمد عزمی

اس دن دوست خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ سوچتا ہوں اس دن کو ہم کیسے منائیں گے، ایک ایک دوست کا چہرہ نظروں کے سامنے گزر جائے گا سب دوست مصروف ہو گئے ہیں کس کے پاس وقت ہوگا اس دن کو بیٹھ کر بیتے دن یاد کرنے کا۔ میرے اب تک بہت سے دوست رہے مگر دوست کون رہا؟ کون ہے؟ اس بابت سوچتا ہوں تو تنہائی سے گھبرا جاتا ہوں۔ اب سب اپنے اپنے مفادات کے دوست ہیں، جس کے کام آتے رہیں وہ دوست ہے، جس کے کام نہ آئیں وہ فوراً کہہ دیتا ہے "اچھی دوستی ہے" یعنی اب تو مطلب کی دوستی ہے۔ کام کی دوستی ہے، مال کی دوستی ہے، مفادات کی دوستی ہے۔ شاید ہم سے بھی وہی غلطی ہوتی رہی جو فراز سے ہوئی تھی کہ۔

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے دوست اور برے دوست کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا "اچھے دوست اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی مانند ہے، کستوری اٹھانے والا یا تو آپ کو ہدیہ میں دے دیگا یا آپ اس سے خرید لیں گے یا کم از کم آپ اچھی خوشبو تو پائیں گے، جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا آپ کے کپڑوں کو جلا دے گا یا کم از کم آپ اس سے بدبو پائیں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ان سات افراد کا تذکرہ ہے جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جن میں سے دو افراد وہ بھی ہیں "جو فقط اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں اسی محبت پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر ہی علیحدہ ہوتے ہیں" اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لیے اگر دوستی ہو تو وہ پائیدار ہوتی ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے ہی کسی سے دوستی یا دشمنی کرنی چاہیے یہ دوستی ہی کامیاب و پائیدار ہوتی ہے اس میں ہی دھوکہ نہیں ملتا۔ انسان مایوس نہیں ہوتا دوست کے کام آ کر احسان نہیں جتاتا۔ وہ سمجھتا ہے میں نے اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کے کام آیا ہوں اسی طرح ذاتی مفادات کی سطح سے اٹھ کر جب دوستی کی جاتی ہے تو اس سے قیامت کے دن چہرے پر نور ہوگا ایسا نور جیسا نور صادقین صالحین انبیاء کے چہروں پر ہوگا۔ (مفہوم حدیث)

☆☆☆

مدیحہ ادریس مغل

بوڑھا کہانی کار

وہ کہانی کار اپنی کہانیوں کے کرداروں سے ملنا چاہتا تھا.......

اس چھوٹے سے کمرے کی مشرقی دیوار کے ساتھ ایک بوسیدہ سی الماری رکھی تھی جو دھول مٹی کے ساتھ ساتھ کتابوں سے بھری پڑی تھی۔ سامنے سالوں پرانے پلنگ پر ایک بوڑھا وجود لیٹا تھا۔ اس کی چہرے کی جھریوں میں اَن کہی داستانیں دور سے سنائی دیتی تھیں۔ اَن بوڑھی آنکھوں نے عروج دیکھا تھا اور اب زوال اور ایسا زوال...... وہ بوڑھا کبھی ہر دلعزیز ادیب ہوا کرتا تھا اور اب ایسی تنہائی کہ کوئی بھولا بھٹکا پرندہ بھی اُدھر کو نہ آئے۔ وقت کی ستم ظریفی کا شکار وہ بوڑھا ہمیشہ سے تو ایسا نہیں تھا۔

☆-----☆-----☆-----☆

پہلی کہانی اس نے کب لکھی اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ لیکن جب اس نے ایک دفعہ لکھنا شروع کیا تو رکا نہیں۔ اس نے ہر موضوع پر لکھا۔ تتلیوں کے رنگوں کی خوشنمائی سے لے کر معاشرے کے تلخ حقائق تک لکھا۔ اس کے قلم میں سچائی کا پیام تھا، محبت کے ترانے تھے اور امید کی روشنی تھی۔ اسے بچوں سے خاص انسیت تھی سو اس کی زیادہ کہانیاں بچوں کے لئے تھیں۔ اس نے شہرت بھی بچوں کے ادیب کی حیثیت سے پائی تھی۔ وقت نے بے شمار اعزازات اس کی جھولی میں ڈالے تھے۔ سب سے قیمتی اعزاز تو وہ اخبارات اور رسالے تھے جس میں اس کی کہانیاں چھپتی تھیں۔ وہ صرف کہانیاں نہیں تھیں، وہ اس کے احساسات اور جذبات تھے۔ وہ اس کی تخلیقات تھیں۔ ہر شخص کو اپنی تخلیقات بہت عزیز ہوتی ہیں۔ اُسے بھی اپنی تخلیقات سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔

یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن اس کہانی کار کی عجیب سی خواہش تھی۔ وہ اپنی کہانیوں کے کرداروں سے ملنا چاہتا تھا مثلاً وہ چاہتا تھا، جب وہ غمزدہ ہو تو سنہری آنچل اوڑھے وہ پری اس سے ملنے آئے جو حالات کے ستائے لوگوں کو سنہرا پھول دیتی تھی۔ جسے سونگھتے ہی ان کی پریشانی اور مایوسی دور ہو جاتی تھی۔ وہ بولنے والا طوطا جو اتنا سر کھاتا تھا کہ تنگ آ کر اس کے مالک نے اسے آزاد کر دیا لیکن وہ پھر بھی اس کے گھر سے نہیں گیا۔ وہ چھوٹا سا جادوگر بونا جو شکل سے احمق دکھائی دیتا تھا لیکن پورے ملک میں اس سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں تھا۔ وہ رنگ برنگے پرندے جو انسانوں کی زبان جانتے تھے اور نرم و ملائم سفید فر اور چمکتی آنکھوں والا خرگوش کا روپ دھارے ہوئے وہ جادوگر جو آنے والے وقت کا حال بتاتا تھا۔ وہ دو شرارتی لڑکے اور وہ ننھی سی لڑکی اعجا جو ہر دوسری میں بالکل ننھے جگنو کی طرح تھی۔ وہ ان سب سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن کبھی کوئی کردار اس سے ملنے نہیں آیا۔ اس کی خواہش محض خواہش ہی رہی۔

☆-----☆-----☆-----☆

جب وہ بوڑھا ہو گیا، ہاتھ کانپنے لگے اور لفظ دھندلے سے دکھائی دینے لگے تو اس نے لکھنا چھوڑ دیا اور ساتھ ہی اس خواہش کو دل سے نکال پھینکا۔ کہانی کار نے دل میں عزم باندھا کہ وہ اب اس بارے میں نہیں سوچے گا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ ملنے کا وقت بس آیا ہی چاہتا ہے۔

☆-----☆-----☆-----☆

ٹھیک دو ماہ بعد جب کہانی کار کے جان سے عزیز بیٹوں کو وہ بوجھ لگنے لگا تو اس انتہائی دکھ کی رات میں اسے محسوس ہوا جیسے ننھی اعجا اس کے پاس آئی ہو۔ اس نے آنکھیں جھپک جھپک کر دیکھا اعجا واقعی وہیں تھی اور چہرے پر مسکراہٹ لئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ بوڑھا کہانی کار ایک دم ڈر سا گیا۔ اسی لمحے اس پر انکشاف ہوا کہ اس کے تخلیق کیے کردار اس سے پہلے کیوں نہیں ملنے آئے تھے۔ اس نے زندگی میں کبھی ایسی تکلیف اور تنہائی محسوس نہیں کی تھی جب اس کا باپ مرا تھا تو ماں کی پُر شفقت آغوش نے اسے ڈھانپ لیا تھا اور جب اس کی ماں کا انتقال ہوا تو عین ممکن تھا کہ سنہری پری سنہرا پھول لے آ جاتی لیکن اس کے چاروں بیٹے اس کے پاس کھڑے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہے تھے "ابا ہم آپ کو کبھی رونے نہیں دیں گے، آپ کا بہت خیال رکھیں گے بالکل دادی کی طرح۔" ان ننھے

ہاتھوں اور معصوم باتوں نے اس کا غم بانٹ لیا تھا اور یوں سنہری پری دور سے ہی واپس چلی گئی تھی۔

لیکن آج جب نظر نے ساتھ چھوڑ دیا تھا، ہاتھ پاؤں کانپتے تھے، ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑ گئی تھی حتیٰ کہ کتابیں ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھیں تو اس کے جوان بیٹے کہنے لگے تھے کہ وہ بوجھ ہے۔ اب عینا اسی بوجھ کو بہلانے آئی تھی تو بوڑھا کہانی کار چاہتا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے۔ پھر جب بیٹے الگ گھروں میں منتقل ہوئے تو یہ طے ہوا تھا کہ وہ ہر بیٹے کے پاس دس دن رہا کرے گا تو اس رات عجیب ماجرا ہوا عینا بولنے والے طوطے کو بلا لائی تھی۔ طوطا جتنا بولتا بوڑھے کو اتنی ہی وحشت ہوتی۔ اسے لگتا یہ اس کا مذاق اُڑانے آئے تنگ کرتے کہ اسے جادو کے زور سے انھیں خاموش کروانا پڑتا۔ پھر جب گھر کی تعمیر نو کے بعد وہ سٹور روم بیڈ روم میں تبدیل ہوا تو بوڑھے کیلئے گھر میں جگہ کم پڑ گئی۔ آخر اس کا ٹھکانہ اولڈ ہوم ہوا۔ اس رات بوڑھے کی حالت ایسی خراب ہوئی کہ عینا سنہری پری کو لینے بھاگی لیکن وہ جانے کہاں تھی۔

بڑے بیٹے پر فالج کا حملہ ہوا تو اسے ابا بے طرح یاد آیا۔ اسے بچپن کے وہ سارے واقعات یاد آئے جب اس کا باپ اس کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتا تھا۔ رات کے آخری پہر ابا اتنی شدت سے یاد آیا کہ اس کا دل چاہا وہ ابھی اولڈ ہوم فون کر کے اپنے باپ کی واپسی کا کہے لیکن رات کے اس پہر فون کون اٹھائے گا۔ باپ کی واپسی کے خیال سے ہی اسے بے انتہا خوشی محسوس ہوئی۔ وہ اونچی اونچی آواز میں وہ الفاظ دہرانے لگا جو صبح اسے اپنے باپ سے کہنے تھے۔

☆----☆----☆----☆



ہیں اسے لگتا طوطا بس یہی کہتا ہے کہ وہ بیٹے جو تمہیں جان سے عزیز تھے اب تم دس دن بھی ان پر بوجھ ہو۔ بوڑھا زور زور سے چلا کر اسے خاموش ہونے کو کہتا۔ آخر تنگ آ کر اس نے طوطے کو پتھر مارا۔ طوطا تو اُڑ گیا لیکن کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ گیا۔

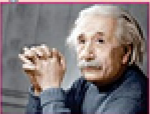
اس دن سب بیٹوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ بوڑھا اب پاگل ہو گیا ہے۔ اس دکھ کی رات سارے خوش رنگ پرندے اس سے ملنے آئے۔ بوڑھے نے اتنا شور مچایا کہ دو بیٹوں نے اسے رکھنے سے صاف انکار کر دیا۔ سب سے چھوٹا ویسے ہی ملک سے باہر جا رہا تھا اور اب وہ بوڑھا ماضی کا مقبول کہانی کار اپنے بڑے بیٹے کے گھر کے سٹور میں پڑا تھا۔ ٹوٹی ہوئی الماریوں میں اپنی زندگی کا اثاثہ لیے اس چھوٹے کمرے میں ہر رات بہت سے کردار آتے۔ وہ وہ شرارتی لڑکے بونے کو اتنا

اولڈ ہوم کے چھوٹے سے کمرے میں وہ رات انتہائی خاموش تھی۔ آنے والے وقت کا حال بتانے والے خرگوش نے جانے سب کو کیا بتایا تھا کہ سب انتہائی خاموش اور سوگوار تھے۔ حتیٰ کہ شرارتی لڑکے اور طوطا بھی۔ عینا کے چہرے سے اداسی ٹپک رہی تھی۔

☆----☆----☆----☆

صبح بیدار ہوتے ہی اس کے ذہن میں پہلا خیال اپنے باپ کا آیا۔ اس نے اپنی بیوی کو آواز دی تاکہ اسے اولڈ ہوم فون کرنے کا کہے۔ اگلے ہی لمحے اس کی بیوی کمرے میں چلی آئی۔ وہ اس کی بات سنے بغیر کہہ رہی تھی "اولڈ ہوم سے فون آیا ہے کہ رات آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے----!!!!"۔

☆----☆----☆----☆



البرٹ آئن سٹائن

عبدالسلام

فزکس جس کے نام کے بغیر ادھوری ہے۔

البرٹ آئن سٹائن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسے دنیا کے عظیم ترین سائنسدان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آئن سٹائن 14 مارچ 1879ء کو جرمنی میں پیدا ہوا۔ اس کا بچپن کافی دلچسپ اور عجیب و غریب تھا۔ وہ چار سال کی عمر میں بولنا شروع ہوا اور نو سال کی عمر میں مکمل طور پر بولنا شروع کیا۔ وہ عام بچوں کے برعکس کھیل کود سے دور تنہائی میں رہتا تھا۔ اس کے نزدیک سکول کوئی پسندیدہ جگہ نہ تھی کیونکہ وہاں پر وہ پابند ہو کر رہ جاتا تھا۔ وہ اپنے اساتذہ کی باتوں کو آسانی سے قبول نہ کر پاتا تھا بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ ادھوری ہیں۔ وہ اپنے اساتذہ سے عجیب و غریب سوالات کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اسے پاگل اور خبطی قرار دیا گیا۔

انہی ادوار سے گزرتا ہوا آئن سٹائن بڑا ہوا۔ وہ پڑھائی میں بھی کوئی اچھا طالب علم نہ تھا لیکن کائنات کے بارے میں بہت غور سے سوچا کرتا تھا۔ سولہ سال کی عمر میں آئن سٹائن نے سوچنا شروع کیا کہ اگر میں روشنی کی رفتار سے حرکت کروں تو کیا ہوگا۔ اس سوال نے اسے بہت پریشان کیا۔ آئن سٹائن کی کامیابیوں کا آغاز 1905ء میں ہوا اس نے فوٹو الیکٹرک ایفکٹ کی وضاحت پر نوبل پرائز بھی حاصل کیا۔ فوٹو الیکٹرک ایفکٹ Photo Electric Effect کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر روشنی کی شعاعیں کسی دھات پر پڑیں تو اس میں سے الیکٹرون خارج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ آئن سٹائن نے مادہ کو توانائی میں بدلنے کا نظریہ بھی پیش کیا جس کے اصول پر ایٹم بم بنتا ہے۔ آئن سٹائن کا سب سے عظیم کارنامہ تھیوری آف ریلیٹیویٹی Theory of Reletivity ہے۔ اس تھیوری نے فزکس کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ اس تھیوری میں آئن سٹائن نے زمان و مکاں (Time and Space) کو ایک منفرد انداز میں پیش کیا۔ یہ تھیوری فزکس میں بہت اہم مقام رکھتی ہے جس کی وجہ سے آئن سٹائن کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ کائنات تھیوری آف ریلیٹیویٹی پر چلتی ہے۔ آئن سٹائن کا انتقال 1955ء میں ہوا۔ آئن سٹائن کے دماغ پر ریسرچ بھی کی گئی۔ اس نے اپنے دماغ کو 11 فیصد تک استعمال کیا۔ یہ دماغ بعد میں ایک میوزیم میں رکھ دیا گیا۔ دنیا کے اس عظیم سائنسدان کو اسرائیل کا صدر بننے کی پیشکش کی گئی لیکن اس نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔

☆☆☆











شدید گرمی کے موسم میں لُو سے بچاؤ کی حفاظتی تدابیر

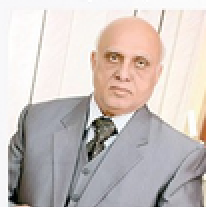
ڈاکٹر فرحت عباس

گزشتہ چند برسوں سے پوری دنیا میں مختلف وجوہات کی بنا پر کرۂ ارض کے درجہ حرارت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اسی وجہ سے پاکستان میں بھی گرمی کی شدت میں اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ موسم گرما کا آغاز ہوتے ہی ہواؤں میں بھی گرم تپش محسوس ہونے لگتی ہے اور ان گرم ہواؤں کو عرف عام میں ہم لو کہتے ہیں اپنے روزمرہ کے معمولات کے لیے گھر سے نکلنا ایک بڑی بے بسی سی بن جاتی ہے۔ بے بسی اس لیے کہ نہ تو گھر میں رہا جا سکتا ہے اور نہ ہی گرم موسم اور لو کی گرم مار برداشت ہوتی ہے۔ لو کے تھپیڑے اچھے بھلے انسان کے ہوش و حواس چھین لیتے ہیں، سوال یہ ہوتا ہے کہ گرمی کے اس شدید موسم میں معمولات کے ضروری امور کیسے انجام دیے جائیں اور لو کے تھپیڑوں سے محفوظ رہتے ہوئے ہوش و حواس کیسے قائم رکھے جائیں۔

گرمیوں کے موسم میں پانی زیادہ پینا چاہیے۔

شدید گرمی کے باعث لوگ مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حالت زیادہ خراب ہونے اور خاص کر لُو لگنے کے باعث انسان زندگی کی بازی بھی ہار جاتا ہے۔ لُو سے بچاؤ کے لیے روزانہ کم از کم تین لیٹر پانی ضرور پینا چاہیے جبکہ کافی چائے اور دیگر گرم اشیاء کا استعمال کم سے کم کرنا چاہیے، دھوپ میں نکلتے وقت سر کو ڈھانپ کر رکھیں اور پانی ساتھ رکھیں۔ گرمیوں میں روزانہ ایک یا دو مرتبہ ضرور نہائیں جبکہ موسم گرما میں گہرے رنگ کے کپڑوں کے استعمال سے گریز کریں۔ تربوز گرمی کا بہترین توڑ ہے اور اس کے ساتھ کالی مرچ کا سفوف ضرور استعمال کیا جائے۔ کھیرا، فالسہ اور آلو بخارا بھی لو میں انتہائی مفید ہوتا ہے۔ خود کو گرمی، لو سے بچائیں اور پانی کا استعمال زیادہ کریں، لیموں پانی اور مشروبات کا استعمال بھی کریں۔

گرمیوں میں تلی ہوئی، باسی اور [illegible] والی غذاؤں سے حتی الامکان پرہیز کیا جانا چاہیے۔ گرمی سے متاثرہ مریضوں کی علامات گرمی کا بخار ہو جانا (جس میں جسم کا درجہ حرارت 41 سے 45 ڈگری تک پہنچ جاتا ہے) [illegible] پیاس کا زیادہ لگنا، زبان اور حلق میں خشکی محسوس ہونا، آنکھوں میں جلن محسوس ہونا، پریشانی، نیم بے ہوشی، جھٹکے لگنا، مکمل بے ہوشی طاری ہونا اس کے علاوہ دست، قے و متلی، پانی و نمکیات کی کمی، پیٹ میں درد و مروڑ، جلد پر گرمی دانے، پٹھوں میں کھچاؤ، مرض کی مزید شدت کی وجہ سے مریض کے گردے، دل اور جگر بھی ناکام ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حفظان صحت کے بنیادی اصولوں سے غفلت اور عدم آگہی کی صورت میں اموات بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا موسم کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی تبدیل کیجیے۔ موسم گرما میں اپنے جسم پر سفید، ہلکے رنگوں والے سوتی، ہلکے اور ڈھیلے ڈھالے لباس زیب تن کریں۔ ہلکے رنگ اور سفید لباس چونکہ گرمی کو منعکس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس تیز رنگ گرمی جذب کرنے کی خاصیت رکھتے ہیں۔ سفید رنگ اور نیلے آسمانی رنگ کے کپڑے ٹھنڈک کا احساس دلاتے ہیں۔ مرچ مصالحے کم استعمال کریں البتہ نمک کچھ زیادہ لیں اور سلاد کا استعمال ضرور کیجیے تاکہ کھانا جلد ہضم اور طبیعت پر وزن محسوس نہ ہو۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا نہ بھولیے اور کھانے کی اشیاء کو ڈھانپ کر رکھیے، گلے سڑے پھلوں اور سبزیوں سے بھی پرہیز کریں، پینے میں تازہ ٹھنڈا اور



ڈاکٹر فرحت عباس

صاف پانی استعمال کیجیے، آلودہ پانی سے پرہیز کریں۔ اس کے علاوہ ٹھنڈا مشروبات، لسی، سکنجبین، گلوکوز اور دیگر مشروبات کا بھی زیادہ استعمال کریں تاکہ پانی اور نمکیات کی کمی نہ ہو سکے۔ گھر سے باہر نکلیں تو سر پر ٹوپی، رومال، پگڑی، تولیہ، چادر یا ہیٹ وغیرہ کا استعمال کیجیے تاکہ دھوپ کی براہ راست تپش سے بچا جا سکے اور چھتری کا بھی استعمال کریں۔ آنکھوں کو گرمی سے محفوظ رکھنے کے لیے سبز رنگ کے شیشوں والی عینک کا استعمال کریں تاکہ دھوپ کی تیز شعاعوں کی شدت آپ کی

دھوپ میں باہر نکلنا ضروری ہو تو سر اور گردن ڈھانپ کر نکلیں۔

آنکھوں کو متاثر نہ کر سکے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ گرمی کے ان دنوں میں روزانہ صبح و شام نہانے کی عادت ڈالیں تاکہ پورے جسم کا درجہ حرارت معتدل رہے۔ چونکہ وضو کا طریقہ جہاں ہماری پاکیزگی کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف گرمی کی شدت کو تحلیل کا کام بھی کرتا ہے چونکہ ہر عضو کو تین تین بار دھویا جاتا ہے جو جسم کی حرارت کو معتدل بنانے اور ٹھنڈک کا احساس دلانے کا بہترین مذہبی اور سائنٹیفک طریقہ ہے۔ اگر ایئر کنڈیشنڈ کی سہولت میسر ہو تو اس سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایئے مگر ایک بات کا خیال رکھیے کہ ایئر کنڈیشنڈ کمرے والے اور گاڑی میں ایک دم سے داخل نہ ہوں بلکہ آرام سے کچھ وقفہ کے بعد داخل ہوں اور باہر آئیں چونکہ درجہ حرارت کی اچانک تبدیلی ہمارے جسم کے ٹمپریچر کنٹرول سسٹم کو متاثر کرتی ہے جس سے بعض اوقات کافی مضر اثرات صحت پر مرتب ہوتے ہیں۔ سفر کے لیے صبح و شام کے ٹھنڈے اوقات اختیار کریں، دوپہر اور سہ پہر کے اوقات میں سفر سے اجتناب کریں۔ کام کاج کے اوقات میں بھی دوپہر اور سہ پہر کے وقت کچھ دیر ٹھنڈی سایہ دار جگہ پر آرام کریں۔ ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ درخت بھی لگائیں تاکہ دوسرے لوگ بھی ان درختوں کی چھاؤں سے فائدہ اٹھائیں۔ اپنے پھول سے بچوں کو بھی گرمی سے بچائیں۔ گرمی کی شدت سے سب سے زیادہ بچے متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا خاص خیال رکھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گرمی یا لو لگنے یا مندرجہ ذیل علامات کی صورت میں وقت ضائع کیے بغیر فوری طور پر قریبی ڈاکٹر سے رابطہ کریں یا مریض کو ہسپتال لے جائیے تاکہ وقت پر علاج ممکن ہو سکے۔ سن اسٹروک کے مریض کے ہسپتال پہنچنے سے پہلے مریض کو ٹھنڈی جگہ پر رکھا جائے۔ تنگ اور گرم لباس بھی تبدیل کروا دیئے جائیں اور پھر فوری طور پر ٹھنڈے پانی کا اسپرے کیا جائے یا پھر گیلی چادر اوڑھا کر پنکھا چلا دیا جائے اور ایسا اس وقت تک جاری رکھیں جب تک مریض کا درجہ حرارت کم نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مریض کا سانس بھی بحال رکھا جائے اور آکسیجن کی ضرورت ہو تو دی جائے۔ مریض کے بلڈ پریشر کا بھی معائنہ کیا جائے اور کم ہونے کی صورت میں پانی اور نمکیات کی کمی کو پورا کرنے کے لیے سوڈیم کلورائیڈ اور پوٹاشیم کلورائیڈ سے مریض کو فوری آرام مل سکے۔ بھرپور ڈرپس لگوانے کا بھی اہتمام کیا جائے۔

☆☆☆

چغل خور لڑکی

حرا بہت ہی اچھی بچی تھی مگر اس کی ایک عادت نے سب گھر والوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ وہ ادھر ادھر کی باتیں کان لگا کر سنتی اور پھر خوب پھیلاتی۔ ایک دن وہ سکول جا رہی تھی کہ راستے میں اسے ثانیہ ملی۔ حرا بولی: تم جانتی ہو صبا سب سے کہہ رہی تھی کہ اس دفعہ جب ٹیچرز مجھے ٹیسٹ پیپرز دیں گی تو میں ان کا پیپر چھپا لوں گی اور خوب غلطیاں نکال کر دوں گی۔ چلو سکول آ گیا [illegible] اس کی امی کو کچھ نہ بتاتے مگر وہ جانتی تھیں کہ حرا بار بار ایسا ہی کرتی ہے۔ اس لیے وہ اس بار تو ضرور اسے ٹھیک طرح سے مزہ چکھائیں گی۔ اس کی امی کو جب پتہ چلا تو انہوں نے بس پکڑی اور عامل بابا کے پاس جا کر ساری بات بتائی۔ عامل بابا نے ایک انگشتری حرا کی انگلی میں ڈال دی۔ اب حرا جب بھی چغلی کھاتی تو وہ انگشتری تنگ ہو جاتی۔ حرا نے چغلی کھانا بند کر دیا تھا تو وہ انگشتری ہوا میں اڑ کر عامل بابا کے پاس جانے کی بجائے جو زیادہ چغلی کھاتا ہے اس کی انگلی میں چلی جاتی۔

پیارے بچو! اگر آپ بھی جانے انجانے میں چغلی کھاتے ہوں باز آ جاؤ، کہیں وہ انگشتری آپ کی انگلی میں نہ آ جائے۔ آپ اسے پہلے ہی توبہ کر لیں اور اپنے آپ سے وعدہ کریں کہ آئندہ آپ چغلی نہیں کھائیں گے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو چغلی کھاتا ہے وہ بالکل ایسے ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے تو آپ بھی توبہ کریں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کریں۔

(سیدہ ورد الزینب بخاری۔ گوجرانوالہ)

☆☆☆

خدا دیکھ رہا ہے

خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے جہاں اور بہت سی اصلاحات کیں وہیں آپ نے ملاوٹ کی بھی سختی سے ممانعت فرما دی۔ اس میں دودھ میں پانی ملانا بھی جرم قرار دے دیا گیا۔

ایک رات آپؓ حسب عادت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت فرما رہے تھے ایک مکان کے پاس سے گزرے تو اندر سے ایک ماں بیٹی کی گفتگو کی آواز سن کر رک گئے۔ ماں کہہ رہی تھی بیٹی دودھ دوہ لیا؟

بیٹی نے جواب دیا "ہاں ماں دودھ دوہ لیا ہے"۔ ماں نے کہا "تو اس میں کچھ پانی ملا دے تاکہ اس کی مقدار بڑھ جائے اور چار پیسے زیادہ آ جائیں گے"۔

بیٹی نے تیزی سے کہا "یہ جرم ہے آپ جانتی ہیں کہ خلیفہ نے ملاوٹ پر سختی سے قدغن لگا رکھی ہے"۔

ماں نے اسے سمجھایا "دیکھو بیٹی اسی دودھ کی آمدن پر ہماری گزر بسر ہے اور تو کوئی کمانے والا نہیں ہے"۔

بیٹی نے کہا "ٹھیک ہے ماں میں خلیفہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گی"۔

ماں نے کہا "بیٹی اس وقت کونسا خلیفہ دیکھ رہا ہے"۔

بیٹی نے جواب دیا "خدا تو دیکھ رہا ہے ماں"۔ بیٹی کا جواب سن کر ماں چپ ہو گئی۔

حضرت عمرؓ اس لڑکی کی اخلاقی جرأت اور ایمان داری سے بہت متاثر ہوئے۔

(محمد معوذ الحسن/اسماعیل خان)

☆☆☆



بجلی قومی دولت ہے
اسے احتیاط سے خرچ کریں
ضائع نہ کریں

پھول | پھول سماجی خدمت | پھول

کم سن بچے کا خوف وتقویٰ

اُمِ عبداللہ بشیر

خلافت عباسیہ میں قبیلہ شیبان کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس ایک نہایت ہی رازدارانہ کار منصبی انجام دیا کرتا تھا۔ اس کا کام تھا کہ وہ روزانہ صبح سے دوپہر تک بازار میں گھومتا پھرتا اور وہاں سے چہ میگوئیاں اور ان کی جو کچھ سرگرمیاں ہوتیں ان کی رپورٹ تیار کر کے ان پر اپنی مہر لگاتا اور اسے اپنے افسر کے پاس بھیجتا۔ پھر وہ افسران رپورٹوں کو ترتیب دے کر بادشاہ کے روبرو پیش کرتا ایسا اس لئے کیا جاتا کہ ملک میں امن وامان قائم رکھا جائے اور عامۃ الناس کے درپیش خطروں سے نمٹا جا سکے۔

ایک مرتبہ رپورٹ لکھنے والا آدمی اپنی کسی سخت ضرورت کے پیش نظر مشغول ہو گیا اور بازار پہنچ کر رپورٹ نہ لکھ سکا۔ بعد میں بازار گیا اور سنی سنائی باتوں کو اپنی تحریر میں لکھ کر اپنی مہر لگا دی۔ پھر اپنے کم سن بھتیجے جس کا نام "احمد" تھا کو بلایا اور اس سے پوچھا "اے احمد کیا تجھے اس افسر کا دفتر معلوم ہے جو روزانہ مجھ سے رپورٹ وصول کرتا ہے"۔ بچے نے جواب دیا ہاں مجھے معلوم ہے۔

چچا نے کہا "آج میری یہ رپورٹ لے کر جا اور افسر کے پاس جمع کرا دو۔ میں نے اس پر مہر ثبت کر دی ہے اور افسر سے کہہ دینا کہ میرے چچا اچانک کسی کام میں مصروف ہو گئے اس لئے نہیں آ سکے"۔ بچے نے رپورٹ لی اور شہر کے بیچ والی سڑک سے امن وامان کے افسر کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اچانک راستے میں اسے یاد آیا کہ اس کے چچا نے اس رپورٹ پر تاریخ تو درج نہیں کی تو اس نے خود تصرف کر کے اس میں تاریخ درج کر دی۔ ابھی وہ بچہ آگے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ اس کا گزر راستے میں ایک نہر کے پل پر سے ہوا۔ بچے کے ذہن ودماغ میں خود بخود یہ باتیں آنے لگی۔

"اے احمد تو اگرچہ ایک چھوٹا بچہ ہے، تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تیرے چچا کا یہ کام شرعاً غلط ہے۔ تیرا چچا بازار میں ہونے والی لوگوں کی باتیں اور ان کے کاموں کی تفصیل لکھ کر افسر کو بھیجتا ہے جو شریعت کی نگاہ میں ایک حرام کام ہے۔ کیونکہ یہ ایک جاسوسی کی قسم ہے اور جاسوسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"اور جاسوسی مت کیا کرو"

بچے نے سوچا کہ میں بھی غلط کام میں اپنے چچا کا ساتھ دے رہا ہوں جس سے قرآن نے روکا ہے"۔

بچے کے دل میں آنے والی باتوں نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اس نے اپنے چچا کی رپورٹ کو نہر میں پھینکا اور گھر واپس آ گیا۔

جب امن وامان کے افسر کے پاس رپورٹ پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے اپنے آدمیوں کو اپنے رپورٹر کی خدمت میں بھیجا کہ آخر کیا بات ہے کہ رپورٹ نہیں آئی۔ جب افسر کے کارندے رپورٹر کے پاس پہنچے تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنی رپورٹ اپنے احمد نامی بھتیجے کے ہاتھ بھیج دی تھی وہ اس بچے کے پاس گئے اور اس سے رپورٹ کے متعلق پوچھا تو اس بچے نے بڑے معصومانہ انداز میں جواب دیا کہ "میں نے تو وہ رپورٹ نہر میں پھینک دی"۔

یہ سنتے ہی افسر کے آدمی تعجب اور خوف سے چیختے ہوئے بولے۔ "کیوں کس وجہ سے تم نے یہ رپورٹ نہر میں پھینکی کیا بات ہے"۔

بچے نے جواب دیا "کیونکہ میں ایک ... شرعی طور پر ... اور حرام کام ہے۔ یہ رپورٹ جاسوسی کی ایک رپورٹ ہے جسے شریعت اسلامیہ نے ممنوع قرار دیا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس ناجائز فعل پر میری طرف سے کوئی تعاون ہو"۔

افسر کے آدمیوں نے جب آ کر یہ ساری بات افسر کو بتائی۔ اس نے جب بچے کے بارے میں یہ سب کچھ سنا تو بچے کی بات اس کے دل کو لگی اور وہ بول اٹھا۔ یہ بچہ کتنا پرہیزگار ہے پھر ہمیں کس قدر پرہیزگار ہونے کی ضرورت ہے۔

ہم کہاں ہیں؟"۔ افسر نے یہ کہا۔

پھر اس دن سے ان کی نگاہیں اس بچے پر جم گئیں اور انہیں ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ بچے کو نہیں بلکہ وہ کسی جوان کو دیکھ رہے ہیں۔

پیارے بچو!

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ بچہ کون تھا؟

یہ بچہ وہی نامی گرامی شخصیت ہے جس کو پوری دنیا "امام احمد بن حنبلؒ" کے نام سے جانتی ہے۔ جو محدث کبیر اور فقیہ عظیم ہیں جن کو امام اہلسنت (تقویٰ کا امام) کہا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا نام آتے ہی ایک اسلامی ہیرو کا تصور آج بھی لوگوں کے دل ودماغ پر چھا جاتا ہے۔

یہ بچہ آگے چل کر ایک عظیم محدث امام بنا لیکن بچپن ہی سے ہر بات کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر رکھنا اس پر عمل کرنا ان کی شان تھی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اسلام کے ان ہیرو کی طرح قرآن وسنت کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت بہتر ہو۔

(منبر سے اوراق)

☆☆☆

حضرت رابعہ بصریؒ اور ان کا آقا

ایک بار بصرہ میں قحط کے دوران حضرت رابعہ بصریؒ اپنے کنبے (بہنوں) سے بچھڑ گئیں۔ ایک دفعہ ایک قافلے کے ساتھ جا رہی تھیں کہ قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے سرغنہ نے آپ کو بازار میں لونڈی بنا کر بیچ دیا۔ رابعہ بصریؒ کا آقا ان سے سخت محنت و مشقت کا کام لیتا پھر بھی آپ دن بھر کام اور رات بھر عبادت کرتی تھیں۔ اور دن میں بھی زیادہ تر روزے سے ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ کا آقا آدھی رات کو جاگا تو گریہ وزاری کی آواز سن کر دیکھنے چلا کہ رات کے اس پہر کون گریہ وزاری کر رہا ہے، اس نے دیکھا کہ وہ حیران رہ گیا کہ رابعہ بصری اللہ کے حضور سربسجود ہیں اور نہایت عاجزی کے ساتھ کہہ رہی ہیں:

"اے اللہ! تو میری مجبوریوں سے خوب واقف ہے۔ گھر کا کام کاج مجھے تیری طرف آنے سے روکتا ہے۔ تو مجھے اپنی عبادت کے لیے پکارتا ہے مگر میں جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوتی ہوں، نمازوں کا وقت گزر جاتا ہے۔ اس لیے میری معذرت قبول فرما لے اور میرے گناہوں کو معاف فرما۔"

یہ منظر دیکھ کر رابعہ بصری کا مالک خوف خدا سے لرز گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ایسی اللہ والی کنیز سے خدمت کرانے سے بہتر ہے کہ خود اس کی خدمت کی جائے۔ چنانچہ وہ صبح ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا: "آج سے آپ میری طرف سے آزاد ہیں۔ اگر آپ اسی گھر میں قیام کریں تو میری خوش نصیبی ورنہ آپ اپنی مرضی کی مالک ہیں، تاہم اگر آپ یہاں سے کوچ کر جانے کا فیصلہ کرتی ہیں تو میری بس ایک ہی درخواست ہے کہ میری طرف سے کی جانے والی تمام زیادتیوں کو معاف کر دیں۔ اس ذات کے صدقے، جس کی آپ راتوں کو جاگ جاگ کر عبادت کرتی ہیں۔" مگر آپ جیسی ہستی کو گوشہ نشینی اور ترک دنیا کا شوق رہتا تھا چنانچہ صحراؤں کا رخ کر لیا۔ ان کی کل متاع حیات ایک ٹوٹا ہوا برتن، ایک پرانی دری اور ایک اینٹ تھی جس سے وہ تکیہ کا کام لیتی تھیں۔

(محمد جنید حنیف، دانیہ وغازی خان)

محمد عارف عثمان

جمعۃ المبارک کی نماز ادا کی جا چکی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد مولوی صاحب نے چند لمحے توقف کیا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے۔ اور نمازیوں سے مخاطب ہوئے۔

"محترم حضرات! توجہ فرمائیے! جناب توقیر صاحب حج پر جا رہے ہیں۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ باری باری توقیر صاحب سے مل لیجئے۔ ممکن ہے بعد میں حج





وہ مسجد میں کھڑا ہو کر رو رو کر اعلان کر رہا تھا کہ.........

حاجی صاحب

سے قبل ان سے ملاقات نہ ہو سکے۔ شکریہ"۔

جونہی اعلان ختم ہوا بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے تاکہ توقیر سے گلے مل سکیں۔ عین اسی لمحے توقیر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ مائیک پر آیا اور کہنے لگا۔

"دوستو! آپ سب کی محبت کا بہت بہت شکریہ لیکن میں حج پر نہیں جا رہا"

توقیر کی بات سنتے ہی ہر شخص چونک اٹھا۔ خاموشی سناٹے میں بدل گئی تھی۔ سب حیرت میں مبتلا تھے۔ ہر کوئی جاننا چاہتا تھا کہ اچانک ایسی کیا بات ہو گئی تھی جس کے سبب توقیر نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

"میرے دوستو! میں ابھی آپ سب کی بے چینی دور کرتا ہوں کہ میں حج پر کیوں نہیں جا رہا"۔ توقیر کی آواز گونجی۔ اس کی آواز بلند ہوتے ہی تمام لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے تھے۔ ہر کوئی توقیر کی بات سننے کیلئے بے تاب دکھائی دے رہا تھا۔ توقیر نے دو تین بار بولنے کی کوشش کی مگر وہ بول نہیں پایا تھا۔ توقیر کی یہ حالت دیکھ کر نمازیوں کا تجسس اپنے عروج کو چھونے لگا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے توقیر کا سر جھک گیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ایک ساعت کے لئے کسی کو کچھ بھی نہیں آیا تھا کہ توقیر کو ایک دم کیا ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے توقیر کو گلے لگا کر حوصلہ دیا۔ اس کی ڈھارس بندھائی۔ اب وہ سنبھل گیا تھا۔ اس نے آنسو پونچھے اور کہنے لگا۔ "دوستو! آپ سب جانتے ہیں کہ میں سالہا سال سے اس محلے میں رہ رہا ہوں۔ میں کرائے کے گھر میں رہتا ہوں۔ اپنا گھر اس لئے نہیں بنایا کہ جو پیسے گھر بنانے پر لگتے ہیں وہ میں کاروبار میں لگا دیتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرا جنرل سٹور اس علاقے کا سب سے بڑا جنرل سٹور ہے۔ سب لوگ مجھ پر بے حد اعتماد کرتے ہیں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں خالص چیزیں بیچتا ہوں۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔ میری اکثر چیزیں نقلی اور ملاوٹ شدہ ہیں۔ مصالحے، شیمپو، کریمیں، کولڈ ڈرنکیں، جوس غرض سارا سامان ہی گھٹیا، نقلی اور ملاوٹ شدہ ہوتا ہے۔"

توقیر سانس لینے کے لئے رکا۔ اس کی نظر سامنے بیٹھے لوگوں پر پڑی۔ توقیر کو یوں لگا جیسے ہر شخص چیخ چیخ کر اسے کہہ رہا ہو۔ توقیر تمہیں خدا کا ذرا بھی خوف نہیں۔ بے شرم آدمی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر پانی تیرنے لگا تھا۔ اس نے خود کو سنبھالا اور دوبارہ بولنے لگا۔

"میرے محترم دوستو! میں کل رات سو نہیں سکا۔ بچپن سے لے کر آج تک جو کچھ سنا اور پڑھا تھا وہ میرے کانوں میں گونجتا رہا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جس کا حج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہو جائے وہ بخش دیا جاتا ہے۔ اس خیال سے میں بہت خوش ہو رہا تھا کہ دفعتاً میرے دل سے آواز اٹھی۔ یہ آواز سن کر میرے ہوش اڑ گئے۔ میرا پورا بدن پسینے میں ڈوب گیا۔ میرے اوپر کپکپی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میری آنکھوں سے بہنے والے آنسو رکنے کا نام نہیں دے رہے تھے۔ دوستو! میرے دل نے کہا۔ توقیر! تم کتنے نادان ہو۔ لوگوں کو دھوکہ دیتے دیتے تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے لو گے؟ کیا اللہ تعالیٰ نہیں جانتا کہ تم کن پیسوں سے حج کرنے جا رہے ہو؟ حرام کی کمائی سے حج کر کے تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں حاجی صاحب، حاجی صاحب

کہہ کر پکاریں۔ حرام کے پیسے سے حلال کام۔ حج جیسی عظیم الشان عبادت کرتے ہوئے تم کتنے خوش ہو رہے ہو۔ شیطان نے تمہیں بالکل ہی اندھا کر دیا ہے"۔

توقیر ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کی گفتگو سن کر مسجد میں موجود ہر شخص دم بخود رہ گیا تھا۔

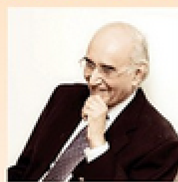
توقیر روتا رہا اور تمام لوگ حیران و پریشان اسے دیکھتے رہے۔ "بہت دیر تک شدید کرب میں مبتلا رہنے کے بعد میں نے توبہ کی"۔ توقیر کی آواز میں بے پناہ درد تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "توبہ کرتے ہی میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ آپ سب لوگوں سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ میرے دوستو! میں آپ سب سے معافی کا طلب گار ہوں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اللہ کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ آپ لوگ معاف کر دیں گے تو مجھے سکون مل جائے گا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں حرام کے پیسے سے حج نہیں کروں گا۔ میں اپنے جنرل سٹور کا سارا نقلی سامان ضائع کر دوں گا۔ اب میں ہمیشہ خالص اور اصلی چیزیں بیچوں گا۔ نقلی، گھٹیا، دو نمبر اور ملاوٹ شدہ اشیا کا داخلہ میرے جنرل سٹور میں بند ہو گا۔ جب حلال اور پاک صاف آمدنی اتنی ہو جائے گی کہ میں حج کر سکوں تو تب ہی میں حج کرنے جاؤں گا"۔

تمام لوگوں نے بڑے کھلے دل کے ساتھ توقیر کو معاف کر دیا۔

توقیر نے اپنا کاروبار نئے سرے سے شروع کیا۔ اب وہ دیانتداری، ایمانداری اور معیار کا پورا پورا خیال رکھنے لگا تھا۔ اب اس کا جنرل سٹور خوب چلنے لگا۔ اس کا کام بڑھ گیا تھا۔ کچھ عرصے میں اس نے اس قدر منافع کما لیا کہ وہ آسانی سے حج پر جا سکتا تھا۔ اور وہ حج پر چلا گیا۔ اب کی بار اسے حج پر جاتے ہوئے کسی قسم کی کوئی ندامت یا پریشانی نہیں تھی۔ وہ بے حد خوش تھا۔ سب لوگوں نے توقیر سے وعدہ لیا تھا کہ جب وہ مکہ اور مدینہ جائے تو ان کے لئے ضرور دعا کرے۔

دو ماہ بعد توقیر حج سے واپس آیا تو اس کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ لوگ اسے توقیر کے بجائے حاجی صاحب، حاجی صاحب کہہ کر پکار رہے تھے۔ توقیر کی آنکھیں نم تھیں۔ اس کا دل عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا جا رہا تھا۔

☆☆☆



چکے تھے۔ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی فیز 1 قبرستان میں ان کی تدفین جمعرات کو کی گئی۔ ملک کی اہم حکومتی، سیاسی، ادبی اور سماجی شخصیات نے ان کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ان کا خلا مدتوں پورا نہیں کیا جا سکے گا۔ ان کے چند خوبصورت اور مزاح سے بھرپور جملے پیش خدمت ہیں۔

☆۔۔۔ پاکستان کی افواہوں کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ سچ نکلتی ہیں۔

☆۔۔۔ دشمنوں کے حسب عداوت تین درجے ہیں: دشمن، جانی دشمن اور رشتے دار۔

اردو مزاح کا ایک عہد ختم، مشتاق احمد یوسفی انتقال کر گئے

محمد شعیب مرزا

1923ء میں بھارتی ریاست راجستھان میں پیدا ہوئے
1956ء میں پاکستان آئے، مختلف بینکوں کے اہم عہدوں پر رہے
چراغ تلے، خاکم بدہن سمیت معروف کتابیں شائع ہوئیں، ہلال امتیاز اور ستارہ امتیاز سے نوازا گیا۔

اردو کے معروف مزاح نگار مشتاق احمد یوسفی 95 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ وہ کافی عرصے سے علیل تھے۔ مشتاق احمد یوسفی نے اپنے کیریئر کا آغاز بینکر کی حیثیت سے کیا اور مختلف بینکوں میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ساتھ ساتھ انہوں نے اردو میں مزاح نگاری میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ مشتاق یوسفی کو ستارہ امتیاز اور ہلال امتیاز سے نوازا گیا۔ مشتاق احمد یوسفی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی آخری کتاب شام

☆۔۔۔ مسلمان کسی ایسے جانور کو محبت سے نہیں پالتے جسے ذبح کر کے کھا نہ سکیں۔

☆۔۔۔ آدمی ایک بار پروفیسر ہو جائے تو عمر بھر پروفیسر ہی رہتا ہے، خواہ بعد میں سمجھداری کی باتیں ہی کیوں نہ کرنے لگے۔

☆۔۔۔ لفظوں کی جنگ میں فتح کسی بھی فریق کی ہو، شہید ہمیشہ سچائی ہوتی ہے۔

☆۔۔۔ امریکہ کی ترقی کا سبب یہی ہے کہ اس کا کوئی ماضی نہیں۔

☆۔۔۔ فقیر کے لئے آنکھیں نہ ہونا بڑی نعمت ہے۔

☆۔۔۔ ہارا ہوا مرغا کھانے سے آدمی اتنا بودا ہو جاتا ہے کہ حکومت کی ہر بات درست لگنے لگتی ہے۔

☆۔۔۔ مرض کا نام معلوم ہو جائے تو تکلیف تو دور نہیں ہوتی، الجھن دور ہو جاتی ہے۔

1923ء میں بھارتی ریاست راجستھان میں پیدا ہوئے
1956ء میں پاکستان آئے، مختلف بینکوں کے اہم عہدوں پر رہے

شیر پاراں تھی۔ مشتاق یوسفی 4 ستمبر 1923ء کو راجستھان کے ضلع ٹونک میں پیدا ہوئے۔ آگرہ یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔ قیام پاکستان کے بعد 1956ء میں کراچی تشریف لے آئے۔ ان کی کتابوں میں چراغ تلے، خاکم بدہن، زرگزشت، آب گم بھی شامل ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی کی کتابیں پڑھنے کے بعد شعور کی کھڑکیاں کھلنے لگتی ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی کا انداز بیاں نہایت شگفتہ اور منفرد تھا، مزاح نگاری میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ مشتاق احمد یوسفی طویل عرصے سے علیل تھے۔ چند روز قبل انہیں نمونیہ کے باعث ہسپتال لایا گیا تھا۔ طبیعت

☆۔۔۔ جس دن بچے کی جیب سے فضول چیزوں کے بجائے پیسے برآمد ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اسے بے فکری کی نیند کبھی نصیب نہیں ہو گی۔

☆۔۔۔ انسان واحد حیوان ہے جو اپنا زہر دل میں رکھتا ہے۔

☆۔۔۔ ہم نے تو سوچا کہ ہم چھوٹا سا جہنم ہے، جہنم تو بڑا سا کراچی نکلا۔

☆۔۔۔ قبر کھودنے والا ہر میت پر آنسو بہانے بیٹھ جائے تو روتے روتے اندھا ہو جائے۔

☆۔۔۔ تماشے میں جان تماشائی کی تالی سے پڑتی ہے، مداری کی ڈگڈگی سے نہیں۔

چراغ تلے، خاکم بدہن سمیت معروف کتابیں شائع ہوئیں، ہلال امتیاز اور ستارہ امتیاز سے نوازا گیا۔

خراب ہونے کی وجہ سے انہیں وینٹی لیٹر پر منتقل کیا گیا تھا۔ مشتاق یوسفی 1977ء میں پاکستان بینکنگ کونسل کے چیئرمین بنے۔ 20 جون 2018ء بروز بدھ وہ انتقال کر گئے۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں 1999ء میں ستارہ امتیاز اور 2002ء میں ہلال امتیاز سے نوازا۔ انہیں ہجرہ ایوارڈ اور آدم جی ایوارڈ بھی مل

☆۔۔۔ لذیذ غذا سے مرض کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

☆۔۔۔ نام میں کیا رکھا ہے؟ دوست کو کسی بھی نام سے پکاریں، گلوں ہی کی خوشبو آئے گی۔

☆۔۔۔ جس بات کو کہنے والے اور سننے والے دونوں ہی جھوٹ سمجھیں اس کا گناہ نہیں ہوتا۔

☆☆☆





توقیر ناصر۔ لاہور
آرٹسٹ۔ چیئرمین لاہور آرٹس کونسل

پیارے بچو! پاکستان ہمارے بزرگوں نے قائد اعظم کی قیادت میں بڑی قربانیوں سے حاصل کیا ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی ہوگی۔ پاکستان کو دنیا میں نیا مقام دلانے کے لیے — ایمانداری سے صرف اور صرف کام کریں اور اپنے پاکستان کو مضبوط اور ترقی یافتہ ملک بنا سکیں۔ پاکستان زندہ باد

توقیر ناصر



محمد امیر طارق۔ اسلام آباد
کمانڈنٹ۔ کیڈٹ کالج ہمک
کہوٹہ روڈ۔ اسلام آباد

پیارے بچو! ہمیشہ سچ بولو۔ سچ بولنے سے آپ کو ہمیشہ خوشی اور کامیابی حاصل ہوگی۔ دل لگا کر پڑھو اور تعلیمی میدان میں آگے بڑھتے چلو تا کہ اپنے ملک کی خدمت کر سکو۔



شکیل گیلانی۔ لاہور
براڈ کاسٹر۔ سیکرٹری ترکش مرکز ثقافت لاہور

ہمیشہ اپنے اللہ سے دستگیری طلب کرتے رہنا چاہیے۔

S. Gilani
03-05-18



میجر شہزاد نیر۔ جہلم
معروف شاعر۔ میجر (آرمی آفیسر)

وطن عزیز کے بچے تخلیقی توانائیوں سے بھرپور ہیں۔ میں پھول بچوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ہمیشہ مل جل کر رہیں، محبت پھیلائیں۔ کھیلوں کے ذریعے اپنی ذہنی و جسمانی نشوونما کریں۔ تعلیم پر توجہ کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں پر بھی توجہ دیں۔ پاکستان سے پیار کریں

۲۵ مارچ ۲۰۱۸ء

شہزاد نیر



فرح اکرم

دلچسپ معلومات اور رنگارنگ تحریروں کا گلدستہ

نوٹ
پھول ساتھی کتابوں کے لئے نئی معلومات، اقوال، کتابوں سے اقتباسات بھجوائیں۔ بار بار پرانی تحریریں بھجوانے سے گریز کریں۔ ورنہ...... ہم وہ شائع نہیں کریں گے

روزہ مفکرین کی نظر میں

روزہ رکھنے سے خیالات پریشان نہیں ہوتے۔ جذبات کی تیزی جاتی رہتی ہے۔ برائیاں اور بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔

☆ مہینہ میں ایک دو بار روزہ رکھنا امراض کے لئے حفظ ماتقدم اور قیام صحت کے لئے مفید تدبیر ہے۔ (ڈاکٹر جی بلیک)

☆ شدائد و مصائب اور...... تنگی برداشت کرنے کے لئے روزہ سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ (ڈاکٹر منگر)

☆ کبھی کبھی روزہ رکھنا مفید ہوتا ہے۔ اس سے جسم کو بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ (ڈاکٹر فرنیتسن)

☆ سکون اور اطمینان پیدا کرنے کے لئے روزہ بہترین چیز ہے۔ (ڈاکٹر سرسٹ)

☆ روزے سے کئی جسمانی بیماریاں زائل ہو جاتی ہیں۔ (ڈاکٹر کلارک)

☆ جذباتی انسانوں کے لئے روزہ بہت مفید ہے۔ اس سے شیطانی وسوسے نہیں آتے۔ (ڈاکٹر ابراہم)

☆ فاقہ کی بہترین صورت روزہ ہے۔ اہل اسلام کے طریقہ پر رکھا جاتا ہے۔ میں یہ مشورہ دوں گا کہ جب کسی کو فاقہ کرنے کی ضرورت پڑے تو اسلامی طریقہ سے روزہ رکھے۔ طبیب یا ڈاکٹر جس طرح سے فاقہ کرواتے ہیں وہ قطعی غلط ہے۔ (ڈاکٹر ایمرسن)

(بحوالہ کتاب بیان من شہر رمضان)

(سیدہ رواء زینب بخاری...... گوجرانوالہ)

معلومات

☆ کیلے کے درخت میں لکڑی نہیں ہوتی۔
☆ لاؤڈ اسپیکر رائس کیلاگ نے 1924ء میں ایجاد کیا۔
☆ اخباری کاغذ بانس کے گودے سے بنایا جاتا ہے۔
☆ ایک میل میں 1.6 کلومیٹر ہوتے ہیں۔
☆ خشک کاغذ میں 10 فیصد پانی ہوتا ہے۔
☆ انسانی آنکھ کا وزن 7 گرام ہوتا ہے۔
☆ انسانی جسم میں خون کی رفتار 75 میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔
☆ انسانی دل کی لمبائی تقریباً 6 انچ ہوتی ہے۔

(حنا ناصر تقدیر۔ اوکاڑہ)

انمول موتی

☆ ۔اللہ کسی تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ ...... (القرآن)
☆ ۔خوش اخلاقی سب سے بڑی دولت ہے۔ ...... (الحدیث)
☆ ۔زبان کو گلے شکوے سے بچاؤ، دل کو طمانیت حاصل ہوگی۔ ...... (حضرت ابوبکر صدیقؓ)
☆ ۔مایوسی کمزوری کی علامت ہے۔ ...... (حضرت عمر فاروقؓ)
☆ ۔زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ ...... (حضرت عثمان غنیؓ)
☆ ۔موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔ ...... (حضرت علیؓ)
☆ ۔جلد بازی حماقت ہے۔ یہ انسان کی بدترین کمزوری ہے۔ (حضرت امام حسینؓ)
☆ ۔ایک دن کے لئے بھی موت کو فراموش نہ کرو۔ (حضرت اویس قرنیؒ)
☆ ۔سچ کبھی جھوٹ سے شکست نہیں کھاتا۔ ...... (حضرت سلیمانؑ)
☆ ۔جو دوسروں کے غم سے بے غم ہے آدمی کہلانے کا مستحق نہیں۔ ...... (شیخ سعدیؒ)
☆ ۔جس کے پاس ہنر ہے وہ کبھی بھوکا نہیں مرتا۔

(مرسلہ: عبداللہ بن شاہین)

وضو کی حفاظت

جس نے وضو کی حفاظت کی اور ہر مشکل موقع پر وضو کامل کیا پھر مسجد کی طرف چلا۔ ایک نماز کے بعد دوسرے نماز کا انتظار کیا تو ایسا شخص گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے۔ جیسے نومولود ہو۔ یہ شخص خیر کے ساتھ زندہ رہا اور خیر ہی پر اس کا خاتمہ ہوگا۔

(عائشہ امیر۔ لاہور)

استاد

☆ استاد ایک شمع کی مانند ہے جو خود تو بجھ سکتی ہے لیکن اس سے کئی اور دیے جل جاتے ہیں۔
☆ استاد کامیابی کی وہ کنجی ہے جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچاتی ہے۔
☆ استاد بادشاہ نہیں ہوتا مگر بادشاہ بناتا ہے۔
☆ استاد ہی ایک شخصیت ہے جو باقی تمام پیشے تشکیل کرنے کا اہم جزو ہے۔

(زیب النساء...... ماہوالی کینٹ)

حدیث مبارکہ

جو شخص اپنے غصے کو روکے گا اللہ عزوجل قیامت کے روز اس سے اپنا عذاب روکے گا اور جس شخص نے غصہ ضبط کر لیا باوجود اس کے کہ وہ غصہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ اللہ عزوجل اس کے دل کو سکون سے بھر دے گا۔

(مصباح فاطمہ درانی، چھانگا مانگا)

حضرت فاطمہؓ کا ذوقِ عبادت

ایک وقت تھا کہ جب سارا دن عورتیں گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھیں اور جب رات آتی تھی تو مصلیٰ کے اوپر رات گزار دیا کرتی تھیں...... سیدہ فاطمۃ الزہرا کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی...... طبیعت میں ایسا سرور تھا ایسا مزہ تھا ایسی تلاوت نصیب ہوئی۔ تلاوت قرآن بھی پڑھتی رہیں پڑھتی رہیں حتیٰ کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ اب تو صبح کا وقت ہونے کو ہے...... تو رونے بیٹھ گئیں اور یہ دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی کتنی چھوٹی ہو گئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی......

(اقرا و عبدالرحمٰن۔ لاہور)

ذرا سوچئے!

استاد صاحب نے کمرہ جماعت میں موجود بچوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کے نام بتاؤ جو نماز نہیں پڑھتے۔
☆ پہلے بچے نے جواب دیا:
وہ لوگ جو مر گئے ہیں۔
☆ دوسرے بچے نے جواب دیا:
وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں۔
☆ تیسرے بچے نے جواب دیا:
وہ لوگ جنھیں نماز ہی نہیں آتی۔
"اب آپ خود بتائیں ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے"
ہم مر گئے ہیں
ہم مسلمان ہی نہیں ہیں۔
یا پھر ہمیں نماز ہی نہیں آتی۔

(محمد فرحان عطا...... ملتان)

کیا آپ جانتے ہیں؟

○ کنگ آف کیمیکل، سلفیورک ایسڈ کو کہا جاتا ہے۔
○ بلیک ڈائمنڈ کوئلے کو کہا جاتا ہے۔
○ قرارداد پاکستان انگریزی زبان میں پیش کی گئی تھی۔
○ پاکستان کا قومی درخت دیار ہے۔
○ پاکستان کا مانچسٹر فیصل آباد کو کہتے ہیں۔
○ پاکستان کا ہنرمند شہر سیالکوٹ کو کہتے ہیں۔
○ شاہینوں کا شہر سرگودھا کو کہتے ہیں۔
○ پاکستان کا دل لاہور کو کہا جاتا ہے۔
○ رقبے کے لحاظ سے چاغی پاکستان کا سب سے بڑا ضلع ہے۔

(سمیع اللہ چوہدری، ساماہنی آزاد کشمیر)

اقوال زریں

○ اگر چیونٹیوں میں اتحاد ہو جائے تو وہ شیر کی کھال اتار سکتی ہیں۔ (شیخ سعدی)
○ سب سے مشکل کاموں میں ایک اپنے علم پر عمل کرنا ہے۔ (حضرت داتا گنج بخش)
○ ہمیشہ سچ بولو تاکہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ (حضرت علیؓ)
○ اگر چاہتے ہو کہ تمہارا نام باقی رہے تو اپنے بچوں کو اچھے اخلاق سکھاؤ۔ (شیخ سعدی)
○ علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے اس لیے علم کو اپنے ملک میں بڑھائیں کوئی آپ کو شکست نہیں دے سکتا۔ (قائداعظم)
○ تنقید کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے جبکہ نکتہ چینی کے لئے جہالت ہی کافی ہے۔
○ مایوس وہ ہوتا ہے جو اللہ پر یقین نہیں رکھتا اور محروم وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔

(اقرا عبدالرحمٰن، لاہور)

غربت

غربت کی وجہ سے باپ کا علاج نہ ہو سکا اور وہ مر گیا۔ تین دن تک گھر میں پڑوسیوں اور عزیز و اقارب نے کھانا پہنچایا۔ گھر میں پھر سے فاقے شروع ہو گئے اور خوراک نہ ملنے کی وجہ سے بھائی بیمار ہو گیا تو بچی نے ماں سے پوچھا "بھائی کب مرے گا؟" ماں تڑپ گئی۔ بچی سے پوچھا ایسا کیوں کہہ رہی ہو تو بچی نے جواب دیا "امی بھائی مرے گا تو کھانا ملے گا۔"

نوٹ: مردوں کی قبروں پر خرچ کرنے کی بجائے زندہ لاشوں پر خرچ کرو۔

بہترین دوا

حکیم لقمان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی مختلف دواؤں سے لوگوں کا علاج کیا مگر اس طویل تجربے کے بعد میں نے یہ سیکھا کہ انسان کے لئے سب سے بہترین دوا محبت اور عزت ہے۔ کسی نے پوچھا "اگر یہ اثر نہ کرے؟" وہ مسکرائے اور بولے۔ "دوا کی مقدار بڑھا دو۔"

(علی احمد)

کام سے کام

کوے نے مٹکے سے پوچھا:
"تم آگ میں تپ کے بنائے جاتے ہو پھر بھی اتنی گرمی میں اپنے اندر پانی کو کیسے ٹھنڈا رکھ پاتے ہو۔"
مٹکے نے جواب دیا کہ "Vaporization ایک Endothermic process ہے
اس کیلئے H positive ہوتا ہے۔
میری outer surface پر Small pores ہوتے ہیں جن پر therymodynamics کے Principle کے According Cooling effect generate ہوتا ہے۔"
یہ سننے کے بعد کوے نے طے کیا کہ آج کے بعد وہ اپنے کام سے کام رکھے گا۔

میرے حصے کا جتنا رزق ہے
یا اللہ وہ ایک بار ہی مجھے دے دے

ایک بار حضرت موسیٰ اللہ سے ہمکلام ہونے جا رہے تھے تو ایک تنگ دست انسان نے انہیں روک کر کہا "اے اللہ کے نبی! جب آپ وہاں جائیں تو میری بھی عرضداشت پیش کیجئے گا کہ میرے حصے کا جتنا رزق ہے وہ اللہ ایک بار ہی مجھے دے دے تاکہ میں ایک دن ہی سہی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پیٹ بھر کر کھا سکوں"۔

آپ نے جا کر حسب وعدہ وہ عرضداشت پیش کی تو جواب آیا "اے موسیٰ علیہ السلام! اس بندے کا رزق صرف ایک بوری اناج کے برابر ہے۔ اس لئے اسے تنگ دستی کے ساتھ دیا جا رہا ہے کہ ساری عمر اسے رزق ملتا رہے"۔ آپ نے واپسی پر یہی جواب اس سائل کو دے دیا اس نے پلٹ کر کہا۔

"اے اللہ کے نبی! آپ کا جب دوبارہ جانا ہو تو اللہ کے سامنے دست بستہ عرض فرمائیے گا کہ مجھے وہ ایک بوری رزق ایک دفعہ ہی عنایت کر دیں تاکہ میں پیٹ بھر کر کھا سکوں۔" آپ نے ایسا ہی کیا اور اگلی بار اللہ کی جانب سے اس کا سارا رزق ایک بار ہی اسے مل گیا۔ پھر آپ کچھ عرصے بعد وہاں سے گزرے تو دیکھا وہ شخص بہت اچھے حال میں تھا اور اس کے گھر کے آگے دیگیں چڑھی ہوئی تھیں۔

آپ کو حیرت ہوئی آپ نے اللہ کے سامنے جا کر عرض کی "اے باری تعالیٰ! آپ کا کہا پتھر پر لکیر ہے مگر میں اتنے عرصے بعد اس کے گھر کے سامنے سے گزرا ہوں مگر اس کا رزق تو ابھی تک جاری ہے بلکہ بہت اچھے طریقے سے اسے مل رہا ہے۔" اللہ نے فرمایا

"اے موسیٰ! تم سچ کہتے ہو مگر وہ شخص بہت ذہین نکلا۔ اس نے دیئے گئے رزق سے خود بھی کھایا اور گھر والوں کو بھی پیٹ بھر کر کھلایا مگر جو رزق باقی بچا وہ اس نے میری راہ میں خیرات کر دیا اور میں نے ہی وعدہ کیا ہے کوئی میری راہ میں ایک حصہ خرچ کرے تو میں اسے ستر حصے واپس کر کے دیتا ہوں۔ اس نے مجھ سے تجارت کر لی ہے موسیٰ علیہ السلام۔ اور میں اب اپنے وعدے کے مطابق اسے مسلسل لوٹا رہا ہوں۔"

(اشفاق احمد، زاویہ سوم)

اقوال زریں

☆— غریب پر احسان کرو کبھی تم بھی غریب ہو سکتے ہو۔
☆— برے دوستوں سے بچو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارا تعارف بن جائیں۔
☆— جو گمراہ ہو اسے رہبر تسلیم کر لینا کسی حادثے سے کم نہیں۔
☆— معافی مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم غلط اور وہ صحیح ہے بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ ہم رشتہ نبھانے کی صلاحیت اس سے زیادہ رکھتے ہیں۔
☆— جو شخص تمہارا غصہ برداشت کرے اور ثابت قدم رہے وہ تمہارا دوست ہے۔

(محمد ارسلان رضا — کبیر والا)

آداب معاشرت

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
آداب معاشرت کا تقاضا ہے کہ اگر کوئی بھائی دکھ درد میں مبتلا ہو تو اس کے درد کو محسوس کیا جائے اور اس کے غم کو بانٹنے کی کوشش کی جائے۔ ہمسایوں کے ساتھ خاص طور پر عمدہ سلوک کیا جائے۔ اُن کے آرام و سکون کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ مشہور ہے "ہمسایہ ماں جایا" اس لیے ہمسایوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جیسے کہ وہ ہمارے ہی گھر کا حصہ ہیں۔

معاشرت کے آداب ہم سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ کسی کو تضحیک کا نشانہ نہ بنائیں جب کسی کو بلانا ہو تو اس کا پورا نام لیا کریں۔ کسی کا نام نہ بگاڑیں۔ کسی کی تحقیر و توہین نہ کریں، اس طرح کسی کی ٹوہ اور جاسوسی میں رہنا بھی بری حرکت ہے۔ غیبت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ان باتوں سے معاشرے میں انتشار اور افراتفری پھیلتی ہے اس لئے ان عیبوں سے بچنا ضروری ہے۔

(کاشف نعیم، فتح جنگ)

خصوصی بچے بھی بہت سی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔

خصوصی بچے ہماری توجہ کے مستحق

عارف اے مجی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الرحمٰن میں ارشاد فرمایا، ترجمہ: "اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے ہی انسان کو بولنا سکھایا تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔"

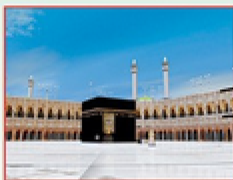
ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجا لائیں کم ہے کہ اس نے ہمیں ایک صحت مند، تندرست اور ایک نارمل انسان پیدا فرمایا ہے اور ہمارے تمام اعضاء صحیح سلامت رکھے جن کی بدولت آج ہم اپنی مرضی سے چل پھر سکتے ہیں، اپنی مرضی سے اٹھ بیٹھ سکتے ہیں۔

خصوصی بچوں کی دیکھ بھال ہم سب کا فرض ہے۔

کانوں سے سن سکتے ہیں، ناک سے سونگھ سکتے ہیں، زبان سے بول اور ہر قسم کا ذائقہ چکھ سکتے ہیں، اور ہاتھوں سے کھانا کھا سکتے ہیں۔ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی ہی عطا کی ہوئی ہیں جس پر ہمیں ہر وقت اللہ کا شکر گزار بندہ بن کے رہنا چاہئے۔ نعمت ہر حال میں نعمت ہوتی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس نے جس جس کو زندگی بخشی ہے اس کے لئے نعمتوں کے دروازے کھول رکھے ہیں، لیکن انسان نادان ہے وہ اس حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اللہ نے انسان کو زندگی کا لطف اٹھانے کے واسطے جہاں دیگر نعمتیں عطا کیں وہیں اس کو صحت و تندرستی دے کر ایک اور احسان عظیم کر دیا۔ اس لئے کہا جاتا ہے تندرستی ہزار نعمت ہے، اور تو یہ چاہئے تھا کہ انسان کو اپنی اس تندرستی پر خدا کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم ہر کام با آسانی کر سکتے ہیں۔

یہ بھی اللہ کا ایک امتحان ہوتا ہے کہ وہ بعض لوگوں کو دے کر آزماتا ہے اور بعض لوگوں سے لے کر، اور بعض کو دے کر اور پھر واپس لے کر آزماتا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کسی نہ کسی جسمانی معذوری کا شکار ہوتے ہیں، لیکن یہ معذوری خدا کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ ان معذوروں کے بجائے ان کو غیر ضروری تصور کرنے لگتے ہیں، ان سے پیار محبت کرنے کی بجائے ان سے نفرت کرتے ہیں اور اپنے نارمل بچوں کو ان کے ساتھ کھیلنے تک سے منع کرتے ہیں، جو کہ ایک غیر اخلاقی بات ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ذہنی اور جسمانی طور پر معذور بچے بھی معاشرے کا حصہ ہیں مگر معاشرے کی عدم توجہی، معاشی اور نفسیاتی وجوہات کے سبب ایسے بچے احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور معاشرے کا فعال حصہ نہیں بن پاتے، جبکہ ان بچوں کے والدین بھی لوگوں کا رویہ دیکھ کر اور مناسب رہنمائی نہ ملنے پر خود بھی ذہنی مریض بن جاتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت ایک اندازے کے مطابق 38 لاکھ کے لگ بھگ معذور افراد جن میں بچوں کی تعداد زیادہ ہے (18 سال تک کی عمر) اس بات کا اندازہ مردم شماری میں ہوا۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کے ہر گاؤں میں 10 سے 20 بچے ایسے ہیں جو کسی نہ کسی معذوری کا شکار ہیں۔ پاکستان میں اس وقت معذور بچوں کے حوالے سے حکومتی اور نجی اداروں کی طرف سے جو سہولتیں ہیں وہ 2 لاکھ کے قریب بچوں کو حاصل ہیں باقی ان سہولتوں سے محروم ہیں، حالانکہ انہیں بھی زندہ رہنے کے اسباب مہیا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا عام بچوں کو تعلیم، کھیل اور دیگر حقوق دینا ہے۔ بچوں کی معذوری مختلف نوعیت کی ہوتی ہے، کچھ بچے تو پیدائشی طور پر معذور ہوتے ہیں جیسے بہرا ہونا، سماعت سے محروم ہونا یا نابینا ہونا اور کچھ بچے پیدائشی طور پر تو ٹھیک ہوتے ہیں مگر بعد میں کسی حادثے یا کسی بیماری کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے معذور ہو جاتے ہیں، مثلاً گردن توڑ بخار، پولیو، فالج اور تھیلیسیمیا قابل ذکر مرض ہیں جن کی وجہ سے یہ بچے متاثر ہو جاتے ہیں اور پھر زمانے کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ کچھ والدین تو اللہ کا امتحان سمجھ کر اپنے معذور بچوں کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان پر عام بچوں کی نسبت زیادہ توجہ دیتے ہیں تاکہ ان کو کسی قسم کا احساس کمتری نہ ہو اور کچھ لوگ تو اپنے معذور بچوں کو فلاحی اداروں کے حوالے کر دیتے ہیں اور پھر پلٹ کر ان کی خیر خبر بھی نہیں لیتے جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ان بچوں کے ساتھ اگر اچھا رویہ ہوتا ہے تو وہ صرف اور صرف ماں کا ہوتا ہے باقی بہن بھائی، باپ اور رشتہ دار معذور بچوں کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔ سلام ہے ان ماؤں پر جو ان کی خدمت اور دیکھ بھال کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ خصوصی بچے قدرت کا ایک امتحان ہیں، ان کے والدین جس انداز سے حالات کا مقابلہ کرتے ہیں وہ صبر و استقامت کی ایک مثال ہیں۔ ذہنی معذور، جسمانی معذور، نابینا اور گونگے بہرے بچے صلاحیتوں کے اعتبار سے دیگر بچوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ ہمیں ان بچوں سے نفرت کرنے کی بجائے ان سے پیار محبت سے پیش آنا ہوگا تاکہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ خصوصی بچے معاشرے کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، تھوڑی سی محنت کر کے ہم خصوصی بچوں کو معاشرے کا اہم ترین فرد بنا سکتے ہیں۔ بہت سے فلاحی ادارے اپنے طور پر ان بچوں کی فلاح و بہبود کے لئے دن رات کوششوں میں ہیں اور ان کے اچھے نتائج بھی نظر آ رہے ہیں۔ خصوصی بچوں کی پرورش معاشرے کے ہر فرد کا لازمی فرض ہے کیونکہ قدرت اپنی حاکمیت سے جسے چاہے امتحان کے لئے منتخب کر سکتی ہے۔ خصوصی بچے ہمارے اپنے بچے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ہر فرد کو اپنے حصے کا دیا جلانا ہوگا اور لوگوں کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرنا ہوگا تب جا کر ہم ایک ذمہ دار شہری بن سکتے ہیں۔

☆☆☆



اللہ تعالیٰ کی محبت

ہر شے میں اللہ کا نور
دیکھو پاس یا کہ دور
ہم سب سے وہ پیار ہے کرتا
جو ہم چاہیں وہ ہے دیتا
دیتا ہے وہ بن مانگے بھی
اچھے برے کی بھر دے جھولی
خوشیاں دے وہ پیاری پیاری
ننھی منی نیاری نیاری
اس نے سیدھی راہ بتا دی
کوئی نہیں ہے اس سا ہادی
ہم بھی اپنا فرض پہچانیں
اس کو سچا رازق جانیں
صبح سویرے جب ہم اٹھیں
نہائیں، دھوئیں، وضو کریں
نماز، قرآن کو ہم سب پڑھ کے
دعائیں اچھی مانگ لیں اس سے
مانگ لیں اس سے اس کی محبت
اس کی محبت اور ہدایت
سب کی محبت اس سے مانگیں
سب کو اپنے جیسا جانیں
امی ابو، سارے بڑوں کے
کام کریں ہم خوشی خوشی سے
ان کا ادب اور ان کی عزت
چھوٹوں سے کریں ہم الفت
سچا پیار کریں وطن سے
لکھیں، پڑھیں، ہم خوش ہو کے
الٰہی ہم پر رحم تو کر دے
اپنی محبت دل میں بھر دے

سائرہ وحید تشنہ۔ فیصل آباد

☆☆☆



وطن کا گیت

علم کی شمعیں روشن کر کے روشنیاں پھیلائیں گے
اس دھرتی کا ذرہ ذرہ خوشی سے مہکائیں گے
پاک وطن کے سارے شہروں شاد رہو آباد رہو!
اپنا سبز ہلالی پرچم دنیا میں لہرائیں گے
علم کی راہیں کھلی ہوئی ہیں آگے قدم بڑھاؤ بچو!
پاکستان سے پیار کریں گے اس کی شان بڑھائیں گے
علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر یہ پاک وطن
پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ دنیا کو سمجھائیں گے
قائداعظم کی کوشش نے کیا کیا رنگ دکھائے تھے
قائداعظم کے پیغام کو گلی گلی پہنچائیں گے
چشتی میں بھی پاکستان کا خادم بن کے جی لوں گا
پاک وطن سدا جیوے جیوے خوشیاں ہم منائیں گے

ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی۔ شورکوٹ شہر

☆☆☆



دھوپ

صبح ہوئی اور نکلی دھوپ
دکھلایا سورج نے روپ
دھوپ سے گرمی پھیلی ہے
لگتی ہر شے جلی ہے
پانی گرم ہوا ہے ایسے
چولہے پہ رکھا ہو جیسے
دھرتی بنی انگارہ ہے
ہر کوئی گرمی کا مارا ہے
پیڑ ہرا مرجھایا ہے
پھول کھلا کملایا ہے
تیز شعاعیں ہو گئی ہیں
گلیاں ویراں ہو گئی ہیں
شہر ہے سائیں سائیں کرتا
لو لگنے سے ہر کوئی ڈرتا
جب سورج ڈھل جائے گا
کیا خوب سماں ہو جائے گا
جگہ ہوگی نہ تل دھرنے کی
بس دیر ہے سورج ڈھلنے کی

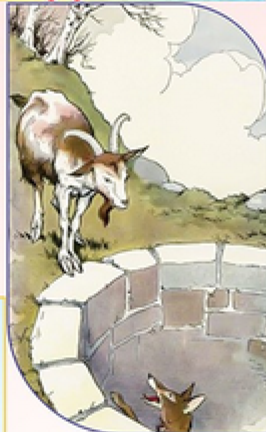
طیبہ وحید۔ بھیرووال

☆☆☆

دوسری بار

جاوید اقبال

لومڑی ایک بار پھر بکری کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی تھی اور......



سخت گرمی کے دن تھے۔ جنگل میں ایک لومڑی پیاس سے نڈھال پانی کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھی۔ بڑی تلاش کے بعد اسے ایک پرانا سا کنواں نظر آیا۔ لومڑی نے سوچا کہیں کنواں خشک ہی نہ ہو۔ خیر اس نے کنویں میں جھانکا، کنویں میں پانی دیکھ کر اسے حوصلہ ہوا۔ لیکن کنویں میں اترے بغیر پانی نہیں پیا جا سکتا تھا۔ پیاس سے مجبور ہو کر لومڑی نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ جی بھر کر پانی پیا۔ جب پیاس بجھ گئی تو کنویں سے باہر نکلنے کا سوچا۔ کنویں کی دیواریں اونچی تھیں۔ لومڑی نے بڑی چھلانگیں لگائیں مگر باہر نہ نکل سکی۔ آخر تھک ہار کر وہ کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

لومڑی کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا کیونکہ جلد ہی ایک پیاسی بکری بھی پانی کی تلاش میں ادھر آ نکلی۔ بکری کو کنویں میں جھانکتے دیکھ کر لومڑی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔...... وہ بولی "آؤ بہن آؤ بڑا میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہے پیو اور موج اڑاؤ"

بکری نے لومڑی کو غور سے دیکھا کچھ دیر سوچا اور پھر وہ پانی میں کود پڑی۔ جب بکری نے جی بھر کر پانی پی لیا تو لومڑی بولی۔ "چلو بہن اب باہر نکلنے کی تدبیر کریں"۔ پھر چالاکی سے بولی۔ "بہن ایسا کرو تم اپنی اگلی ٹانگیں کنویں کی دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑی ہو جاؤ میں تمہارے سر پہ پاؤں رکھ کر باہر نکل جاؤں گی۔ پھر تمہیں بھی باہر کھینچ لوں گی۔"

بکری بولی۔ "تاکہ تم باہر نکل کر مجھے چھوڑ کر چلتی بنو"۔

"کیا مطلب ہے تمہارا"۔ لومڑی معصوم بن کر بولی۔

بکری بولی "یاد کرو پچھلی گرمیوں میں جب میں نے تمہاری کنویں سے نکلنے میں مدد کی تھی مگر باہر نکل کر تم مجھے کنویں میں ہی چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اگر میرا مالک آ کر مجھے نہ بچاتا تو میں کنویں میں ڈوب کر مر گئی ہوتی۔"

بکری کی یہ بات سن کر لومڑی ایک کونے میں کھسک گئی اور اس بدلی ہوئی صورتحال پر غور کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ پھر بکری کے پاس آئی اور آواز میں شیرینی بھر کر بولی۔ "دیکھو بہن ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے نہیں تو ہم دونوں ڈوب مریں گی۔"

بکری بے اعتنائی سے بولی۔ "میں آزمائے ہوؤں کو دوبارہ نہیں آزماتی"۔

لومڑی کھسیانی ہو کر پھر دوسری طرف چلی گئی اور کوئی دوسری چال سوچنے لگی۔ پھر اس کے مکار ذہن نے ایک خوفناک منصوبہ سوچا۔ اس نے سوچا میں اپنے تیز دانتوں سے بکری کی شہ رگ کاٹ دوں گی۔ بکری مر جائے گی تو پانی اس کے پیٹ میں بھر جائے گا۔ بکری کی پھولی ہوئی لاش کنویں کے کنارے سے لگے گی تو میں اس کے اوپر چڑھ کر باہر چھلانگ لگا دوں گی۔ یہ خوفناک منصوبہ بنا کر وہ آہستہ آہستہ بکری کی طرف بڑھی۔ بکری بڑے غور سے لومڑی کی حرکات دیکھ رہی تھی۔ اس لئے جیسے ہی لومڑی اس پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھی بکری نے اسے زوردار ٹکر ماری۔ لومڑی نے اپنے پنجوں سے اس کے پیٹ کی کھال ادھیڑنا چاہی مگر بکری اپنے سینگوں سے اسے دھکیلتی کنویں کی دیوار تک لے گئی اور پھر اس کا سر دیوار سے بھینچ دیا۔ لومڑی کا سر چکرا گیا۔ اس نے خود کو بکری کی گرفت سے بچانے کے لئے اس کے کان پر کاٹ کھایا۔ بکری بلبلا کر پیچھے ہٹی تو لومڑی نے جھپٹ کر اس کا گلا دبوچ لیا۔ اسی وقت بکری کا مالک چرواہا اپنی بکری کی تلاش میں وہاں پہنچ گیا۔ بکری کو لومڑی کے شکنجے میں دیکھ کر اس نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر لومڑی کے سر پر دے مارا۔ لومڑی کی کھوپڑی چٹخنے کی آواز آئی ساتھ ہی اس کا منہ کھل گیا۔ بکری اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ لومڑی کے سر پر کاری ضرب لگی تھی۔ کنویں کا پانی اس کے خون سے سرخ ہو گیا۔ چرواہے نے رسہ پھینک کر بکری کو باہر نکال لیا اور اسے ساتھ لئے اپنے ریوڑ سے جا ملا۔

☆☆☆

بین الاقوامی کہاوتیں

☆...... آزادی کی تکلیف غلامی کے آرام سے بہتر ہے۔ (عربی کہاوت)

☆...... بغیر دیکھے کوئی چیز مت کھاؤ اور نہ ہی بغیر پڑھے کبھی دستخط کرو۔ (ہسپانوی کہاوت)

☆...... احسانات سے دبی ہوئی زندگی انسان کے شایانِ شان نہیں۔ (ترکی کہاوت)

☆...... ہمت والے لوگ خدا کی بخشی ہوئی طاقتوں سے کام لیتے ہیں (جرمنی کہاوت)

☆...... کاہل شخص کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ (اطالوی کہاوت)

☆...... گناہ کے آغاز میں اتنی لذت نہیں جتنی اس کے اختتام میں تلخی ہے (ملائی کہاوت)

☆...... سب سے بڑی ہوشیاری یہ ہے کہ کوئی چالاکی ہی نہ کی جائے (فرانسیسی کہاوت)

(شاہین ولایت، منڈی بہاؤالدین)



ایک بڑا درخت

35 بچوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے

درخت لگائیں۔

ماحول کو خوشگوار اور خوبصورت بنائیں۔

پھول سماجی خدمت

کیا وہ سب کچھ جانتا تھا؟ ۔ یا کچھ نہیں جانتا تھا؟ فیصلہ آپ کریں۔

سراغِ زندگی......

رائل بلوچ

دانیال آج سکول سے گھر آیا تو اس کے ذہن میں بے شمار خیالات گردش کر رہے تھے۔ وہ عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے خود کو آج پہچانا ہو۔ وہ نویں جماعت کا طالب علم تھا۔ ہر وقت اس کے ذہن پر بس زندگی سے لطف اٹھانے کا جنون سا سوار رہتا تھا۔ اس بھاگتی دوڑتی زندگی میں موبائل فون، کمپیوٹر، انٹرنیٹ جیسی بے شمار دلچسپیاں اس کی توجہ کا مرکز تھیں۔ ہاں پڑھائی میں بھی وہ اچھا تھا مگر زندگی کا اصل مقصد تو اس نے آج جانا تھا۔

کچھ دن ہوئے ان کے اسلامیات کے نئے استاد آئے تھے جو نہایت شفیق اور عالم فاضل تھے۔ آج انہوں نے انسان کے اس دنیا میں آنے کے مقصد کو بڑی عمدگی سے بیان کیا تھا۔ یہ باتیں سن کر دانیال کو احساس ہوا تھا کہ وہ تو آج سے پہلے خود کو ہی نہیں جانتا تھا تو وہ بھلا یہ گمان کیسے کر سکتا تھا کہ وہ اللہ کو جانتا ہے۔۔۔۔۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تو اسلام کو ہی نہیں جانتا تھا۔ وہ تو اس دنیا کو جانتا تھا نہ اس میں جینے کا ڈھنگ۔ پھر اس کی نظر اپنے سامنے لگے آئینے پر پڑی۔ اس کا عکس اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ دانیال اٹھ کر آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ پھر اس کے عکس نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "کیوں دانیال؟ کیا سوچ رہے ہو؟۔۔۔۔۔ یہ کہ تم کچھ نہیں جانتے، تمہارا اب تک کا پڑھا لکھا بے کار ہے۔ تم اپنے علم کو ناکارہ سمجھتے ہو؟ تو تم غلط سمجھتے ہو۔ ناکارہ تو تمہارا وجود ہے۔ ناکارہ تمہاری سوچ ہے کہ تم سب کچھ جان کر بھی کچھ نہیں جانتے۔ بظاہر تو تم بہت اچھی اور بامقصد زندگی گزار رہے ہو لیکن تمہاری پڑھائی اور جینے کا مقصد دولت اور شہرت ہے۔ تم اس دنیا میں صرف کمانے اور خرچ کرنے نہیں آئے ہو۔ تمہارا وجود اس لیے نہیں ہے کہ تمہیں صرف امتحان دینے کیلئے پڑھنا آتا ہے۔

"دانیال! کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم اہلِ علم ہو۔۔۔۔۔ کیسے کہہ سکتے ہو؟ تم سب کچھ تو جانتے ہو؟ تمہارا مذہب اسلام ہے۔ تم مسلمان ہو۔ تم صرف ایک خدا کو جانتے ہو۔ تم اس دنیا میں اس کی عبادت کے لئے آئے ہو۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ اس دنیا میں سے ہم کچھ نہیں کما سکتے۔ سوائے نیکیوں اور گناہوں کے۔ اگر ہم اس جہان فانی سے کچھ ساتھ لے کر جائیں گے تو وہ ہمارے اعمال ہیں۔ ہم اس زندگی کی آسائشوں کے حصول میں اس قدر کھو چکے ہیں کہ فکر کی صفت ہم میں نہیں رہی اور ہم اس زمین پر ایسے اکڑ اکڑ کر چلتے ہیں۔ جیسے ہماری اگلی منزل آسمان کی بلندیوں میں ہے جبکہ ہماری اگلی منزل قبر ہے۔ جس زمین پر ہم اکڑ کر چلتے ہیں ہمیں اسی کے اندر دفن ہونا ہے۔ پھر یہ زمین ہمارے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے گی جیسا کہ ہم اس کے ساتھ کرتے تھے۔ پھر ہم اپنے خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے کہ ہم نے اس کی دی ہوئی زندگی کن کن کاموں میں صرف کی؟۔۔۔ جو کچھ ہم نے جانا کیا اس پر عمل کیا؟"

دانیال اپنے عکس کو دیکھ رہا تھا اس کے عکس کی ہر بات اس کے دل میں اترتی چلی جا رہی تھی۔ اس کا ذہن روشن ہو رہا تھا۔ [illegible] کے سامنے [illegible] شرمندہ تھا۔ وہ اپنے اللہ کے آگے بہت شرمندہ تھا۔ اس کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے اس کا عکس پھر اس سے مخاطب ہوا "کسی اچھے کام کے لئے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ تمہارا اللہ بہت رحمٰن اور رحیم ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہیں تو معاف کرنے والا ہے۔ وہ سچے دل سے مانگی توبہ کو بھی رد نہیں کرتا۔"

اس کے بعد اس کا عکس خاموش ہو گیا وہ کچھ دیر تک اپنے عکس کو دیکھتا رہا اس کو لگا کہ وہ اس کا عکس نہیں جو بول رہا تھا۔ وہ اس کا علم تھا جسے اس نے ضائع کر رکھا تھا۔ جس کو سیکھ کر اس پر عمل کرنے کی اس نے کبھی کوشش ہی نہیں کی تھی اس پر ندامت کا ایک بوجھ تھا۔

باہر عصر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ اس نے وضو کیا، انتہائی عاجزی کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر اس نے دعا مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھا دیے۔

"یا اللہ! میں آج خود کو پہچان گیا ہوں میں اپنی حیثیت کو جان گیا ہوں۔ مجھے تو اتنا بھی اختیار نہیں کہ اگلی سانس بھی اپنی مرضی سے لے سکوں۔ بے شک سب کچھ تو ہے۔ میں نے تیرے دیے ہوئے وقت کو ضائع کیا ہے۔ تیری امانت میں خیانت کی ہے۔ میں بہت گناہ کر چکا ہوں اور اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں۔ یا اللہ تُو تو معاف کرنے والا ہے، رحیم ہے، کریم ہے، اپنے کرم سے مجھے معاف فرما دے۔" وہ دعا مانگ رہا تھا اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا اسے ندامت کا بوجھ آنسوؤں میں بہتا ہوا محسوس ہوا۔ اسے لگا کہ اللہ اس کی پکار کو سن رہا ہے۔ اسے اپنے خدا کا وجود اپنے دل میں محسوس ہو رہا تھا۔ پہلی بار اس کو اتنی راحت محسوس ہو رہی تھی۔ اتنا سکون مل رہا تھا۔ وہ اپنے علم پر عمل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ وہ بدل گیا تھا۔

جو سب کچھ آپ نے پڑھا، مجھے یقین ہے کہ یہ سب آپ جانتے بھی ہوں گے مگر اس بات میں شک ضرور ہے کہ اس پر عمل بھی کرتے ہوں گے۔ میں یہ ہرگز نہیں کہتی کہ انسان کو جینا نہیں چاہیے، دنیا میں رہنے کا سامان نہیں بنانا چاہیے مگر ہمیں موت کو بھلانا نہیں چاہیے۔ اس دنیا کے کاموں میں اتنا کھو نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ اور آخرت کو بھلا دیں۔ ہمیں آخرت کو اس دنیا پر ترجیح دینی چاہیے کیونکہ آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اور یہ دنیا فانی ہے۔

یقیناً سمجھنے والے سمجھ گئے ہوں گے اور جو نہیں سمجھے اللہ انہیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆





ایک باہمت شامی لڑکی راما کا خط

میں ہوں راما……!

سیدہ نرجس فاطمہ

راما……راما ہشوم…… وہ ایک بلند حوصلہ اور دلیری آٹھ سالہ شامی بچی ہے۔ اس کے بال سیاہ اور چہرے پہ ڈھیر ساری معصومیت ہے۔ وہ مسکراتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے فرشتوں کی ساری معصومیت اس کے چہرے پر سمٹ آئی ہو اور اس کی مسکراہٹ پر فرشتے بھی مسکرا اٹھتے ہوں۔ اس کی آنکھوں میں ڈھیروں امید ہے جس سے اس کی آنکھیں چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس نے اپنی چھوٹی سی زندگی میں زیادہ تر جنگ، لاشیں اور دھواں ہی دیکھا ہے۔ اس نے زیادہ تر آوازیں بھی صرف چیخوں کی ہی سنی ہیں۔ وہ ابھی ٹھیک سے قدم قدم چلنا بھی نہ سیکھ پائی تھی جب اسے اپنے ابا، اماں اور تین بہن بھائیوں کے ساتھ مشرقی حلب میں موجود اپنا گھر چھوڑنا پڑا کیونکہ وہاں پر تشدد کارروائیاں بڑھ گئی تھیں۔

وہ پانچ سال کی تھی جب وہ لوگ ایک مسجد میں رہائش پذیر تھے۔ وہ دن بہت خوفناک اور ڈراؤنے والا تھا۔ ہر طرف سے دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی جب بم کا ایک ٹکڑا اڑتا ہوا آیا اور راما کی ریڑھ کی ہڈی کو جا لگا۔ اس ٹکڑے نے راما کو ڈھیروں آنسو دے دیئے۔ اس کی وجہ سے راما اب چل نہیں سکتی۔ وہ ٹکڑا راما کو معذور کر گیا۔ مگر اس تکلیف نے راما کو بہت بدل کے رکھ دیا۔ اس کا حوصلہ ماند پڑ گیا۔ وہ چیخنے چلانے لگی۔ وہ اپنی ماں، بہن بھائیوں اور سہیلیوں سے دور بھاگنے لگی۔ اسے ہر آواز مسجد کے ارد گرد ہونے والے دھماکوں کی مانند لگنے لگی۔ اسے تنہا رہنا اچھا لگنے لگا۔ ان دنوں وہ صرف ایک پلنگ سے تو شک (گدے) پہ پڑی چھت کو گھورتی رہتی۔ راما کا اپنی کیفیت کے بارے میں کہنا ہے:

"میں ہر وقت ہر کسی سے خوفزدہ رہتی تھی۔ میں جب بھی اونچی آواز سنتی تو مجھے لگتا جیسے کوئی اور بم کا ٹکڑا ہو۔"

شام میں پھیلی جنگ اور سیاست نے کیسے کیسے پھولوں کو مسل کے رکھ دیا اور کیسی کیسی کلیوں کو خوفزدہ کر دیا۔ ان دنوں راما صرف خوفزدہ رہتی تھی۔

راما کی امی کافہ کہتی ہیں: "اس واقعے کے بعد وہ کسی سے بات نہیں کرتی تھی نہ مجھ سے اور نہ اپنے باپ سے۔ وہ صرف تنہا رہنا چاہتی تھی۔ اسے اچھا نہیں لگتا تھا کہ لوگ اس سے سوال پوچھیں یا اس سے ہمدردی کریں۔"

کافہ اپنی بیٹی کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ انہیں اپنی بیٹی کی یہ حالت تکلیف دیتی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ وہ دوبارہ پُراعتماد ہو جائے اور پہلے والی ہنستی مسکراتی راما بن جائے جس نے اپنا اعتماد نہیں کھویا تھا اور جو خوفزدہ نہیں رہتی تھی۔ وہ اس کے پاؤں زمین پر رکھنے کی کوشش کرتی تھیں اور باہر لے آتی تھیں جہاں ڈھیروں بچے کھیل رہے ہوتے تھے تاکہ وہ بھی بچوں کے ساتھ کھیلے [illegible]

راما کہتی ہیں: "جب بھی انہوں نے ایسا کیا میں صرف یہی کہہ سکی۔" "میں آپ سے پیار کرتی ہوں اماں"۔ انہوں نے مجھے خوشی دی اور امید دلائی کہ میں جلد ہی چل سکوں گی"۔

پچھلے سال جب مشرقی حلب میں پرتشدد کارروائیوں میں وقفہ آیا، تو راما اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آئی۔ وہ آٹھ سال کی تھی جب وہ سالوں بعد گھر لوٹی۔ مشرقی حلب کی عمارتیں تباہ ہو چکی تھیں مگر واپس آنے والوں کی آنکھوں میں امید تھی۔ وہ راکھ سے شہر تعمیر کرنے کا عزم رکھتے تھے۔ راما گھر واپس آنے پہ بہت خوش تھی۔ بچے کافہ سے کہتے: "ماں! ہمارے پاس اب اپنا باورچی خانہ اور غسل خانہ ہے۔ ہمیں ڈھیر

سارے لوگوں کے ساتھ اب نہیں سونا پڑے گا۔" اور جب وہ ایسا کہتے تو ان کی آواز میں اداسی بھی ہوتی اور لوٹنے کی خوشی بھی۔

راما تو بہت خوش تھی۔ وہ خوشی سے کہتی: "اس گھر میں میری بہت سی یادیں ہیں اگرچہ میں بہت چھوٹی تھی مگر مجھے یاد ہے کہ میں یہاں کھیلا کرتی تھی اور اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بھاگا کرتی تھی۔

راما کی فزیو تھراپی حملے کے بعد سے ہی شروع تھی۔ اس کے ابو گھروں میں رنگ کرتے ہیں اور ان کی آمدنی اتنی نہیں کہ وہ اتنی مہنگی فزیو تھراپی اور دوائیاں خرید سکیں۔

پہلے راما کو یونیسف سے امداد مل رہی تھی جو اس کی فزیو تھراپی اور دوائیوں کے لئے تھی مگر اس سال کے شروع میں چند فنڈنگ مسائل کی وجہ سے وہ امداد بند ہو چکی ہے۔ کافہ کہتی ہیں: "وہ امداد ہماری مدد کر رہی تھی کہ ہم مہنگی دوائیاں خریدیں۔ مگر اب ہم ایک مہینہ خریدتے ہیں اور ایک مہینہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہماری آمدنی پر منحصر ہے۔"

فزیو تھراپی نے راما میں بہت مثبت تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ وہ اب ٹھیک سے بیٹھ سکتی ہے اور واکر کی مدد سے تھوڑے فاصلے تک چل بھی سکتی ہے۔ زیادہ تر ادھر ادھر جانے کے لئے وہ وہیل چیئر استعمال کرتی ہے۔ راما کے ہر قدم اٹھانے پر اس کے گھر والے بہت خوشی اور تالیوں سے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ راما کہتی ہیں:

"واکر کی مدد سے تھوڑا چلنے کی خاطر مجھے بہت وقت لگا اور جب میں واکر استعمال کرتی تھی تو میرے بازوؤں میں تکلیف ہوتی تھی۔ راما مسکراتے ہوئے مزید کہتی ہیں: "جب میں نے اپنا پہلا قدم رکھا تو میں بہت خوفزدہ تھی کہ میں گر جاؤں گی مگر اب خوف جا چکا ہے۔"

ان سب تکلیفوں سے گزرنے کے باوجود اس کا حوصلہ بلند ہے۔ وہ اپنی تعلیم کے بارے میں پرعزم ہے اور وہ "بچوں کا ڈاکٹر" بننا چاہتی ہے۔ وہ مشرقی حلب کے ایک سکول میں پڑھتی ہے مگر کبھی کبھار اپنے فزیو تھراپی سیشن کے لئے اسے سکول سے چھٹی کرنی پڑتی ہے۔

راما اپنی ذہانت سے پر چمکتی آنکھیں لئے کہتی ہے:

"ہم پانچویں منزل پہ رہتے ہیں اور میں بہت اداس ہو جاتی ہوں۔ جب ہر روز سکول اور فزیو تھراپی کے لئے میری اماں کو مجھے اٹھا کر لانا اور لے جانا پڑتا ہے۔ وہ بہت تھک جاتی ہیں مگر جب میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو میں ہر وہ کام کروں گی جو میں اپنی ماں کو خوش رکھنے کے لئے کر سکتی ہوں۔"

راما پرعزم ہے کہ ایک دن وہ دوبارہ چل سکے گی۔ وہ اس دن کا خواب دیکھتی ہے جس دن وہ پھر سے بھاگا کرے گی۔ راما کہتی ہیں:

"ایک دن میں اپنے گھر والوں کے ساتھ پارک میں جاؤں گی اور وہاں موجود تمام بچوں کے ساتھ ریس لگاؤں گی اور جیت جاؤں گی۔" اور ایسا کہتے ہوئے راما کی آنکھیں امید اور حوصلے سے چمکتی ہیں اور ان میں تھوڑی سی اداسی بھی ہوتی ہے۔

راما نے دنیا کے تمام بچوں کے لئے خط لکھا۔ اس نے یہ خط تین دن میں لکھا۔ اس نے لکھا:

"میرا نام راما ہشوم ہے۔ میں آٹھ سال کی ہوں اور مشرقی حلب میں رہتی ہوں۔

جنگ کی وجہ سے میں نے اپنے بابا، امی اور بہن بھائیوں کے ساتھ پانچ دفعہ اپنا گھر چھوڑا۔ ہم دیہاتی علاقوں، سکولوں اور مسجدوں میں رہے جو کہ ہمارے لئے پناہ بن چکے تھے۔

میں ایک دن اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہی تھی جب ایک بم نے مجھے زخمی کر دیا۔ اس نے میری کمر کو زخمی کیا۔ میں بہت اداس ہوئی کیونکہ اب میں اپنے دوستوں کی طرح سکول نہیں جا سکتی تھی۔ اب میں جب بھی اونچی آواز سنتی ہوں تو خوفزدہ ہو جاتی ہوں۔

[illegible] میں نے خوشی محسوس کی کیونکہ میرا گھر وہ جگہ ہے جہاں میں نے اپنے پہلے قدم اٹھانا سیکھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہر طرف محبت اور گرمجوشی ہے۔

میرے گھر والوں نے سکول جانے میں میری مدد کی۔ میں سات بجے اٹھتی ہوں، دودھ کا گلاس پیتی ہوں اور اپنی بہنوں صفا، ثناء اور بھائی احمد کے ساتھ سکول جاتی ہوں۔ میری اماں مجھے سیڑھیاں چڑھنے اترنے میں مدد دیتی ہیں۔

مجھے ہر روز سکول جانے سے محبت ہے اور اپنی دوستوں لیمن اور خدیجہ سے ملنا بہت پسند ہے۔ ہم مل کر مزے کرتی ہیں۔

مجھے ریاضی پسند ہے کیونکہ یہ ہندسوں کی دنیا ہے اور یہ سمجھنا آسان ہے۔

جب سے میں گھر واپس آئی ہوں، میں اپنی ٹانگوں کی ورزش کرتی ہوں اور پھر پڑھتی ہوں۔

مجھے امید ہے کہ ایک دن میں دوبارہ چل سکوں گی، اپنی ماں کی مدد کر سکوں گی اور ان کا پیار لوٹا سکوں گی۔

مجھے پڑھنے سے محبت ہے اور میں بڑی ہو کر بچوں کی ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں۔ میں بچوں سے محبت کرتی ہوں اور میں نہیں چاہتی کہ دنیا کا کوئی بھی بچہ اداس ہو۔"

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیادت کرتے وقت کی دعا

لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ: کوئی حرج کی بات نہیں، ان شاء اللہ یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے والا ہے۔

دارالسلام کوئز

1۔ اب تک کس ملک میں قدیم شہنشاہیت ہے؟

2۔ کس حکمران کا غلام شمس الدین التمش تھا؟

3۔ حضرت سلمان کا ذکر سب سے پہلے کس سورت میں آیا ہے؟

4۔ عرب ستارہ پرستوں کو کیا نام دیتے تھے؟

5۔ دنیا کی سب سے کم عمر ملکہ کا نام بتائیے؟

دارالسلام کوئز کے جوابات ماہنامہ "پھول" کے ایڈریس کے پتہ پر ارسال کریں۔

صحیح جوابات بھیجنے والے پانچ (5) خوش نصیبوں کو دارالسلام کی طرف سے بذریعہ قرعہ اندازی 1000 روپے کی کتب انعام میں دی جائیں گی۔ پہلا انعام 400 روپے کی کتب، دوسرا انعام 250 روپے کی کتب، تیسرا انعام 150 روپے کی کتب، چوتھا اور پانچواں انعام 100،100 روپے کی کتب

سائنس کی دنیا

انجینئر ساجد انور ملک

"انجمن برائے تعلیم لاہور" کے تعاون سے اس سلسلے میں قارئین کو سائنس کے متعلق معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ اور اہم سوالات کے جوابات "پھول" میں شائع بھی کئے جاتے ہیں تاکہ دوسرے پڑھنے والے بھی مستفید ہو سکیں۔ دلچسپ اور اہم سوال کرنے والے ساتھیوں کو بالترتیب 200,300,500 روپے کی کتب انعام میں بھجوائی جاتی ہیں۔ سوال بھجوانے والوں کو جواب انفرادی طور پر بذریعہ ڈاک بھی ارسال کئے جاتے ہیں۔ سوالات "پھول" کے پتے پر بھجوائیں۔ ہمراہ کوپن آنا ضروری ہے۔

(عبدالسلام، بہاولپور)

سوال:۔ ہماری آنکھ کیسے دیکھتی ہے، نیز یہ رنگوں کی شناخت کیسے کرتی ہے؟

جواب:۔ ہماری آنکھ کی بناوٹ کچھ اس طرح سے ہے کہ باہر کی طرف ایک گنبد شکل کی سطح موجود ہے۔ جو شفاف ہوتی ہے اور آنکھ کو احاطے ہوئے ہے اس کو (Cornea) کہتے ہیں۔ روشنی آنکھ میں اس Cornea سے داخل ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے Iris ہوتا ہے جو کہ رنگ دار ہوتا ہے اور روشنی کی خاص مقدار کو Pupil پر جانے کی قابلیت رکھتا ہے دیتا ہے۔ Pupil کے پیچھے Lens (عدسہ) ہوتا ہے۔ جو روشنی کو مزید مرتکز کرتا ہے۔ عکس یا روشنی آنکھ کے پردے (Retina) پر پڑتی ہے۔ Retina ایک حساس Tissue ہے جو روشنی اور عکس کیلئے Photo Sentive ہے اور اس میں مخصوص Photo Receptor Cells ہوتے ہیں جو روشنی کو برقی سگنلز میں تبدیل کرتے ہیں۔ یہ برقی سگنلز مزید سفر کر کے Retina سے Optic Nerve کے ذریعے دماغ تک جاتے ہیں۔ دراصل ہم دماغ سے دیکھتے ہیں۔ آنکھ صرف عکس یا روشنی کو جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ Optic Nerve میں تقریباً ایک لاکھ Nervefibres ایک گچھے کی صورت میں ہوتے ہیں۔

رنگوں کو دیکھنے کیلئے ہمارے Retina میں 60 سے 70 لاکھ Photoreceptors ہوتے ہیں جنہیں Cones کہتے ہیں۔ یہ Cornea کے 0.3mm کے علاقے میں مرتکز ہوتی ہیں۔ جس کو Fovea Centralis کہتے ہیں۔ تمام Cones ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ ان میں سے 64% سرخ رنگ 33% سبز رنگ 2% نیلے رنگ کو Process کرتی ہیں اور Opticnerre کے ذریعے دماغ تک سگنلز منتقل ہوتے ہیں۔ انسان 3 قسم کی Cones کے ساتھ رنگوں کی تفصیل کر سکتا ہے اور جانوروں میں اس کی پوزیشن بہتر ہے جبکہ بہت سے پرندے اور مچھلیاں 4 قسم کی Cones کی حامل ہوتی ہیں اور Ultraviolet روشنی کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔

(محمد سلمان، راولپنڈی)

سوال:۔ پانی سے بجلی کیسے بنتی ہے؟

جواب:۔ سائنسدانوں نے تجربات کرتے ہوئے یہ معلوم کیا کہ اگر ایک مقناطیس تانبے کی تاروں کے گچھوں کے درمیان گھمایا جائے تو ... کر اس پیدا شدہ برقی رو کو تاروں کے گچھے جو سافٹ آئرن کے گرد لپیٹے ہوتے ہیں اس میں سے گزارا جائے تو وہ سافٹ آئرن مقناطیس بن جاتا ہے۔ ان دو دریافتوں نے بجلی پیدا کرنے کے سائنسی اصول واضح کر دیئے۔

اب مسئلہ یہ آگیا کہ مقناطیس کو تاروں کے گچھوں کے درمیان کس چیز سے گھمایا جائے۔ اس کے لئے بتدریج سٹیم انجن، پیٹرول اور ڈیزل انجن، پھر گیس ٹربائن، سٹیم ٹربائن کا استعمال کیا جانے لگا۔ معدنی ایندھن کے استعمال سے فضائی آلودگی کے مسائل پیدا ہونے جس سے بچنے کے لئے پانی سے بجلی کی پیداوار کو پسند کیا جانے لگا۔ پانی سے بجلی پیدا کرنے کیلئے ماحول دوست طریقہ پانی کا ڈیم بنا کر پانی کو ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ ہر جگہ پانی کا ڈیم نہیں بن سکتا۔ ڈیم بنانے اور بجلی پیدا کرنے کیلئے دریا یا اس کے آبی راستوں کا سروے (جائزہ) لے کر مناسب جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں دریا یا اس کے دونوں طرف اونچے پہاڑ ہوں۔ دریا یا پانی کا فاصلہ کم سے کم ہو اور ہر سال ڈیم کی دیوار کم لاگت میں تعمیر ہو جائے۔

دریا یا اس کے راستے پر ڈیم کی دیوار اور سپیل وے (Spillway) بنا کر پانی روکا جاتا ہے اور اس طرح ایک جھیل بن جاتی ہے۔ جھیل کے نیچے سرنگوں کی مدد سے پانی واٹر ٹربائن میں لایا جاتا ہے جس کے آگے جنریٹر لگے ہوتے ہیں۔ پانی کو ٹربائن کے بلیڈوں کو گھماتا ہے۔ جس سے جنریٹر گھومتا ہے اور اس پر لگے ہوئے مقناطیس تانبے کی تاروں کے گچھوں میں برقی رو پیدا کرتے ہیں۔ یہ برقی رو ٹرانسفارمر اور گرڈ سٹیشن کے آلات سے ہوتی ہوئی دور دراز تاروں کے ذریعے گھروں، صنعتی اور تجارتی علاقوں میں مہیا کی جاتی ہے۔ اس کو صاف توانائی یعنی Green Energy کا نام بھی دیا گیا ہے۔

(عبداللہ شاہ، ملتان)

سوال:۔ جین کیا ہے؟

جواب:۔ جین (Gene) کسی DNA کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوتا ہے جو ایک مخصوص سالمے (Molecule) کو بنانے کا پروگرام ہوتا ہے۔ اس کیلئے مخصوص ہدایات کا حامل ہوتا ہے۔ جین کا مقصد اطلاع یا ہدایات کو ذخیرہ کرنا ہوتا ہے۔ ہر ایک جین میں شامل ہدایات سے مخصوص پروٹین بنتے ہیں جو اس Organism میں ضروری ہوتے ہیں۔

انسانی Genome میں 20687 پروٹین Coding جین ہوتے ہیں۔ جین مختلف شکلوں میں ہوتے ہیں جنہیں Allels کہتے ہیں۔ انسان میں ایک خاص جین کے Allels جوڑوں میں آتے ہیں۔ ہر کروموسوم (Chromosome) میں ایک جوڑا اور 23 کروموسوم کے جوڑے ہوتے ہیں۔ ایک ہی قسم کے جین کے Allels اگر ایک جیسے ہوں تو اس Organism کو Homozygous اور اگر الگ الگ ہوں تو وہ Hetrozygous کہلاتا ہے۔

کسی فرد کی شخصیت اور طبعی ساخت انہی جین کی معیت پر منحصر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اس جین کیلئے جو آنکھ کو رنگ دیتا ہے۔ اس میں مختلف Allels ایک Allele نیلے رنگ کی آنکھ جبکہ دوسرا براؤن رنگ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتمی طور پر جو رنگ آتے گا وہ اس بات پر منحصر ہوگا کہ Allels کیسے ہیں اور وہ کیسے آپس میں عمل کرتے ہیں۔ Allels کا اپنا طرز عمل بھی Dominat اور کبھی recassive ہوتا ہے۔

انسانی DNA یعنی Deoxyribonucleic Acid ایک انفرادی شناخت کا ہوتا ہے جس میں جین موجود ہوتے ہیں اور Allels کا سسٹم پروٹین بنانے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

ریڈ چلی ساس

اجزا: سرخ مرچیں (ثابت): 2 عدد، سفید زیرہ (پسا ہوا) ایک چائے کا چمچ، ٹماٹر (چھیل کر پیس لیں) 1/2 کلو، پیاز (باریک کٹا ہوا): ایک عدد، لہسن: ایک گٹھی، دودھ: آدھا کپ، مرغی کی یخنی: ایک کپ، سرکہ دو کھانے کے چمچ۔

ترکیب: مرچوں کو چولہے پر بھون لیں ٹھنڈی کر کے بیج اور چھلکا الگ کر لیں۔ پسا ہوا سفید زیرہ خوشبو آنے تک ایک برتن میں پکائیں تمام اجزا ملا کر گرائینڈر میں پیس لیں۔ ابال آنے تک پکائیں اس کے بعد ہلکی آنچ پر بیس منٹ تک مزید پکائیں۔ لیجئے مزیدار ریڈ چلی ساس تیار ہے۔

گرین چلی ساس

اجزا: سبز مرچیں: دو عدد، ٹماٹر: (چھیل کر گرائینڈ کر لیں)، 1/2 کلو، پیاز (درمیانہ سائز) ایک عدد، لہسن: ایک گٹھی، مرغی یخنی: ایک کپ

ترکیب: تمام اجزا کو گرائینڈر میں ملا کر پیس لیں۔ ایک دیگچی میں ابال آنے تک پکائیں۔ آنچ ہلکی کر کے دس منٹ مزید پکائیں کسی بھی کھانے کے ساتھ پیش کریں۔

شملہ مرچوں کا سلاد

اجزا: شملہ مرچ: (سرخ): 2 عدد، شملہ مرچ (سبز): 2 عدد، سبز پیاز: 5 عدد، پیاز: ایک عدد، سبز دھنیہ: 1/4 کپ (باریک کٹا ہوا)، لیموں کا رس: 3 کھانے کے چمچ، نمک، کالی مرچ حسب ذائقہ

ترکیب: تمام اجزا کو باریک کاٹ کر ایک بڑے برتن میں ملا لیں اب اس میں لیموں کا رس نمک اور کالی مرچ ملا کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ سلاد تیار ہے۔

مکئی اور ٹماٹر کا سلاد: مکئی: 2 عدد، ٹماٹر: 2 عدد، سبز مرچ: ایک عدد، سبز دھنیاں: تین کھانے کے چمچ (باریک کٹا ہوا)، لیموں جوس: تین کھانے کے چمچ، نمک، کالی مرچ: حسب ذائقہ

ترکیب: ایک بڑے برتن میں پانی میں نمک ڈال کر ابال لیں یخنی کو نرم ہونے تک پکائیں ٹھنڈا کر کے دانے ایک بڑے باؤل میں اتار لیں ٹماٹر سبز مرچ پیاز اور دھنیاں نمک کالی مرچ اور لیموں جوس ملا کر پیش کریں۔

شازیہ

ٹماٹر چیز بن

اجزا: ٹماٹر دو عدد کٹے ہوئے۔ بن چار عدد چھوٹے۔ کریم چیز اسکوائر تین سو گرام۔ تیل ایک چائے کا چمچ۔ کالی مرچ حسب ضرورت کٹی ہوئی۔ بالسمک سرکہ ایک چائے کا چمچ۔ پیاز ایک عدد باریک کٹی ہوئی۔ پارسلے دو چائے کے چمچ تازہ، باریک کٹے ہوئے۔ تلسی کے پتے چار سے پانچ عدد۔

ترکیب: اوون کو پہلے سے گرم کر لیں۔ پھر بن کو الٹی سمت میں کاٹ کر اوون کے اوپر رکھ کر دونوں طرف سے ٹوسٹ کر لیں۔ ایک پیالے میں نمک، کالی مرچ، بالسمک سرکہ، پیاز، پارسلے، ڈیڑھ چائے کا چمچ تیل، تلسی کے پتے اور ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ پھر بن کے ایک حصے پر چیز اسکوائر رکھ کر اوپر ٹماٹر کا مکسچر ڈال دیں۔ اوپر بن کا دوسرا حصہ رکھ کر گرم گرم سرو کریں۔

پیزا پراٹھا

اجزا: پیزا کا آٹا ایک پیزے کے برابر کا۔ ٹماٹر ساس ایک کھانے کا چمچ۔ موزریلا چیز آدھا کپ۔ یخنی دو کھانے کے چمچ۔ مشروم ایک چوتھائی کپ سلائس کی ہوئی۔ پالک دو کھانے کے چمچ کٹی ہوئی۔ تیل حسب ضرورت۔ پیزا کے آٹے کے دو پیڑے بنائیں اور دو روٹیاں بیل کر ایک پر تمام اجزاء پھیلا دیں اور دوسری روٹی سے اس کو ڈھک دیں۔ کنارے دبا کر اچھی طرح بند کر دیں۔ اب تھوڑا تھوڑا تیل ڈال کر دونوں طرف سے سنہری کر لیں۔ تیار ہو جائے تو چوکور ٹکڑے کاٹ کر سرو کریں۔

چکن کرارے

اجزا: چکن آدھا کلو بون لیس۔ ادرک کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ۔ لیموں کا رس ایک عدد۔ انڈے دو عدد۔ لال مرچ ایک کھانے کا چمچ کٹی ہوئی۔ کالی مرچ ایک چوتھائی پسی ہوئی۔ نمک حسب ذائقہ۔ چاول کا آٹا تین کھانے کے چمچ۔ سوجی دو کھانے کے چمچ۔ میدہ دو کھانے کے چمچ۔ کارن فلور دو کھانے کے چمچ۔ تیل دو کھانے کے چمچ۔ تیل تلنے کے لیے۔ پہلے چکن بریسٹ کو لیئرز میں دو کر لیں۔ پھر اس کے اسٹرپس کاٹ لیں۔ اب ایک پیالے میں ادرک کا پیسٹ، لیموں کا رس، انڈے، کٹی لال مرچ، پسی کالی مرچ اور نمک شامل کر کے مکس کر لیں۔ پھر اس میں چاول کا آٹا، سوجی، کارن فلور اور میدہ شامل کر کے اچھی طرح سے مکس کریں۔ آخر میں تیل اور چکن شامل کر کے اچھی طرح مکس کریں۔ پھر تیل میں ڈیپ فرائی کر لیں۔

☆☆☆

جمہوریت اور حقوق نسواں کی علمبردار

مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ

پاکستان میں تحریک آزادی کا ذکر ہو یا جمہوری اقدار کی پاسبانی کا باب رقم کیا جائے۔ وطن عزیز کو فلاحی ریاست بنانے کی بات چلے یا حقوق نسواں کا تذکرہ، تمام عنوانات مادر ملتؒ کی خدمات کے اعتراف کے بغیر تشنہ رہ جاتے ہیں۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ اپنے قومی وقار، قومی افکار اور نیک سیرت کردار کے حوالوں سے ہماری تاریخ میں ہمیشہ مینارِ نور کی طرح روشن و تاباں نظر آتی ہیں۔ کیونکہ فاطمہ جناحؒ کا طرزِ فکر اور منتہج حیات بھی وہی تھا جو بیرسٹر محمد علی جناح کا تھا کیونکہ فاطمہ کم عمری میں ہی والدین کے سائے سے محروم ہو کر شفقت برادر کے سائے میں آ گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بول چال، رہن سہن اٹھنا بیٹھنا شفیق و عظیم بھائی جیسا تھا۔ حضرت قائداعظمؒ جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے محسن اور رہبر تھے۔ آپ کے کٹھن ترین سفر حیات میں محترمہ فاطمہ جناحؒ ایک صاحب رائے مشیر اور بلند حوصلہ رفیق کار کی حیثیت سے نظر آتی ہیں۔ جب ہی تو جناب قائدؒ فرماتے ہیں کہ جب میں گھر آتا ہوں تو میری بہن میرے لئے امید کی کرن اور مستقل روشنی بن جاتی ہے۔ میں پریشانیوں میں گھرا رہتا ہوں تو میری صحت گر جاتی ہے لیکن فاطمہ کے حسن تدبر اور توجہ سے میری تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔



تعلیم نسواں اور حقوق نسواں کے لیے آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ کی زندگی ایثار و اخلاص سے عبارت ہے۔ آپ نے محترمہ مریم جناح کی رحلت کے بعد اپنے ڈینٹل کلینک کو خیر باد کہہ کر عظیم بھائی کی خدمت

مادر ملتؒ سے ملاقات پر مجید نظامی نے کہا کہ "نوائے وقت کے صفحات آپ کے لیے حاضر ہیں"۔

کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت قائدؒ کے گھر منتقل ہو کر معاملات کو سنبھالا ہی نہیں بلکہ فراخ دلی اور خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اب فاطمہ جناحؒ بھائی کا سایہ بن کر ساتھ رہتیں۔

1929 میں ہندوستان کو خیر باد کہہ کر ولایت مقیم ہونے کا فیصلہ کیا تو فاطمہ جناحؒ بھائی کے ہم رکاب نظر آئیں۔ جب قائدؒ نے حضرت اقبال اور لیاقت علی خان کے اصرار پر وطن لوٹنے کا فیصلہ کیا تو فاطمہ کو ساتھ پایا۔ مسلم لیگ کی تنظیم ہو یا مسلمانان برصغیر کی نظریاتی ذہن سازی، ہر موقع، ہر مقام پر دونوں عظیم بہن بھائی یکجا نظر آتے ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ فرماتی ہیں کہ حضرت قائداعظمؒ کے ہمراہ رہ کر سیاست سے دور رہنا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا بھائی کے دوش بدوش پورے انہماک کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتیں۔ حضرت قائدؒ کی تربیت کی بدولت محترمہ فاطمہ جناحؒ نے تحریک میں خواتین کو میدان عمل میں لانے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ تحریک میں بیداری نسواں کا فریضہ ادا کرتے ہوئے مسلم خواتین کو آزادی کے ثمرات اور حصول وطن کے حوالے سے آگاہی کی مہم بڑے طریقے و سلیقے سے چلائی۔

تاریخ گواہ ہے کہ مادر ملتؒ دہلی کی تنگ گلیوں میں پیدل چل کر محلوں میں جاتیں اور عام خواتین کو دعوت عمل دیتیں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والی دیگر خواتین کی حوصلہ افزائی کیلئے حضرت قائدؒ سے ان خواتین کا تذکرہ ضرور کرتیں جن کا اس تحریک میں نمایاں کردار ہوتا۔

تحریک آزادی میں مادر ملتؒ کے ایماء کے ساتھ بیگم سلمیٰ تصدق حسین، بیگم وقار النساء نون، لیڈی ہارون، بیگم جہاں آراء شاہنواز، فاطمہ بیگم، بیگم اعزاز رسول، بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم بشیر احمد، بیگم رعنا لیاقت علی اور بیگم مولانا محمد علی جوہر برصغیر کے کونے کونے میں آزادی کی شمع روشن کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ حصول آزادی کے بعد آپ نے حضرت قائدؒ کی تیمارداری جس فرض شناسی و مثالی محبت اور انہماک سے انجام دی اس کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ قائدؒ کی رحلت کے بعد حقوق نسواں اور تعلیم کے حوالے سے

مادر ملتؒ نے ہر موقع پر اپنے بھائی محمد علی جناحؒ کا ساتھ دیا۔

نظر آتیں۔ آپ نے مختلف تعلیمی اور فلاحی ادارے کھولے اور ان کی سرپرستی کی۔ حکومتی کارکردگی پر تنقید کا فریضہ سرانجام دیا اور ایوبی آمریت کے سامنے مردانہ وار میدان عمل میں آ کر ثابت کر دیا کہ اس بھائی کی بہن ہوں جس نے مسلمانوں کے حقوق کی جنگ میں اپنی جان قربان کر دی۔

آپ 9 جولائی 1967 کو قصر فاطمہ میں مردہ پائی گئیں۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو مستقبل کی راہیں متعین کرنے کیلئے مشعل راہ بھی ہے اور سنگ میل بھی ہے۔ اسی لئے امام صحافت جناب مجید نظامی نے ایک محفل میں فرمایا۔

"مادر ملتؒ کا شمار پاکستان بنانے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود قائداعظمؒ کا بھرپور ساتھ

قوم کی ماؤں کے نام اک دردمند کا پیغام

اے قوم کی ماؤں بیٹے وہ دو اسلام کی جو پہچان ہیں
تعلیم کی دولت دو انکی سب حافظِ قرآن ہیں
بغداد کی مست فضاؤں میں جس طرح سے پھول مہکتے ہیں
ہوں ام الخیریؒ مائیں اگر پھر غوث جنم لے سکتے ہیں
اک بار جو پھر ماضی کی طرح ہم پختہ ایمان ہیں
ماں باپ نمازی ہوں جن کے اور لقمہ حلال کا کھاتے ہوں
اللہ سے ڈر کے جیتے ہوں اور ذکر کی لذت پاتے ہوں
ایسے ماں باپ کے بچے کیوں پھر صاحب ایمان نہیں
اک دور تھا ملت کی مائیں ایمان پہ جیتی مرتی تھیں
ہر گھر میں تلاوت ہوتی تھی قرآن سے الفت کرتی تھیں
اللہ کی رحمتیں پھر برسیں جو مائیں با ایمان ہیں
قرآن کو پڑھنا چھوڑ دیا جس روز سے ماؤں بہنوں نے
ہر سمت سے ہم کو گھیر لیا اس دنیا کے شیطانوں نے
غیروں کا رستہ اپنا کر شیطان کی نہ پہچان ہیں
ماضی میں ہزاروں ماؤں نے اسلام کے ہیرے پالے تھے
محمود غزنوی جیسے جنت کے حسیں حقدار تھے
تربیت کرو تم اگر ایسی غوریؒ، ٹیپو سلطانؒ ہیں
اولاد جو نیک عمل جن کی وہ چین قبر میں پاتے ہیں
ہوتی ہیں وہی سرخرو مائیں ملکوں کی بہشت جاتے ہیں
تربیت کرو یوں بچوں کی جنت کا حسیں سامان ہیں
محبوب خدا کی سنت پر اے کاش چلیں ہم آج اگر
اللہ کے پیارے ولیوں سے ہو جائے زمانہ یہ معطر
اللہ کے دین کے ہم عابد دل و جان سے قدرداں ہیں

جاوید احمد عابد شفیعی۔ لاہور



بے مثال بہن
فاطمہ جناح کو خراجِ تحسین

دونوں نے مل کر فرنگیوں کو مات دی
یوں مسلمانوں کو ایک نئی حیات دی
بھائی کے اصولوں پر زندگی گزار دی
بہنوں کے طرز عمل کو ایک نئی بات دی
جہاں دین کے مطابق زندگی ہو بسر
ہمیں ایک ایسی کائنات دی
بے مثال بہن کی باتیں محبت سے کہتے
[illegible]
اے مادر ملت تجھے سلام پیش کرتے ہیں
ہر سال جشن منائیں آزادی کی اس ساعت دی

تسنیم جعفری۔ لاہور

دیا اور ان کی دیکھ بھال کی۔ اگر آپ یہ خدمات انجام نہ دیتیں تو شاید پاکستان معرض وجود میں نہ آتا۔ علامہ اقبالؒ نے پاکستان کا تصور دیا اور انہوں نے ہی بصد اصرار قائداعظم کو لندن سے بلوایا کہ وہ اس تصور کو عملی جامہ پہنائیں۔ تاہم مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے بھائی قائداعظم کو عظیم رہبر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ خود ساختہ فیلڈ مارشل ایوب خان نے جب جمہوریت پر شب خون مار کر اقتدار پر قبضہ کرلیا تو بعد میں انہیں شوق پیدا ہوا کہ وہ منتخب ہو کر ملک کے صدر بنیں۔ اس مرحلے پر کوئی مرد بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس موقع پر اپوزیشن رہنماؤں کے اصرار پر محترمہ فاطمہ جناح ایوبی آمریت کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوگئیں۔ انہوں نے ملک بھر کے طوفانی دورے کئے جن میں عوام نے بھرپور انداز میں ان کی پذیرائی کی۔ جب آپ کراچی سے لاہور آئیں تو میاں بشیر احمد مرحوم کے گھر ٹھہریں۔

میں ان سے ملاقات کے لئے گیا اور ان سے کہا کہ "نوائے وقت" کے صفحات آپ کے لئے وقف ہوگئے۔ اس وقت زیادہ تر اخبارات سرکاری قبضے میں تھے لیکن نوائے وقت نے محترمہ فاطمہ جناح کی خدمت کی۔ اس کے نتیجے میں ہمارے اخبار کے اشتہارات بھی بند کر دیے گئے اور مجھے دھمکیاں دی گئیں میں نے ان کی پرواہ نہیں کی۔ ان انتخابات میں جھرلو اور دھاندلی کے ذریعے مادر ملت کو ہرا دیا گیا۔

نوائے وقت کی سرخی یوں تھی کہ "چیف الیکشن کمشنر نے ایوب خان کی کامیابی کا اعلان کر دیا" جناب مجید نظامی نے کہا کہ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے ملک و قوم کے لئے جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔ آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ایوبی آمریت کا مقابلہ کیا۔ مادر ملتؒ اعلیٰ کردار کی حامل خاتون تھیں۔ مادر ملتؒ آج کی خواتین کے لئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لہٰذا خواتین کو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔" قارئین کرام جناب مجید نظامی نے اپنی قیادت اور وطن سے محبت اور وفا کا حق ادا کر دیا۔ رب جلیل ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

جولائی کے اہم واقعات

چودھری اسد اللہ خاں

☆ یکم جولائی 1948ء: قائداعظم سٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب کے لیے وقت پر تشریف لائے۔ سٹیج پر دو کرسیاں دھری تھیں۔ ایک گورنر جنرل کے لیے اور دوسری وزیراعظم کے لیے۔ تقریب وقت پر شروع ہوگئی۔ وزیراعظم لیاقت علی خاں ابھی تشریف نہیں لائے تھے۔ قائداعظم کے حکم سے دوسری کرسی سٹیج سے اٹھوا دی گئی۔ چند منٹ دیر سے وزیراعظم لیاقت علی خاں تشریف لائے اور انہیں عام لوگوں میں بیٹھنا پڑا۔ (قائد نے وقت کی پابندی پر خود عمل کر کے قوم کو درس دیا)۔

☆ یکم جولائی: برونڈی، کینیڈا، روانڈا، صومالیہ (ان 4 ممالک کا) قومی دن۔

☆ 2 جولائی 2013ء: دنیا بھر میں "خلائی مخلوق کا دن منایا گیا"۔

☆ 3 جولائی 2016ء: فرانس اور پاکستان کے درمیان خوشگوار تعلقات بحال ہو گئے۔ 15 سال بعد فرانس کے شہر "نائس" میں بند مسجد کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے گئے۔

☆ 4 جولائی 1776ء: امریکہ نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی۔

☆ 5 جولائی 1969ء: پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں "سکیورٹی پیپرز لمیٹڈ" کا افتتاح ہوا۔

☆ 6 جولائی 1935ء: پاک بھارت جنگ 1965ء میں آنکھ جھپکنے میں متعدد بھارتی طیاروں کو مار گرانے والے پاک فضائیہ کے لازوال ہیرو ایم ایم عالم کا یوم پیدائش۔

☆ 7 جولائی 1976ء: پاکستان کے دوسرے بڑے شہر لاہور میں "سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میوزیم" کا افتتاح ہوا۔

☆ 8 جولائی 1975ء: پاکستان کے معروف شہر لاہور میں L.D.A (لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی) کا افتتاح ہوا۔

☆ 9 جولائی 1948ء: پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ جاری ہوئے۔

☆ 10 جولائی 2016ء: پرتگال اور فرانس میں "فٹ بال یورو کپ" کا سخت مقابلہ ہوا۔ مقررہ وقت میں کوئی ٹیم بھی گول نہ کر سکی۔ بالآخر اضافی وقت میں پرتگال نے ایک گول کی برتری حاصل کر کے فٹ بال یورو کپ 2016ء جیت لیا اور چیمپئن بن گیا۔

☆ 11 جولائی 2016ء: اقوام متحدہ کے معروف ادارے یونیسکو (UNESCO) نے "اسلام" کو دنیا کا سب سے پُرامن مذہب قرار دے دیا۔ مسلم دنیا کے لیے باعث فخر بات ہے۔

☆ 12 جولائی 2013ء: اقوام متحدہ نے نوبل پرائز ہولڈر "ملالہ یوسف زئی" کی 16 ویں سالگرہ کو "ملالہ ڈے" کے طور پر منایا۔

☆ 13 جولائی 1930ء: عالمی فٹ بال کپ کا آغاز ہوا۔

☆ 14 جولائی 1948ء: ڈاکٹروں کے مخلصانہ مشورہ پر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح بہتر صحت کی غرض سے صحت افزا مقام "زیارت" چلے گئے۔ ان کے زیارت کا یہ قیام آخری قیام ثابت ہوا۔

☆ 15 جولائی 1929ء: قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم دنیا کے [illegible] وکیل کا خراج عقیدت)

☆ 16 جولائی 622ء: رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آبائی شہر مکہ سے ترویج اسلام کی خاطر مدینہ شہر کی طرف ہجرت کی۔ اس ہجرت کی نسبت سے ہجری سن کا آغاز ہوا۔

☆ 17 جولائی 1973ء: ہوس اقتدار کے مریض افغانستان کے بادشاہ محمد ظاہر شاہ کے برادر نسبتی محمد داؤد نے اپنے عزیز ترین رشتہ دار محمد ظاہر شاہ کو قتل کر دیا۔

☆ 18 جولائی 1993ء: مسٹر وسیم سجاد کو پاکستان کا قائم مقام صدر بننے کا شرف حاصل ہوا۔

☆ 19 جولائی 1894ء: قائداعظم کے رفیق خاص، پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل اور دوسرے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کا یوم ولادت۔

☆ 20 جولائی 1976ء: وائکنگ اول خلا نورد نے مریخ کی سطح پر اتر کر زمینی انسان کی عظیم تاریخی کامرانی کا معرکہ سرانجام دیا۔

☆ 21 جولائی 2017ء: دلت رام ناتھ بھارت کے نئے صدر منتخب ہوئے۔

☆ 22 جولائی 1944ء: قائداعظم کی خواہش پر حمید نظامی کا اجرا کردہ "پندرہ روزہ نوائے وقت" روزنامہ بن گیا۔

☆ 23 جولائی: اسلامی ملک مصر کا قومی دن۔

☆ 24 جولائی 2012ء: جان ڈرامانی (Johen Dramani) گھانا کے صدر بنے۔

☆ 25 جولائی 2013ء: پاکستان نے پانچویں ون ڈے کرکٹ میچ میں میزبان ٹیم ویسٹ انڈیز کو 4 وکٹوں سے شکست دے کر سیریز (3-1) سے جیت لی۔

☆ 26 جولائی 1955ء: سابق وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے داماد، سابق وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کے شوہر نامدار آصف علی زرداری کا یوم پیدائش۔

☆ 27 جولائی 2012ء: سالار صحافت ڈاکٹر مجید نظامی کے نام کی نسبت سے "لارنس روڈ لاہور (پاکستان)" کا نام "شاہراہ مجید نظامی" رکھا گیا۔

☆ 28 جولائی: پاکستان سمیت دنیا بھر میں "عالمی یوم والدین" منایا جاتا ہے۔ مقصد والدین کی عزت و تکریم اجاگر کرنا ہے۔

☆ 29 جولائی 1937ء: دنیا کے چھوٹے سے ملک جاپان کی افواج نے اپنے سے کئی گنا بڑے ملک چین کے دارالحکومت بیجنگ پر قبضہ کر لیا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب چینی قوم نشے کی لت میں غرقاب تھی۔ آج چین دنیا کی ابھرتی ہوئی ایک بڑی حقیقت ہے۔

☆ 30 جولائی 2013ء: "پاکستان مسلم لیگ ن" کے امیدوار جناب ممنون حسین نے پاکستان کے 12 ویں صدر کی حیثیت سے صدارت کا حلف اٹھایا۔

☆ 31 جولائی 1893ء: بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح (مادر ملت) کا یوم ولادت۔

☆☆☆

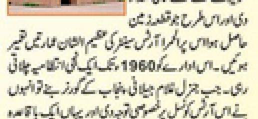
پھول انسائیکلوپیڈیا

محمد فرحان اشرف



الحمرا آرٹس سینٹر

الحمرا آرٹس سینٹر جو دراصل لاہور آرٹس کونسل کا نیا روپ ہے جو 1949ء میں فنون لطیفہ اور ثقافت کے فروغ کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ 22 اگست 1985ء کو لاہور میں پنجاب کے گورنر جنرل غلام جیلانی نے الحمرا آرٹس سینٹر کا افتتاح کیا۔ اس برس اس ادارے کو صوبائی حکومت نے ایک قطعہ اراضی خریدنے کے لئے مالی امداد دی اور اس طرح جو قطعہ زمین حاصل ہوا اس پر الحمرا آرٹس سینٹر کی عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ اس ادارے کو 1960ء تک ایک فنی انتظامیہ چلاتی رہی۔ جب جنرل غلام جیلانی پنجاب کے گورنر بنے تو انہوں نے اس آرٹس کونسل پر خصوصی توجہ دی اور یہاں ایک باقاعدہ کمپلیکس بنانے کی پروجیکٹ کی منظوری دی۔ اس کمپلیکس کا ڈیزائن معروف آرکیٹکٹ نیر علی دادا نے تیار کیا۔ اس کمپلیکس میں دو تھیٹرز، ایک میوزک تھیٹر، آرٹ گیلری، میوزک اکیڈمی اور ریکارڈنگ اسٹوڈیو تعمیر کئے گئے ہیں۔



ایئر مارشل عبدالرحیم خان

پاکستان فضائیہ کے ساتویں کمانڈر انچیف ایئر مارشل عبدالرحیم خان 25 اکتوبر 1925ء کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے 5 جون 1944ء کو برٹش انڈین ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے پاکستان فضائیہ کے واحد جیٹ اسکواڈرن کے پہلے کمانڈر، ماری پور بیس کے کمانڈر، پی اے ایف اسٹاف کالج کے سربراہ، ڈائریکٹر آف پلانز اور ڈائریکٹر آپریشن کے طور پر خدمات انجام دیں۔ یکم ستمبر 1969ء کو وہ پاک فضائیہ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران انہوں نے پاکستان ایئر فورس کی قیادت کی لیکن 3 مارچ 1972ء کو ان سے جبری طور پر استعفیٰ لے لیا گیا۔ بعد ازاں انہیں اسپین میں پاکستان کا سفیر مقرر کردیا گیا جہاں وہ 1977ء تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایئر مارشل عبدالرحیم خان کا انتقال 28 [illegible] 1990ء کو ہوا۔

باجرہ

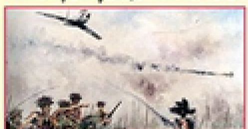
باجرہ پودوں کے گیاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بیج بطور اناج استعمال ہوتے ہیں اور انہیں بھی باجرہ کہا جاتا ہے۔ اس پودے کو چارے کے طور پر بھی استعمال کیا



جاتا ہے۔ یہ مشرقی نصف کرے میں اناج اور شمالی امریکہ میں چارے کے طور پر کاشت ہوتا ہے۔ زیادہ تر باجرہ چین، بھارت، روس اور افریقہ میں اگایا جاتا ہے۔ اسے زمانہ قدیم سے انسانوں اور پالتو جانوروں کی خوراک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس امر کے ثبوت موجود ہیں کہ چینی 2700 سال قبل مسیح میں بھی اسے بطور خوراک استعمال کررہے تھے۔ آج کل اسے زیادہ تر بنجر اور نیم بنجر خطوں میں بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہے۔ مغربی برصغیر میں اسے سیکڑوں سال سے بطور آٹا، جوار کے ساتھ ملا کر روٹی پکانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے جسے بھکری کہا جاتا ہے۔ بعض خطوں میں اسے بیئر بنانے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

پاک بھارت جنگ

4 ستمبر 1965ء کی شام پاکستان کے سیکریٹری خارجہ عزیز احمد کو ترکی کے سفیر کے توسط سے ترکی میں متعین پاکستانی سفیر کا ایک پیغام سائفر کی شکل میں موصول ہوا، جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ بھارت 6 ستمبر کی صبح پاکستان پر حملہ کرنے کا



منصوبہ بنا رہا ہے۔ عزیز احمد نے یہ پیغام وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو تک پہنچا دیا۔ مگر ان دونوں نے ضابطے کے برخلاف اس پیغام کی نقل صدر مملکت تک نہیں پہنچائی۔ 6 ستمبر 1965ء کی صبح بھارت نے پاکستان پر حملہ کردیا۔ بھارتی افواج بغیر کسی اعلان جنگ، انتباہ اور بغیر کسی باضابطہ اطلاع کے بین الاقوامی سرحد عبور کرکے لاہور کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ اسی دوپہر صدر فیلڈ مارشل ایوب خان نے قوم سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان کے دس کروڑ عوام جن کے دل کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ کی آواز کے ساتھ دھڑک رہے ہیں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک بھارتی توپیں ہمیشہ کے لیے خاموش نہ کردی جائیں۔ یہ تاریخی جنگ ہماری مسلح افواج اور ہماری باحوصلہ قوم نے بڑی یکجان ہوکر لڑی اور بھارت کو شکست سے دوچار کیا۔

پاک چین فضائی معاہدہ

29 اگست 1963ء کو پاکستان اور چین کے نمائندوں نے کراچی میں ایک فضائی معاہدے پر دستخط کیے۔ اس معاہدے کا مقصد دونوں ملکوں کی فضائی کمپنیوں کو ایک دوسرے کے علاقے کے اوپر پرواز کرنے کی اجازت دینے کے علاوہ پاکستان اور چین میں منتخب مقامات پر جہازوں کی بلا رکاوٹ پرواز کے لیے درکار قیام کی سہولتیں فراہم کرنا تھا۔ اس معاہدے پر پاکستان کی جانب سے وزارت دفاع کے جوائنٹ سیکریٹری حمید الدین نے اور چین کی جانب سے محکمہ شہری پرواز کے ڈپٹی ڈائریکٹر [illegible] نے دستخط کیے۔ بھارت اس معاہدے پر بوکھلا کر رہ گیا۔ امریکی حکومت نے ڈھاکا ایئرپورٹ کی توسیع کے لیے چار لاکھ ڈالر کے قرضے کے معاہدے کی توثیق کو ملتوی کرکے پاک چین فضائی معاہدے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ واشنگٹن میں اس معاہدے کو آزاد دنیا کے استحکام کے خلاف ایک سازش قرار دیا گیا۔ اس معاہدے کے ذریعے پاکستان نے وہ کام کر دکھایا تھا جس کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ ایوب خان نے فضائی طور پر دنیا سے کٹے ہوئے چینیوں کے لیے دروازہ کھول دیا تھا۔

☆☆☆

کیا بند کمرے میں موجود کسی دوسرے سیارے کی مخلوق تھی؟۔ تجسس اور حیرت سے بھرپور کہانی

سائنسی کہانی

تسنیم جعفری

دوسری دھرتی کے مہمان

"اوہو بھئی پنکھا کیوں بند کر رکھا ہے..؟ پہلے ہی اتنی گرمی ہے، ہوا بھی بالکل بند ہے..!" ابو نے باہر سے آتے ہی غصہ کیا۔

"ہاں واقعی! ابھی تو مارچ بھی ختم نہیں ہوا اور گرمی کتنی بڑھ گئی ہے۔ ہمارے بچپن میں تو مارچ بہت خوش گوار ہوا کرتا تھا۔" امی نے بھی ابو کی تائید کی۔

"ابو! ایسا تو نہیں کہ کوئی ہماری ہوا چوری کر لیتا ہو جو گرمی اتنی بڑھتی جا رہی ہے..؟" عمیر نے سوچ کر کہا۔

"کیا فضول بات ہے..! بھلا کوئی ہوا کو بھی چرا سکتا ہے..؟ یہ تو ایک قدرتی چیز ہے جو آسمان سے آتی ہے، بیٹا آپ کے ذہن میں ایسی باتیں کیسے آجاتی ہیں..؟" امی نے خفگی سے عمیر کو دیکھا کیونکہ وہ عمیر کے سائنسی تجسس سے بہت تنگ تھیں۔ عمیر اپنی عینک درست کر کے رہ گیا۔

"ارے بھئی آپ میرے بیٹے کی سائنس سے کیوں اتنا چڑتی ہیں..؟ یہ وہی بات کرتا ہے جو وہ نیٹ پر پڑھتا ہے۔" ابو نے اس کی حمایت کی۔

"اسی لئے تو چڑتی ہوں کہ یہ اپنی کتابیں پڑھنے کے بجائے سارا دن نیٹ پر کیوں بیٹھا رہتا ہے..؟ میں چاہتی ہوں جتنا وقت یہ کمپیوٹر پر ضائع کرتا ہے وہ وقت اپنی کتابیں پڑھنے کے لئے لگائے تاکہ پوزیشن تو لے لے نیٹ پر بیٹھ کر کیا ملتا ہے..؟"۔

"امی نیٹ پر تازہ ترین خبریں ہوتی ہیں۔" عمیر نے عینک درست کرتے ہوئے مختصراً کہا۔

"اچھا تو کیا ہے آج کی تازہ ترین خبر ہے..؟" امی نے پھر طنز کیا۔

"جی سنیئے!" عمیر عینک ٹھیک کر کے اپنے پی سی پر جھک گیا: "خلائی سائنسدان کہتے ہیں کہ دو ممکنات ہیں..! یا تو ہم اس کائنات میں بالکل تنہا ہیں، یا تنہا نہیں ہیں اور دونوں باتیں ہی خوفزدہ کرنے والی ہیں..!"

"ارے بھئی خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے..؟ اگر اس کائنات میں کوئی اور مخلوق ہے بھی تو کیا وہ ہم سے لے کر کھاتی ہے جو ہم پریشان ہوں، ہمیں بھی اللہ نے رزق دیا ہے ان کو بھی دیا ہوگا۔ اللہ اللہ خیر سلا!" امی نے تو بات ہی ختم کر دی۔

"ارے بھئی ڈرنے کی بات یہ ہے کہ اگر اس کائنات میں کہیں کوئی مخلوق ہے تو وہ ہماری دنیا میں بھی ضرور آتی ہوگی اور اس دنیا کو جو اللہ تعالیٰ نے بیش بہا خزانے ہوا، پانی اور سبزے کی صورت میں دیئے ہیں وہ ان کو دیکھ کر للچاتے ہوں گے کیونکہ اس کہکشاں میں کہیں اور ایسی چیزیں نہیں ہیں۔" ابو نے تفصیل بتانے کی کوشش کی۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی کوئی نعمت اللہ کی مرضی کے بغیر ہمارے سے چھین ہی نہیں سکتے اور اگر لے بھی جائیں تو اس بیش بہا خزانے میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی... مل بانٹ کر کھانے میں برکت ہوتی ہے۔"

"ارے آپ کو تو سمجھانا ہی بے کار ہے، اب یہ دیکھیے ہماری زمین سے آکسیجن اتنی کم ہوتی جا رہی ہے کہ آئندہ پچاس سال بعد یہ حال ہوگا کہ اگر آپ اپنا چولہا جلانے کے لئے ماچس جلانا چاہیں گی تو وہ جلے گی ہی نہیں کیونکہ ہوا میں آکسیجن ہی نہیں ہوگی جو اس کو جلائے۔ اب بتایئے کیا اب بھی آپ ان ایلین کی ہی حمایت کریں گی جو ہماری آکسیجن پر نظر رکھتے ہیں..؟" ابو اخبار سے خبر سناتے ہوئے بولے۔

"آئے ہائے تو کیا ہوا ہے آکسیجن بھی کوئی چرا سکتا ہے..؟ آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں... یہ تو ہمارے اپنے اعمال ہی خراب ہیں جو ہم قدرتی خزانوں کو گنوا رہے ہیں!"۔

"آج نہیں تو کل پتا چل ہی جائے گا کہ ہماری آکسیجن کہاں جاتی ہے..؟" عمیر بولا۔

"لگی شرط..؟" ابو بولے، لیکن امی کو اب اس موضوع سے بے زاری ہونے لگی تھی، وہ بات بدلتے ہوئے بولیں:

"اچھا یہ تو بتایئے کرایہ دار کے لئے جو آپ نے اشتہار دیا تھا اس کا کیا بنا..؟"۔

"ہاں...... وہ...... وہ اشتہار پڑھ کر ابھی تک تو کوئی نہیں آیا۔"

"کسی فیملی والے کو ہی رکھیے گا تاکہ میری بھی کمپنی ہو جائے۔" امی بولیں۔

"جی ابو! کوئی ایسے کرایہ دار رکھیے گا جن کے بچے بھی ہوں، میں بھی اکیلا بور ہو جاتا ہوں۔"

"ارے بھئی آپ دونوں کو اپنی اپنی پڑی ہے... آئے تو سہی کوئی کرایہ دار!"۔

ایک شام عمیر باہر لان میں ٹہل رہا تھا تو اس نے اوپر والے پورشن میں لائٹ جلتی دیکھی، وہ حیران رہ گیا کہ کرایہ دار آ بھی گئے اور امی ابو نے اسے بتایا بھی نہیں۔ وہ بھاگا بھاگا اندر گیا۔

"ابو...... ابو! کون لوگ آئے ہیں ہمارے پورشن میں..؟"۔

"نہیں بیٹا! ابھی تک تو کوئی نہیں آیا..!"

"اچھا..! تو پھر اوپر والے پورشن میں لائٹ کیوں جل رہی ہے، کیا امی گئی تھیں..؟"۔

"نہیں تو...... میں بھی نہیں گئی!" امی چونک کر بولیں۔

"چلو تو پھر دیکھتے ہیں کہ لائٹ کس نے جلائی..!" ابو کو بھی تجسس ہوا۔

وہ سب سیڑھیاں چڑھ کر جب مین دروازے پر پہنچے تو دیکھا وہاں تالا ابھی تک لگا ہوا تھا۔

''ارے تالا کہاں گیا..؟'' ابو بوکھلا کر پیچھے ہٹے۔

''اندر سے باتوں کی آوازیں بھی آ رہی ہیں، حالانکہ نہ کوئی آیا نہ گیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے پولیس کو نہ بلا لیں..؟'' امی بھی پریشان ہو گئیں۔

''نہیں امی پہلے ہم خود دیکھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے، ہو سکتا ہے کہ پچھلے کرایہ دار ہوں، ان کا کوئی سامان رہ گیا ہو، شاید ان کے پاس دوسری چابی بھی ہو گی..!'' عمیر نے آگے بڑھ کر گھنٹی بجائی۔

گھنٹی بجانے پر اندر ایک دم خاموشی چھا گئی، تھوڑی دیر بعد کسی کے چل کر دروازے تک آنے کی آواز آئی، کوئی تھوڑی دیر تک دروازے کے قریب ٹھہرا رہا پھر اچانک دروازہ کھل گیا۔ وہاں ایک بہت لمبے قد کا بوڑھا سا اور غیر مانوس سا مرد غیر مانوس سے حلیے میں کھڑا تھا، وہ انہیں دیکھ کر حیران ہوا، ادھر عمیر اور اس کے امی ابو کے لئے بھی یہ حیران کن بات تھی۔

''تسلیمات..!'' ان صاحب نے دروازہ کھولتے ہی کہا

''آ آ آپ کون..؟'' عمیر کے ابو نے تجسس سے پوچھا ''اور... اور یہاں ہمارے گھر میں کیا کر رہے ہیں...؟''

''ارے صاحب آئے تو آپ ہیں ہمارے گھر میں ...اور پوچھ ہم سے رہے ہیں...؟ ویسے ہمیں سورج کمار کہتے ہیں۔'' وہ صاحب کمر پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے بولے تو عمیر اور اس کے امی ابو تینوں اس غیر متوقع جواب پر بوکھلا گئے۔

''آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس گھر کا مالک میں ہوں اور یہ میرے ہی گھر کا اوپر والا پورشن ہے جو بہت دنوں سے خالی تھا، میں نے اخبار میں اشتہار دیا ہوا تھا لیکن ابھی تک کوئی نہیں آیا۔''

''جی جی بالکل، یہ گھر خالی تھا جبھی تو ہم یہاں آئے ہیں نا..! لیکن پہلے تو اس گھر کے مالک کوئی اور تھے، آپ لوگ کب آئے..؟''

''ہم یہاں تب سے ہیں جب پاکستان بنا تھا، پہلے یہاں میرے والد اور ان کے والد رہتے تھے..!'' ابو نے سختی سے کہا۔

''کیا.... پاکستان بن گیا کیا..؟'' ان کی بیوی بھی قریب آ کر بولیں۔ جو پہلے اندر سے ہی باتیں سن رہی تھیں، انہوں نے ساڑھی پہن رکھی تھی وہ بھی بہت لمبی اور بوڑھی سی تھیں۔

''ہاں چرچا تو بہت سنتے تھے ہم پہلے جب یہاں آئے تھے تبھی شور ہوتا تھا پاکستان بنے گا پاکستان بنے گا..!'' وہ صاحب بولے، جبکہ عمیر اور اس کے امی ابو کی زبان ہی گنگ ہو گئی تھی۔

''آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں..؟'' ابو نے ہمت جمع کرتے ہوئے پوچھا، انہوں نے سوچا شاید یہ لوگ دنیا کے اس حصے میں رہتے ہوں گے جہاں لوگ پاکستان کے نام سے ناواقف ہوں گے، اسی لئے ان کو پاکستان بن جانے کا علم نہیں ہو سکا ہو گا۔

''ارے آپ لوگ باہر کیوں کھڑے ہیں اندر آئیے نا..!'' وہ صاحب ایک طرف ہٹتے ہوئے بولے تو وہ تینوں نا چاہتے ہوئے بھی اندر چلے گئے کیونکہ بات تو اب مزید تجسس کی ہو گئی تھی۔

''یہ تو سیدھا سیدھا پولیس کیس ہے..! یا تو یہ لوگ فراڈ ہیں یا پھر پاگل..!'' امی نے ابو کے کان میں کہا، عمیر بھی کچھ گتھیاں سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا، کیونکہ یہ بات بھی عجیب تھی کہ آخر ان کے پاس گھر کی چابیاں کہاں سے آ گئیں اور وہ لوگ اتنے آرام سے کیسے گھر پر قبضہ کر کے بیٹھے ہیں۔

''سوم ذرا ٹھنڈا لے آنا ہم سب کے لئے، گرمی بہت بڑھ گئی ہے اس دھرتی پر بھی! پہلے تو ہوا ایسی بند نہیں ہوا کرتی تھی۔ ہم تو کچھ اور سوچ کر آئے تھے یہاں..!'' وہ صاحب بے دھیانی میں بولے۔

''انکل آپ کس دھرتی سے آئے ہیں..؟'' عمیر نے تجسس سے پوچھا۔

''جی ہاں! انکل ہم بھی یہی بات کر رہے تھے کہ دن بدن گرمی بہت بڑھتی جا رہی ہے، ابھی مارچ ہی آیا ہے لیکن پچھلے [illegible] ہیں اور یہاں بڑھتی ہے..!'' ابو نے عمیر کی بات کا [illegible] محسوس کرتے ہوئے بات بدلی، دو دو [illegible] لوگ تھے اس لئے [illegible] ضروری تھا۔ اتنے میں ان کی بیوی ٹھنڈا ٹھنڈا شربت لے آئیں اور گلاسوں میں ڈال کر دینے لگیں۔

''آپ کا نام بہت اچھا ہے... سوم!'' امی نے ان کی تعریف کی تو وہ آنٹی مسکرائیں۔

''یہ تو بتائیے آپ کا تعلق انڈیا کے کس علاقے سے ہے..؟'' ابو نے پوچھا۔

''ارے صاحب کیا پوچھتے ہیں اب تو کچھ یاد ہی نہیں..! بس یہ سمجھ لیں کہ دور دیس سے آئے ہیں۔''

''آپ کے ساتھ آپ کے کوئی بیٹا بیٹی بھی آئے ہیں..؟'' امی نے آنٹی سے پوچھا تو آنٹی نے انکل کی جانب جواب طلب نظروں سے دیکھا۔





''میرا مطلب ہے کہ یہاں آپ کو کون لایا ہے..؟ اور آپ کے پاس ہمارے گھر کی چابیاں کہاں سے آئیں..؟'' امی نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پھر پوچھا، کیوں کہ وہاں ڈرائنگ روم میں صرف ایک چادر بچھی تھی جس پر وہ لوگ بیٹھے تھے۔ یہ چادر، ایک واٹر سیٹ اور ایک ٹی سیٹ تو امی نے خود ہی اس گھر میں رکھا ہوا تھا کہ مہمانوں کو آتے ہی ہر چیز کی ضرورت پڑتی ہے اپنا سامان تو وہ بعد میں کھولتے ہیں پہلے یہی سامان استعمال کرتے ہیں، مطلب کہ ان کا اپنا کوئی سامان ان کے ساتھ نہیں تھا۔

''ہاں کل ہمارے بیٹے نے اخبار میں اشتہار دیکھا تھا، وہی ہمیں یہاں چھوڑ کر سامان لینے گیا ہے، رات وہ آ جائے گا تو اسی سے ساری باتیں پوچھ لینا۔ دراصل ہم رات بہت دیر سے یہاں آئے تھے، گھنٹی بھی بجائی تھی جو آپ لوگوں نے نہیں سنی، ہم نے سوچا آپ لوگ سو رہے ہوں گے اسی لئے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ رہی بات چابی کی تو میرا بیٹا تالے کھولنے کا ماہر ہے اس لئے چابی کے بغیر ہی کھول لیا، کیا کرتے مجبوری تھی، آدھی رات کو آپ لوگوں کو چابی کے لئے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔''

امی ابو نے ایک دوسرے کو غیر یقینی نظروں سے دیکھا۔ وہ لوگ بوڑھے تھے۔ اس لئے ان کو کچھ کہنا مناسب نہیں لگا، سوچا ان کے بیٹے کے آنے کا انتظار کیا جائے۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ یہ لوگ آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور چھت کے راستے گھر میں داخل ہوئے ہیں..!'' عمیر نے آہستہ سے امی کے کان میں کہا۔ کیونکہ اس کا کمرہ باہر کی جانب تھا اور اس کی کھڑکی سے مین گیٹ صاف نظر آتا تھا اسی لئے ہر آنے جانے والے کا اس کو پتہ چل جاتا تھا، اور پھر کوئی آدھی رات کو آئے تو یہ ممکن ہے کہ اس کے کمرے میں آواز نہ آئے۔ (جاری ہے)

"ارے تالا کہاں گیا...؟" ابو بوکھلا کر پیچھے ہٹے۔

"اندر سے باتوں کی آوازیں بھی آ رہی ہیں، حالانکہ نہ کوئی آیا نہ گیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے پولیس کو نہ بلا لیں...؟" امی بھی پریشان ہو گئیں۔

"نہیں امی پہلے ہم خود دیکھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے، ہو سکتا ہے کہ پچھلے کرایہ دار ہوں، ان کا کوئی سامان رہ گیا ہو، شاید ان کے پاس دوسری چابی بھی ہو گی...!" عمیر نے آگے بڑھ کر گھنٹی بجائی۔

گھنٹی بجانے پر اندر ایک دم خاموشی چھا گئی، تھوڑی دیر بعد کسی کے چل کر دروازے تک آنے کی آواز آئی، کوئی تھوڑی دیر تک دروازے کے قریب ٹھہرا رہا پھر اچانک دروازہ کھل گیا۔ وہاں ایک بہت لمبے قد کا بوڑھا سا اور غیر مانوس سا مرد غیر مانوس سے حلیہ میں کھڑا تھا، وہ انہیں دیکھ کر حیران ہوا، ادھر عمیر اور اس کے امی ابو کے لئے بھی یہ حیران کن بات تھی۔

"تشریف...!" ان صاحب نے دروازہ کھولتے ہی کہا

"آ آ آپ کون...؟" عمیر کے ابو نے تجسس سے پوچھا۔ "اور... اور یہاں ہمارے گھر میں کیا کر رہے ہیں...؟"

"ارے صاحب آئے تو آپ ہیں ہمارے گھر میں ...اور پوچھ ہم سے رہے ہیں...؟ ویسے ہمیں سورج کمار کہتے ہیں۔" وہ صاحب کمر پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے بولے تو عمیر اور اس کے امی ابو تینوں اس غیر متوقع جواب پر بوکھلا گئے۔

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس گھر کا مالک میں ہوں اور یہ میرے ہی گھر کا اوپر والا پورشن ہے جو بہت دنوں سے خالی تھا، میں نے اخبار میں اشتہار دیا ہوا تھا لیکن ابھی تک کوئی نہیں آیا۔"

"جی جی! انکل، یہ گھر خالی تھا بھی تو ہم یہاں آئے ہیں نا...! لیکن پہلے تو اس گھر کے مالک کوئی اور تھے، آپ لوگ کب آئے...؟"

"ہم یہاں تب سے ہیں جب پاکستان بنا تھا، پہلے یہاں میرے والد اور ان کے والد رہتے تھے...!" ابو نے تلخی سے کہا۔

"کیا... پاکستان بن گیا کیا...؟" ان کی بیوی بھی قریب آ کر بولیں۔ جو پہلے اندر سے ہی باتیں سن رہی تھیں، انہوں نے ساڑھی پہن رکھی تھی وہ بھی بہت لمبی اور بوڑھی سی تھیں۔

"ہاں جی چرچا تو بہت سنتے تھے ہم پہلے جب یہاں آئے تھے تبھی شور ہوتا تھا پاکستان بنے گا پاکستان بنے گا...!" وہ صاحب بولے، جبکہ عمیر اور اس کے امی ابو کی زبان ہی گنگ ہو گئی تھی۔

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں...؟" ابو نے ہمت مجتمع کرتے ہوئے پوچھا، انہوں نے سوچا شاید یہ لوگ دنیا کے اس حصے میں رہتے ہوں گے جہاں لوگ پاکستان کے نام سے ناواقف ہوں گے، اسی لئے ان کو پاکستان بن جانے کا علم نہیں ہو سکا ہوگا۔

"ارے آپ لوگ باہر کیوں کھڑے ہیں اندر آئیے نا...!" وہ صاحب ایک طرف ہٹتے ہوئے بولے تو وہ تینوں نا چاہتے ہوئے بھی اندر چلے گئے کیونکہ بات تو اب مزید تجسس کی ہو گئی تھی۔

"یہ تو سیدھا سیدھا پولیس کیس ہے...! یا تو یہ لوگ فراڈ ہیں یا پھر پاگل...!" امی نے ابو کے کان میں کہا، عمیر بھی کچھ گتھیاں سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا، کیونکہ یہ بات بھی عجیب تھی کہ آخر ان کے پاس گھر کی چابیاں کہاں سے آ گئیں اور وہ لوگ اتنے آرام سے کیسے گھر پر قبضہ کر کے بیٹھے ہیں۔

"سوم ذرا ٹھنڈا لے آؤ ہم سب کے لئے، گرمی بہت بڑھ گئی ہے اس دھرتی پر بھی! پہلے تو ہوا ایسی بند نہیں ہوا کرتی تھی۔ ہم تو کچھ اور سوچ کر آئے تھے یہاں...!" وہ صاحب بے دھیانی میں بولے۔

"انکل آپ کس دھرتی سے آئے ہیں...؟" عمیر نے تجسس سے پوچھا۔

"جی ہاں! انکل ہم بھی یہی بات کر رہے تھے کہ دن بدن گرمی بہت بڑھتی جا رہی ہے، ابھی مارچ ہی آیا ہے لیکن پنکھے چل رہے ہیں اور پیاس بڑھتی ہے...!" ابو نے عمیر کی بات کا شکر محسوس کرتے ہوئے بات بدلی، وہ سمجھ رہے تھے یہ لوگ تھے اس لئے لا وا ضروری



تھا۔ اتنے میں ان کی بیوی ٹھنڈا ٹھنڈا شربت لے آئیں اور گلاسوں میں ڈال کر دینے لگیں۔

"آپ کا نام بہت اچھا ہے... سوم!" امی نے ان کی تعریف کی تو وہ آنٹی مسکرا دیں۔

"یہ تو بتائیے آپ کا تعلق انڈیا کے کس علاقے سے ہے...؟" ابو نے پوچھا۔

"ارے صاحب کیا پوچھتے ہیں اب تو کچھ یاد ہی نہیں...! بس یہ سمجھ لیں کہ دور دیس سے آئے ہیں۔"

"آپ کے ساتھ آپ کے کوئی بچہ بچی بھی آئے ہیں...؟" امی نے آنٹی سے پوچھا تو آنٹی نے انکل کی جانب جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ یہاں آپ کو کون لایا ہے...؟ اور آپ کے پاس ہمارے گھر کی چابیاں کہاں سے آئیں...؟" امی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پھر پوچھا، کیوں کہ وہاں ڈرائنگ روم میں صرف ایک چادر بچھی تھی جس پر وہ لوگ بیٹھے تھے۔ یہ چادر، ایک واٹر سیٹ اور ایک ٹی سیٹ تو امی نے خود ہی اس گھر میں رکھا ہوا تھا کہ مہمانوں کو آتے ہی ہر چیز کی ضرورت پڑتی ہے اپنا سامان تو وہ بعد میں کھولتے ہیں پہلے یہی سامان استعمال کرتے ہیں، مطلب کہ ان کا اپنا کوئی سامان ان کے ساتھ نہیں تھا۔

"ہاں کل ہمارے بیٹے نے اخبار میں اشتہار دیکھا تھا، وہی ہمیں یہاں چھوڑ کر سامان لینے گیا ہے، رات وہ آ جائے گا تو اسی سے ساری باتیں پوچھ لینا۔ دراصل ہم رات بہت دیر سے یہاں آئے تھے، گھنٹی بھی بجائی تھی جو آپ لوگوں نے نہیں سنی، ہم نے سوچا آپ لوگ سو رہے ہوں گے اسی لئے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ رہی بات چابی کی تو میرا بیٹا تالے کھولنے کا ماہر ہے اس لئے چابی کے بغیر ہی کھول لیا، کیا کرتے مجبوری تھی، آدھی رات کو آپ لوگوں کو چابی کے لئے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔"



امی ابو نے ایک دوسرے کو غیر یقینی نظروں سے دیکھا۔ وہ لوگ بوڑھے تھے۔ اس لئے ان کو کچھ کہنا مناسب نہیں لگا، سوچا ان کے بیٹے کے آنے کا انتظار کیا جائے۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ یہ لوگ آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور چھت کے راستے گھر میں داخل ہوئے ہیں...!" عمیر نے آہستہ سے امی کے کان میں کہا۔ کیونکہ اس کا کمرہ باہر کی جانب تھا اور اس کی کھڑکی سے مین گیٹ صاف نظر آتا تھا اسی لئے ہر آنے جانے والے کا اس کو پتہ چل جاتا تھا، اور پھر کوئی آدمی رات کو آئے تو یہ ناممکن ہے کہ اس کے کمرے میں آواز نہ آئے۔ (جاری ہے)

سلمیٰ صدفی

اُسے بڑی اچھی پیشکش ہوئی تھی، وہ بہت خوش تھا لیکن......

قربانی

شہر کے مشہور کلب میں احباب اپنے دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ وہ ملک کے نامور گلوکاروں میں سے ایک تھا اور آج بھی وہ بھارت کی طرف سے کی جانے والی پیشکش کو قبول کرنے کی خوشی میں سب دوستوں کو پارٹی دے رہا تھا۔ سب کے چہروں پہ بے فکری نمایاں تھی۔

"احباب، خوشی تو بہت ہے وہ بہت اچھا معاوضہ بھی دے رہے ہیں، لیکن کیا تیرے والدین مان جائیں گے؟" جاسر نے پیزے کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا تو احباب کھسیانا بن گیا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کہیں وہ منع نہ کر دیں۔ ایک تو مجھے یہ نہیں سمجھ آتی کہ ہمارے والدین ہماری طرح آزاد خیال کیوں نہیں ہوتے؟" احباب کے لہجے میں بیزاریت تھی۔

اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں دولت کی چکا چوند کے لیے ہر کام جائز لگتا تھا۔ "چلو آج جا کر انہیں بتاؤ کہ تم نے معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں اور معاوضہ بھی بتاؤ گے تو ان کو ماننا ہی پڑے گا۔" ساتھ بیٹھے بہزاد نے مشورہ دیا تو احباب نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

کھانے کی میز پر سب موجود تھے۔ جب احباب نے ذکر چھیڑا اور اپنا فیصلہ سنایا، ایک لمحے کے لیے سب کے ہاتھ رک گئے تھے۔ نگاہوں کا انداز اور چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ بات کو پسند نہیں کیا گیا۔ "یہ آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں یا ہمیں بتا رہے ہیں کہ آپ بھارت کی پیشکش قبول کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟" بابا جان نے خشمگیں نگاہوں سے احباب کو گھورا تو ایک لمحے کے لیے وہ بھی ہکلا گیا۔ "جی میں...... وہ...... آپ سے پوچھ رہا تھا۔"

"تو اگر آپ پوچھ رہے ہیں تو ہمارا جواب صاف انکار ہے۔ بھارت کے علاوہ جہاں سے بھی پیشکش ہو تم جا سکتے ہو مگر بھارت...... کسی صورت نہیں۔" بابا جان کے لہجے کی سختی بڑھ گئی تھی۔

"لیکن اس طرح تو میں......"

"بس۔"

احباب کچھ کہنا چاہتا تھا مگر بابا جان نے دوٹوک انداز میں خاموش کروا دیا۔ "آپ کھانے کے بعد میرے سٹڈی روم میں آئیں، وہیں بات کریں گے۔" بابا جان خشمگیں نگاہوں سے تکتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

بابا جان سٹڈی روم کی دیوار پر لگی تصاویر میں نجانے کیا تلاش کر رہے تھے۔ احباب کافی دیر سے ان کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا مگر خاموشی کا وقفہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ آخر کار اس نے خود بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ "بابا جان ایسی پیشکش ہر کسی کو نہیں ہوتی وہ معاوضہ بھی یہاں کی نسبت پانچ گنا زیادہ دے رہے ہیں اور رہی بات بھارت کی تو ہمارے اور اُن کے درمیان جو بھی ملکی تنازعات ہیں اُن سے مجھے کیا لینا دینا؟" وہ سانس لینے کو ٹھہرا۔ بابا جان نے کسی بات پر کوئی رد عمل نہیں دیا۔ جیسے کسی گہری سوچ نے انہیں خاموش کروا دیا ہو۔ "آپ ایک ...... کر صرف ایک چھوٹی ملک کی حیثیت سے سوچیں تو شاید آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔" احباب نے فیصلہ کن لہجہ اپنایا۔

"یہی تو بات ہے فیصلہ کرنے کی، جسے تم معمولی خیال کر رہے ہو۔ مگر تم آزاد فضا کے رہنے والے وہ درد بھی نہیں سمجھ سکتے جو ہمارے آباء نے ہجرت کے وقت برداشت کیے۔" یہ کہہ کر بابا جان نے اس کا ہاتھ تھاما اور دیوار پر لگی ایک تصویر کے سامنے کھڑا کر دیا۔ "یہ شخص دیکھ رہے ہو؟" بابا جان نے ایک تصویر پر ہاتھ رکھا۔ "بہزاد...... میرا ہم جماعت...... صرف اکیس سال کی عمر میں جام شہادت نوش کر گیا مگر بار بار دشمنوں کو ایسی ذہنی چوٹ دی کہ آج تک اس کے نام سے کانپتے ہیں۔ اکلوتا تھا وسیع جائیداد کا مالک مگر سوچو آخر کس چیز نے اسے یہ آسائشیں چھوڑ کر ایک سخت ڈیوٹی جوائن کرنے پر مجبور کیا؟" بابا جان کی سوالیہ نظریں احباب پر تھیں۔ "اور یہ دیکھو بہزین خان اپنی زندگی کے اٹھارہ سال بھارت میں رہ کر پاکستان کیلئے گزار دیے۔ اس کی دی گئی معلومات کی بنا پر ہمارا ملک کئی ہی مرتبہ سازش کا شکار ہونے سے بچا۔ اس کی ماں آج بھی اس کے انتظار میں ہے مگر کوئی نہیں جانتا کہ وہ زندہ بھی ہے یا پاک بھارت کی سرحد پر کسی گمنام قبر میں ابدی نیند سو رہا ہے۔" اب کی بار آنسو بہہ کر بابا جان کے چہرے کو بھگو گئے۔ احباب کا دل جھٹکوں کی زد میں تھا۔ "میرے بیٹے یہ ملک بہت قربانیوں کے بعد ہمیں ملا ہے اور بھارت بھی نہیں چاہے گا کہ ہم ایک الگ پہچان کے ساتھ سر اٹھا کر جئیں۔ تمہاری آواز عطیہ خداوندی ہے جو اس ملک کی امانت ہے۔ بھارت پاکستان سے اس کی یہ آواز چھیننا چاہتا ہے۔"

بابا جان کے الفاظ احباب کے دل پر اثر کر رہے تھے۔

"پھر بھی اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم وہاں جا کے گا سکتے ہو تو ضرور جاؤ۔ مگر پھر یہ خیال رکھنا کہ تمہاری آواز میں ان ماؤں کی سسکیاں سنائی نہ دیں جن کے بچوں کو ہجرت کے وقت نیزے کی انیوں میں پرو دیا گیا تھا۔ کوشش کرنا کہ آواز اتنی اونچی رکھو کہ ان بہنوں کی چیخیں تم تک نہ پہنچ سکیں۔ جنہوں نے آزادی کی پاداش میں اپنی عزتیں گنوائی تھیں۔ میرے بچے اگر تمہارے گیت ان آہوں سے بڑھ کر ہیں تو ضرور جاؤ بھارت گاؤ اور پیسہ کماؤ۔" رقت سے بابا جان کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی تھی اب احباب کسی سوچ میں گم تھا۔

آج پھر کلب میں جاسر، بہزاد اور احباب اکٹھے تھے مگر معمول سے ہٹ کر احباب کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ جاسر نے اس کو دیکھ کر بہزاد کی طرف دیکھا مگر اس نے بھی نفی میں سر ہلا دیا۔ "کیا ہوا ہے جناب احباب صاحب۔ کہاں آپ کانٹریکٹ ملنے کی خوشی میں جھومتے گاتے پھر رہے تھے اور کہاں یہ سنجیدگی؟" بہزاد نے پوچھا تو احباب نے جیب سے کانٹریکٹ کے کاغذات نکالے۔

"لگتا ہے اجازت نہیں ملی۔" جاسر نے اندازہ لگایا۔

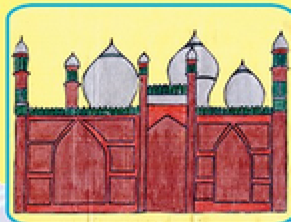
"نہیں اجازت تو مل گئی مگر میں نہیں جاؤں گا۔" یہ کہہ کر احباب نے کانٹریکٹ کے کاغذات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں اڑا دیا۔ "اب مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ میری آواز اس ملک کی امانت ہے اور یہ امانت اتنی سستی نہیں کہ دشمن اسے کسی بھی قیمت پر خرید لے۔" احباب کے چہرے کی مسکراہٹ دلی اطمینان کی نشاندہی کر رہی تھی۔ "یہ کانٹریکٹ کیا ایسے ہزاروں کانٹریکٹ اس ملک پر قربان۔" احباب کی بات اب کچھ کچھ ان کی سمجھ میں آ رہی تھی۔

☆☆☆

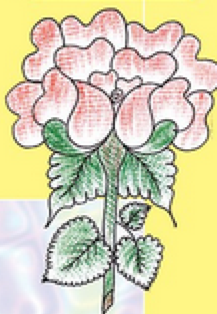


پھول آرٹ گیلری

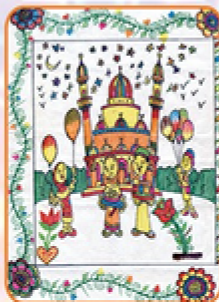
آمنہ محسن ۔ جڑانوالہ



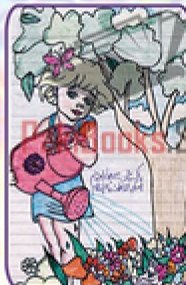
سعدیہ ۔ وار برٹن



عائشہ رشید + ثنا رمضان ۔ قصور



لائبہ سلیم ۔ مانسہرہ



محمد اسد اللہ طاہر ۔ قصور



اسما ناصر ۔ فیصل آباد



عبداللہ یوسف ۔ بہاولپور



سعید عباس ۔ اٹھارہ ہزاری



مسکراہٹیں

سحر ضیا

دانت

ڈاکٹر (مریض سے): جناب آپ کو سردی لگتی ہے تو کیا دانت بھی بجتے ہیں؟۔
مریض: ڈاکٹر صاحب پتہ نہیں چلا۔
ڈاکٹر: کیا مطلب؟۔
مریض: اصل میں وہ میز پر رکھے ہوتے ہیں۔

چاند

ایک پاگل دوسرے پاگل سے: جب نیا چاند نکل آتا ہے تو پرانے چاند کا کیا بنتا ہے؟۔
دوسرا پاگل: پرانے چاند کو توڑ کر ستارے بنا دیئے جاتے ہیں
(معتصم الہٰی، شیخوپورہ)

ریموٹ

ایک آدمی نے ٹی وی ریموٹ خریدا۔ دکاندار نے اس کی خوبیاں بتاتے ہوئے کہا کہ جب آپ گلی میں جا کر اس سے چینل بدل لیں۔ دوسرے دن آدمی ریموٹ واپس کرنے آ گیا۔
دکاندار: اس میں کیا خرابی ہے۔
آدمی: خرابی تو کوئی نہیں لیکن مجھے چینل بدلنے کیلئے گلی میں جانا پڑتا ہے۔

چالاکی

پولیس (چور سے): تم چوری کر کے کہاں بھاگ رہے تھے؟۔
چور: جناب آپ کو ہی بلانے جا رہا تھا۔

فٹ بال

جج (ملزم سے): تم نے کونسا جرم کیا ہے؟۔
ملزم: جناب میں فٹ کھیل رہا تھا۔
جج (دوسرے ملزم سے): اور تمہارا کیا جرم ہے۔
ملزم: میں ہی وہ فٹ بال ہوں جس سے یہ کھیل رہا تھا۔

سیل کا مطلب

بڑی کنفیوژن ہوئی تھی جب بائیولوجی کے ٹیچر نے پڑھایا سیل مطلب "جسم کے سیل"
فزکس کے ٹیچر نے پڑھایا سیل مطلب "بیٹری"
اکنامکس کے ٹیچر نے پڑھایا سیل مطلب "فروخت"
ہسٹری کے ٹیچر نے پڑھایا سیل مطلب "جیل"
انگریزی کے ٹیچر نے پڑھایا سیل مطلب "موبائل"
تعلیم ہی چھوڑ دی یہ سوچ کر جس سکول میں پانچ استاد متفق نہیں ہیں اس سکول میں پڑھ کر کیا ہوگا!!
اور سیلز مین اب ماشاء اللہ ہو گیا ہے سیل مطلب "ڈسکاؤنٹ"

بل کی باری سب پہ بھاری

پانچ گہرے دوست کھانے شہر آئے اور ہوٹل میں کھانا کھایا جب بل دینے کی باری آئی تو سب آپس میں ایک دوسرے سے بل دینے کی تکرار میں لگ گئے۔ کچھ دیر ایسے ہی چلتا رہا پھر طے پایا کہ ہوٹل کے گرد چکر لگا کر جو سب سے پہلے گیٹ پر پہنچے گا وہ بل دے گا۔ یہ منظر دیکھ کر ہوٹل کے مالک کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تیز دوڑ شروع ہوئی۔ ہوٹل کے مالک نے سیٹی بجائی۔
اور وہ اب تک پانچوں کے گیٹ تک پہنچنے کا انتظار کر رہا ہے۔

قبرستان

دو منزلوں والا بس کا قبرستان میں گر کر تباہ ہو گیا۔ گورنمنٹ نے ایک آفیسر کو تحقیق کے لئے بھیجا۔ دو گھنٹے بعد آفیسر نے اطلاع دی کہ 931 لاشیں مل چکی ہیں مزید کھدائی جاری ہے

رنگ

ایک سگنل پہ ایک عورت کی گاڑی گرین سگنل ہونے پر بھی دوبارہ سٹارٹ نہیں ہوئی۔
لوگ پیچھے سے ہارن دینے لگے۔
سگنل سبز سے پیلا اور پیلے سے واپس سرخ ہو گیا۔
لیکن گاڑی سٹارٹ نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹریفک سارجنٹ خاتون کی گاڑی کے پاس آیا اور خاتون ڈرائیور سے بڑی عاجزی سے بولا۔
محترمہ کیا ہوا کوئی بھی رنگ پسند نہیں آ رہا کیا؟۔

پائلٹ

ایک بار امریکہ میں ایک ہوائی جہاز خراب موسم کی وجہ سے جھٹکے کھانے لگا۔ ہوائی جہاز کے پائلٹ نے اپنا سارا تجربہ اور مہارت لگا کے پہاڑوں کے درمیان سے بچتے بچاتے آڑے ترچھے کٹ مار کر طیارے کو بچا کر ائیرپورٹ پر لے آیا۔ اس کو انعام سے نوازا گیا اور پوچھا گیا کہ اپنا ہنر اور تجربہ اس نے کہاں سے اور کس طرح حاصل کیا۔
وہ بڑی نرمی سے بولا۔ میں پہلے لاہور میں رکشہ چلاتا تھا۔

اکڑ بکڑ

پہلا دوست: یار ایک بات مجھے رات بھر سونے نہیں دیتی۔
دوسرا دوست: کونسی بات؟۔
پہلا دوست: اکڑ بکڑ بمبے بو اسی نوے پورے سو
100=90+80 کیسے ہوتے ہیں 170 ہونے چاہیے۔

شیر

ٹیچر (بچے سے): تم ایک جنگل میں ہو اور شیر آ جائے تو تم کیا کرو گے؟۔
بچہ: میں درخت پر چڑھ جاؤں گا۔
ٹیچر: اور اگر شیر درخت پر چڑھ گیا تو۔
بچہ: تو میں پانی میں کود جاؤں گا۔
ٹیچر: اور اگر شیر پانی میں آ گیا تو۔
بچہ: مس آپ میری طرف ہیں یا شیر کی طرف۔

ٹائی کی ایجاد

اصل میں ٹائی ایجاد کرنے والا شخص گلے میں پھندہ ڈال کر خودکشی کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر آئینے پر پڑی اور بولا "واہ کیا لگ رہا ہوں" اور مرنا کینسل کرتے ہوئے ٹائی کی ایجاد کی۔

فزکس کی تعریف

استاد (شاگرد سے): فزکس کی تعریف سناؤ۔
شاگرد: مجھے نہیں آتی تھوڑی ہی آتی ہے۔
استاد: جتنی آتی ہے سناؤ۔
شاگرد: اور ۔۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔۔ اور اسے فزکس کہتے ہیں۔

ہانگ کانگ

بیٹا: ابا جان میں ہر ملک کو ہانگ کانگ بنا سکتا ہوں۔
باپ: وہ کیسے۔
بیٹا: ہانگ کانگ کا "ہ" ہٹا کر۔

کتے کی دم

امی: نعیم تم کتے کی دم کیوں کھینچ رہے ہو۔
نعیم: امی میں نے تو صرف پکڑی ہوئی ہے کھینچ تو وہ خود رہا ہے۔

☆☆☆

پھول بڑا مقبول انعامات کی برسات

سائنس کی دنیا

سوال ....

....

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

صفحہ بتایئے

پھول کے صفحات کے نمبر:

1- .... 2- .... 3- .... 4- .... 5- ....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

جوابات کوئز کی دنیا

1 .... 2 .... 3 ....

4 .... 5 ....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

پھول فورم

تصویر

....

تاریخ پیدائش ....

مشاغل ....

مستقبل کے ارادے ....

"پھول" نے آپ میں کیا تبدیلی پیدا کی ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

زبردست جملہ

جملہ ....

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

جوابات دارالسلام کوئز

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

....

فون نمبر ....

(جوابات الگ کاغذ پر لکھ کر کوپن کے ساتھ بھیجیں)

بہترین کہانی

کہانی .... مصنف ....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

- ہر سلسلے کیلئے الگ الگ کوپن پُر کریں اور ہر کوپن میں نام و مکمل پتہ لکھنا ضروری ہے۔ فون نمبر لکھنا ضروری نہیں۔
- کوپن کاٹ کر الگ الگ کر کے بھجوائیں یا ایک ہی لفافے میں بھجوائے جا سکتے ہیں۔
- کوپن ہر ماہ کی 10 تاریخ تک مل جانے چاہئیں ورنہ قرعہ اندازی میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔
- جوابات کیلئے کوپن پر جگہ کم ہو تو الگ صفحہ استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن کوپن ساتھ بھجوانا ضروری ہے۔

کوئز کی دنیا

1۔ پاکستان کے سب سے بڑے ریگستان کا نام بتایئے؟

2۔ بل فائٹنگ کس ملک کا قومی کھیل ہے؟

3۔ دنیا کا سب سے بڑا میڈیکل سنٹر کہاں ہے؟

4۔ لفظ گیس کس زبان کا لفظ ہے؟

5۔ لکھنؤ کا نام لکھنؤ وتی سے پہلے کیا تھا؟

اس ماہ کے جملے

1- قاعدہ ہے دوستوں کے قصور دوست ہنس کر معاف کر دیتے ہیں۔

2- کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ بچہ کون تھا۔

3- اس لیے دیانتداری سے صرف اور صرف کام کریں۔

4- آپ نے مختلف تعلیمی اور فلاحی ادارے کھولے۔

5- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری مرتبہ غزوہ تبوک میں شرکت کی۔

صفحہ بتایئے انعام پایئے

اوپر جو پانچ جملے دیے گئے ہیں وہ "پھول" کے مختلف صفحات پر موجود ہیں۔ وہ پانچ جملے تلاش کریں اور "پھول" میں موجود کوپن پر ان صفحات کے نمبر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں اور بچوں کے لئے دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں شائع کرنے والے ادارے "بچوں کا کتاب گھر" کی طرف سے قرعہ اندازی کے ذریعے پانچ خوش نصیبوں کو ملیں گی 200 روپے کی کتب ہر ماہ۔

جوابات ماہنامہ "پھول" 23 کوئنز روڈ لاہور کے پتے پر بھجوائیں۔

صفحہ بتایئے انعام پایئے

تحریر: طاہر

محمد افراز علی خان (میانوالی)، محمد ارسلان انجم (خانیوال)، امان اللہ عزیز (میانوالی)، معصوم فاطمہ (فیصل آباد)، انعم فاطمہ (فیصل آباد)، محمد طارق عاصم (جڑانوالہ)، ظفر محمود (خانیوال)، اسد محمود ملک (خانیوال)، سید حسن عمران نقوی (میانوالی)، محمد شفیق نور (راولپنڈی)، ملک محمد احسن (راولپنڈی)، احمد نور (راولپنڈی)، ریاض حسین قمر (منگلا ڈیم)، احمد علیم (ملتان)، سارہ امام (راولپنڈی)، ماہ نور یحییٰ (چشتیاں)، جویریہ حمید (لاہور)، سید محمد حسین شاہ (حیدرآباد)، جویریہ ایمان (شیخوپورہ)، رانا محمد کاشف (کلورکوٹ)، ارمازہ کنول (خانیوال)، سید محمد حسین، المصطفیٰ عزیز (وہاڑی)، عبداللہ بدر (فورٹ عباس)، شائقہ کنول (خانیوال)، رائقہ کنول (مخدوم پور)، محمد طیب رضا (بہاولپور)، عبدالواحد (خانیوال)، محمد شہیر (بورے والا)، عمیرا زاہد (بھکر)، مسفرہ رانا (ننکانہ آباد)، کاشف نعیم (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، منتہیٰ ندیم (رحیم یار خان)، اقصیٰ حرمت جان (میاں چنوں)، فضہ یوسف (بہاولپور)، سید طاہرہ اسلم ہاشمی (قصور)، حافظہ علیزہ (نارووال)، عائزہ چوہدری (آزاد کشمیر)، ایمن کائنات (ڈی آئی خان)، محمد ارسلان رضا (گوجرانوالہ)، حاشر تنویر (آزاد کشمیر)، محمد عثمان (خانیوال)، محمد بلال حبیب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، زین عبداللہ (اٹک)، ثمن تنویر (آزاد کشمیر)، محمد عظمت خان (اٹک)، محمد ذیشان بابر (خانیوال)، منیب عمران (فیصل آباد)، محمد احمد آصف (ڈیرہ نواب صاحب)، حبیب الرحمٰن خاموش (چشتیاں)، محمد احمد (منڈی بہاؤالدین)، محمد سرمد (چشتیاں)، محمد اکبر (نارووال)، علیزہ علی (چوبارہ)، عائشہ اختر علی (پھالیہ)، محمد عبدالرحمٰن (ملتان)، محمد بلال منشا (لاہور)، سیدہ وجاہت (کراچی)، اسد اللہ شاہ (پشاور)، امیر حبیب (ملتان)، آمنہ کریم افضل (مخدوم پور)، سارہ رضا (جھنگ)، محمد جواد احمد (ملتان)، سونیا کنول (لیہ)، عمیرا زاہد (بھکر)، آصف علی کھوسہ (صحبت پور)، اسامہ سعید (ملتان)، احمد رضا محمد حبیب (حافظ آباد)، ارم سعید یعقوب جعفری (میانوالی)، ایمان ندیم (قصور)، رخسار احمد (مظفرگڑھ)، حمید عزیز (میانوالی)، محمد زکریا (سرگودھا)، محمد زاہد (وہاڑی)، ملک محمد تحسین یعقوب، صدیقی (گوجرانوالہ)، محمود ثوت (پھالیہ)، محمد بلال رضوی (شیخوپورہ)۔

انعامات کی برسات

صفحہ بتایئے

1- محمد افراز علی خان ----- میانوالی

2- محمد ارسلان انجم ----- خانیوال

3- امان اللہ عزیز ----- میانوالی

4- معصوم فاطمہ ----- فیصل آباد

5- انعم فاطمہ ----- فیصل آباد

صفحہ بتایئے۔ درست جوابات

15 (i) 18 (ii) (iii) 29 (iv) 63 (v) 68

دارالسلام کوئز

1- ماہ نور یحییٰ ----- چشتیاں

2- سید محمد علی نقوی ----- میانوالی

3- امامہ عمر ----- ہارون آباد

4- کشف الاعجاز ----- مری

5- عائزہ حسن ----- کاموکی

دارالسلام کوئز۔ درست جوابات

(i) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (ii) قیس بن زبیر کے گھوڑے کا نام تھا (iii) جبرائیل (iv) الانی میٹر (v) تاج محل آگرہ

زبردست جملہ

1- محمد طارق عاصم ----- جڑانوالہ

خوش قسمت ہیں جن کے سر پر باپ کا سایہ ہے باپ ہے جنت کا دروازہ اور اللہ کی رحمت کا سایہ ہے

2- فضہ یوسف ----- بہاولپور

انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا جس نے اللہ تعالیٰ عظیم باپ کا سایہ میرے سر پر سلامت رکھ

3- سونیا کنول ----- لیہ

یہ کامیابیاں یہ عزت یہ نام تم سے ہے خدا نے جو بھی دیا ہے وہ مقام تم سے ہے

4- محمد شہیر ساجد ----- بورے والا

مجھ کو چھاؤں میں رکھا خود جلتا رہا دھوپ میں میں نے دیکھا اک فرشتہ باپ کے روپ میں

5- محمد عمر فاروق ----- ملتان

چاہت، شفقت، محبت اور قربانی سب یکجا لکھو تو میرے بابا جانی

تین بہترین کہانیاں

نام:۔ میں باپ ہوں ----- لکھاری:۔ قرۃ العین خرم ہاشمی

نام:۔ جادو کا قلم ----- لکھاری:۔ تسنیم جعفری

نام:۔ عادل ----- لکھاری:۔ شاہد اقبال

مسرت کلانچوی، نذیر انبالوی اور عارف ملتان اس مقابلے میں شامل نہیں ہوتے ان کے نام نہ لکھا کریں۔

کوئز کی دنیا

1- ----- ----- -----

2- زینب خان ----- پشاور

3- زین العابدین ----- لالہ موسیٰ

4- سامیہ عظیم ----- کراچی

5- عروج فاطمہ ----- میاں چنوں

کوئز کی دنیا کے درست جوابات

(i) برف کے گھر (ii) کولمبس (iii) رابعہ بصریؒ (iv) چین میں (v) چیتا

جون 2018ء میں شائع ہونے والے زبردست جملے کی تصویر

بتائیے میں سب سے اچھے والے کو تمام لکھاری اپنی کہانی کے ساتھ اپنی تصویر اور مکمل پتہ ضرور لکھیں۔ اپنا نام، والد کا نام اور مکمل پتہ نہ ہونے کی صورت میں انعامات نہیں بھجوائے جائیں گے۔ انعامات اعلان کے بعد بھجوائے جاتے ہیں۔

جنت سے نکالے گئے لوگ جنت کی تلاش میں

فرزانہ حسن

ہم سب اپنی اپنی جنت کے خواب لئے زندگی کی سیڑھی چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اچھی تعلیم، اچھی نوکری، اچھا گھر، ترقی، خوشحالی اور ہر لحاظ سے بہترین معیار زندگی کی تلاش اور ان سب کا حصول ہی تو ہم انسانوں کی جنت ہے۔ بہتر سے بہترین کی جستجو، کوشش اور حصول ہی کو ہم نے اپنی جنت سمجھ لیا ہے۔ اگرچہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس جنت کے حصول میں 100 فیصد کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ جبکہ کچھ لوگوں کی کامیابی کا تناسب مختلف ہوتا ہے۔ جیسے کوئی 90 فیصد، کوئی 70 فیصد اور کوئی 50 فیصد کامیاب رہتا ہے۔ سب اسی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں لیکن ایک بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس جنت کا حصول ہے بہت محنت اور مشقت طلب۔ ساری زندگی گزر جاتی ہے اس جنت کے حصول میں، اور اس کے توازن کو برقرار رکھنے میں۔ ہمیں جنت کی تلاش کیوں ہے؟۔ جب ساری زندگی ہی اس کے حصول میں گزر گئی تو سکھ چین عیش و آرام کب ملے گا؟ گزری زندگی کے ساتھ گرتی صحت اور حوصلوں کے زوال اور خواہشات کا انبار اور اس پر بھی ایک غیر تسلی بخش رویہ کہ جو ملا کم ہے یا کم پڑ گیا ہے۔ یہ وہ تمام سوالات ہیں جو ہماری چاروں کی جنت کو بھی ہمارے لئے دوزخ بنا دیتے ہیں۔

ہم جنت سے نکالے ہوئے لوگ ہیں اور اس جنت کو ہم اس دنیا میں بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس عارضی دنیا میں اس عارضی زندگی کے ساتھ ہم اس دنیا میں بھی جنت حاصل کر سکیں اور مرنے کے بعد بھی۔ آدم و حوا کو خدا کی نافرمانی کی سزا کی وجہ سے ہی تو جنت سے بے دخل کر دیا گیا تھا اور زمین پر بھیج دیا گیا اور تمام تر آسائشوں کو مشقتوں میں بدل دیا گیا اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے اس دنیا کو امتحان گاہ قرار دے کر اس امتحان میں کامیابی کے بعد دوبارہ جنت کے حصول کو معیار قرار دے دیا گیا اور ہم اس دنیا کو ہی جنت بنانے کی کوشش میں ایسے لگے ہوئے ہیں کہ اپنا مقصد حیات ہی بھول بیٹھے ہیں۔ دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے جائز اور فائدہ مند کاوشیں غلط نہیں ہیں لیکن ان تمام تر کاوشوں اور کامیابیوں کے حصول میں اتنے غرق نہ ہو جائیں کہ اخروی اور ابدی زندگی کے لئے کچھ کمایا ہی نہ ہو۔ اصل جنت تو وہ سکون ہے جس کے بعد کسی اور چیز کی خواہش ہی نہ رہے۔ جو مکمل سکون در سکون اور پُرمسرت سکون، کبھی نہ ختم ہونے والی خوشی جو لافانی ہو۔ یہ اخروی جنت ہم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چل کر اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے ارشادات

☆ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے: بخاری
☆ بدترین بات وہی ہوتی ہے جو جھوٹی ہو: نہج البلاغہ خطبہ نمبر 83
☆ خاموشی عزت کا باعث ہے۔
☆ زبانیں دلوں میں پوشیدہ باتوں کی ترجمان ہیں۔
☆ جھوٹا شخص اپنے جھوٹ کی وجہ سے تین نقصان اٹھاتا ہے۔
O اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔
O لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
O ملائکہ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔
☆ [illegible] ہے۔
☆ جھوٹا آدمی تباہی و ذلت کے دہانے پر کھڑا ہوتا ہے۔
☆ مومن نہ تو جھوٹا ہوتا ہے اور نہ ہی خیانت کرتا ہے۔ (بخاری 75 ص 172)
جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ (کنز العمال حدیث 8212)

(ملیحہ خاتون۔ ظفروال)

☆☆☆

قائداعظم کون تھے!

سرکاری استعمال کے لئے 37 روپے کا فرنیچر گورنر جنرل ہاؤس لایا گیا۔ قائداعظمؒ نے جب فرنیچر کی لسٹ دیکھی تو 6 یا 7 روپے کی ایک کرسی اضافی تھی تو پوچھا یہ کس کے لئے لائے ہو! عرض کیا آپ کی بہن فاطمہ جناح کے لئے۔ آپ کے ساتھ رہتی ہیں آپ کی خدمت کرتی ہیں؟ آپ نے فوراً اس پر لائن لگا دی اور فرمایا اس کے پیسے فاطمہ جناح سے لو۔ اس کے پیسے بیت المال سے نہیں جائیں گے مسلمانوں کا پیسہ اس پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔"

عائشہ امبر۔ لاہور

معجزہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبے کا کعبہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو سیدنا عبدالمطلب گھر میں موجود نہیں تھے۔ کعبہ کی دیوار مرمت کرنے تشریف لے گئے تھے۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں مرمت کے بعد کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بیت اللہ چاروں جانب جھکا اور مقام ابراہیم کی جانب سجدہ میں پڑ گیا اور تکبیر و تسبیح کی آوازیں آنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد کعبہ دیواروں پر کھڑا ہو گیا اور جوف کعبہ سے ندا آئی۔

"سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں، جس نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص کر دیا۔"

ارکان کعبہ پھر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں باب الصفاء سے نکل کر آمنہ کے گھر کی جانب روانہ ہوا تو میں نے کچھ فرشتے دیکھے جو کہہ رہے تھے۔

"قد جاء کم رسول اللہ" میں نے آنکھیں ملتے ہوئے سوچا کہ یہ خواب ہے یا بیداری؟ آمنہ کے مکان پر کچھ پرندے چکر کاٹ رہے تھے اور کمرہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا سید خیر البشر کی ولادت ہوئی ہے۔

میں نے آمنہ سے پوچھا۔ "تمہاری پیشانی کی چمک کہاں گئی؟"۔

آمنہ نے کہا وہ چمک دنیا میں اتر آئی ہے۔

مجھے ہاتف سے ندا آئی۔

"عبدالمطلب! اپنے پوتے کا نام محمد رکھنا۔ ان کا نام آسمانوں میں محمود، تورات میں موید، زبور میں ہادی، انجیل میں احمد اور قرآن میں طٰہٰ اور محمد ہے۔"

میں نے آمنہ سے کہا "مجھے پوتا دکھاؤ"

آمنہ نے کہا "آپ وہ کوٹھڑی میں ہے"۔

کوٹھڑی میں داخل ہوا تو ملائکہ زیارت کے لئے فوج در فوج اتر رہے تھے۔

(جامع المعجزات فی سیر خیر البریات ص 306)

انتخاب: اقرا عبدالرحمٰن۔ لاہور

☆☆☆

نام — اریب منیب۔ تاریخ پیدائش — 12-7-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — پھول پڑھنا۔ ارادے — ڈاکٹر بننا۔ تبدیلی — تھوڑی بہت (تھوڑی یا بہت؟)۔ پتہ — [illegible]

☆☆☆

نام — اعظم عبدالقدیر۔ تاریخ پیدائش — 2-7-2001 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — ڈرائنگ کرنا۔ ارادے — ٹیچر بننا۔ تبدیلی — [illegible]۔ پتہ — [illegible]

☆☆☆

نام — سلمان اختر۔ تاریخ پیدائش — 4-7-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — ٹیچر بننا۔ ارادے — ڈاکٹر۔ تبدیلی — اس نے مجھے اچھا بنا دیا (اچھائی)۔ پتہ — [illegible]

☆☆☆

نام — عبدالرحمٰن۔ تاریخ پیدائش — 21-7-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — ہر ملک کے سکے جمع کرنا۔ ارادے — پائلٹ بننا (تاکہ سب ملکوں سے سکے جمع کر سکیں)۔ تبدیلی — پڑھنے کا شوق۔ پتہ — فورٹ عباس۔

☆☆☆

نام — ماہ نور محسن۔ تاریخ پیدائش — 1-7-2005 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — ٹیچر ٹیچر کھیلنا۔ ارادے — ٹیچر بننا (ٹیچر بن کر بھی کھیلتی ہی نہ رہنا)۔ تبدیلی — پینٹنگ کا شوق۔ پتہ — فیصل آباد۔

☆☆☆

نام — محمد حسان حمید۔ تاریخ پیدائش — 5-7-2005 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — کرکٹ کھیلنا اور کھانا۔ ارادے — پائلٹ بن کر پاکستان کی حفاظت کرنا (ایئر فورس پائلٹ)۔ تبدیلی — پڑھنے کا شوق پیدا کیا۔ پتہ — خانیوال۔

☆☆☆

نام — ساجد مصطفیٰ۔ تاریخ پیدائش — 7-7-2001 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — کرکٹ کھیلنا۔ ارادے — پائلٹ بننا۔ تبدیلی — علم سے آگاہی پیدا کی ہے (...)۔ پتہ — لاہور۔

☆☆☆

نام — ایمل نور۔ تاریخ پیدائش — 11-7-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — لوگوں کی مدد کرنا (امتحان میں نقل کروانا)۔ ارادے — آرمی میں جانا۔ تبدیلی — حل کرنا۔ پتہ — ملتان۔

☆☆☆

نام — عروج فاطمہ۔ تاریخ پیدائش — 18-7-2006 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — کھیلنا اچھا ہے۔ کوئی تو روایتی کھیل کھیلتا ہے۔ ارادے — میں ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کروں گی۔ تبدیلی — کتابیں پڑھنے کا شوق۔ پتہ — ملتان۔

☆☆☆

نام — محبوب عالم خالد۔ تاریخ پیدائش — 15-7-1971 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — مطالعہ کرنا۔ ارادے — ریٹائرمنٹ کے بعد لائبریری کتب خانہ بنانا (مدرسہ کے ساتھ بھی کتب خانہ بن سکتا ہے)۔ تبدیلی — بچوں کو [illegible]۔ پتہ — [illegible]

☆☆☆

نام — محمد فیصل حسن۔ تاریخ پیدائش — 15-7-2017 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — مطالعہ کرنا۔ ارادے — ڈاکٹر بننا۔ تبدیلی — سائنس کے بارے میں بہت علم ہے (علم ایک سمندر ہے)۔ پتہ — ملتان۔

☆☆☆

نام — عنایہ نور۔ تاریخ پیدائش — 2-7-2012 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — شرارتیں کرنا۔ ارادے — دلہن بننا۔ تبدیلی — (ابھی تربیت ہوئی ہوتی تو باتیں دلچسپ)۔ ابھی تک پہنچ کر نہیں۔ پتہ — بہاولپور۔

☆☆☆

نام — ولید عبدان۔ تاریخ پیدائش — 18-7-2009 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — مطالعہ کرنا۔ ارادے — فوجی افسر بننا۔ تبدیلی — کہانیاں لکھنے کا شوق (...)۔ پتہ — فیصل آباد۔

☆☆☆

نام — نمرہ فاطمہ گیلانی۔ تاریخ پیدائش — 28-7-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — کتابیں پڑھنا۔ ارادے — میں پولیس فورس میں جاؤں گی (...)۔ تبدیلی — کتابیں پڑھنے کی عادت۔ پتہ — ملتان۔

☆☆☆

نام — محمد اویس خان۔ تاریخ پیدائش — 28-7-2017 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — [illegible]۔ ارادے — ڈاکٹر بننا۔ تبدیلی — پاکستان سے محبت [illegible]۔ پتہ — ساہیوال۔

☆☆☆

نام — محمد محسن خالد۔ تاریخ پیدائش — 11-7-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — کرکٹ کھیلنا۔ ارادے — انجینئر بننا۔ تبدیلی — کوئی خاص نہیں [illegible]۔ پتہ — آزاد کشمیر۔

☆☆☆

نام — عبدالمنان احمد۔ تاریخ پیدائش — 19-7-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — پڑھنا، کرکٹ کھیلنا۔ ارادے — پائلٹ بننا۔ تبدیلی — پڑھنے کا شوق پیدا ہوا (کرکٹ کا شوق کہاں سے پیدا ہوا؟)۔ پتہ — [illegible]

☆☆☆

نام — عروبہ۔ تاریخ پیدائش — 20-7-2005 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — پھول پڑھنا، مطالعہ کرنا۔ ارادے — ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کرنا (...)۔ تبدیلی — پڑھنے کا شوق پیدا کیا۔ پتہ — چشتیاں۔

☆☆☆

نام — مبین اشرف۔ تاریخ پیدائش — 18-7-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — کرکٹ کھیلنا (...)۔ ارادے — صحافی بننا۔ تبدیلی — آرہی ہے۔ پتہ — اٹک۔

☆☆☆

نام — حفصہ حمید۔ تاریخ پیدائش — 26-7-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — قرآن خوانی، پھول پڑھنا۔ ارادے — ڈاکٹر بننا۔ تبدیلی — پڑھنے کا شوق پیدا کیا (...)۔ پتہ — لاہور کینٹ۔

☆☆☆

نام — ثروت منتخب۔ تاریخ پیدائش — 28-7-1967 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل — [illegible]۔ ارادے — [illegible]۔ تبدیلی — میری معلومات [illegible]۔ پتہ — لاہور۔

☆☆☆

نمرہ فاطمہ — ولید عبدان — عنایہ نور — محمد فیصل حسن — محبوب عالم

محمد اویس خان

آپ "پھول" پڑھتے ہیں، آپ ہمارے لیے اہم ہیں۔ آپ بھی "پھول فورم" میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اپنا تعارف اور تصویر شائع کرنے کے لیے کوپن پُر کر کے اپنی پاسپورٹ سائز تصویر کے ہمراہ بھجوائیں ... صرف اپنی باری کا انتظار۔ باری آنے پر آپ کا تعارف ضرور شائع ہوگا۔ پھول

پڑھتے رہیے۔ اس کے آگے کسی بھی شمارے میں آپ کے لیے کوپن ...

نوٹ: پھول ساتھیوں، پھول فورم کے لیے ... پاسپورٹ سائز تصویر ... ورنہ آپ کا کوپن شائع نہیں کیا جائے گا۔

پھول فورم

ثروت منتخب — حفصہ حمید — مبین اشرف — عروبہ — عبدالمنان احمد — محمد محسن خالد

پھول کتاب گھر

تبصرے کے لئے دو جلدوں کا آنا ضروری ہے

مدثر مرزا



اچھی کتابوں کا انتخاب اور والدین کے لئے ایک مسئلہ ہوتا ہے ہم آپ کی مشکل آسان کئے دیتے ہیں۔ ہم ہر ماہ آپ کے لئے بہترین کتابوں کا انتخاب پیش کریں گے۔

خود پڑھئے دوسروں کو تحفہ دیجئے

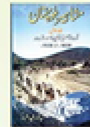
نام کتاب: مشاہیر بلوچستان

(جلد اول تا چہارم)

مصنف: سید خورشید افروز

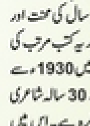
قیمت: 600 روپے فی جلد۔ ناشر: نیو کالج پبلی کیشنز۔ آرچر روڈ کوئٹہ۔ فون۔ 0300-3807179

بلوچستان مردم خیز تاریخی خطہ ہے۔ تحریک پاکستان میں بھی اس کا اہم کردار رہا ہے۔ قیام پاکستان اور پھر تعمیر

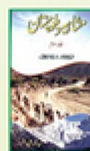


پاکستان میں یہاں کی شخصیات کا اہم حصہ ہے۔ تاریخ میں ان میں سے بیشتر کا ذکر موجود ہے۔ لیکن سید خورشید افروز نے اہم خدمت انجام دی ہے اور چار الگ الگ کتابوں میں بلوچستان کے مشاہیر کا ذکر کیا ہے۔ اس سے قبل نامور محقق ومصنف ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اس حوالے سے بہت کام کیا ہے اور بلوچستان کے حوالے سے ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو حوالہ جاتی کتب قرار دی جا سکتی ہیں۔

مشاہیر بلوچستان جلد اول۔ میں 1830ء سے 1930ء تک کا اردو شاعری کے پہلے سو سال دور کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اس دورانیے کے اہم شعراء کے تعارف، تصاویر اور منتخب کلام شامل ہے۔ سید خورشید



افروز نے کئی سال کی محنت اور تحقیق کے بعد یہ کتب مرتب کی ہیں۔ جلد دوم میں 1930ء سے 1960ء کے 30 سالہ شاعری کے دور کا تذکرہ ہے۔ اس میں بھی شعراء کی طویل فہرست ہے۔ جن کے تعارف، تصاویر اور منتخب کلام شامل ہے۔ بلوچستان میں اردو شاعری کے حوالے سے کوئی بھی کام کرنا چاہے گا تو یہ کتابیں اس کے لئے معاون ومددگار ہوں گی۔ مشاہیر بلوچستان۔ جلد سوم۔ اردو شاعری کے تیسرے دور 1957ء سے 2016ء کا احاطہ



کرتا ہے۔ اس میں بھی اس دور کے شعراء کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ اس جلد میں دیگر نامور شعراء کے ساتھ "پھول" کے لکھاری اور ادبی تنظیم "برگ" کے روح رواں شیخ فرید کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مشاہیر بلوچستان کی جلد چہارم بھی ایک پورا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس میں بلوچستان کی انجمنیں اور اکیڈیمز کے تعارف اور سرگرمیوں کا ذکر ہے۔ یہی نہیں اس میں پاکستان اور بلوچستان کے ممتاز شاعروں اور ادیبوں کے رابطہ نمبرز، پاکستان کے ادبی جرائد کا تعارف، ایک صدی قبل کی انجمنیں اور ان کی سرگرمیاں، مشاہیر ... اور موجودہ ادبی انجمنوں کے بارے میں مکمل تفصیلات موجود ہیں۔ گویا یہ بلوچستان کی ادبی تنظیموں کی مکمل ڈائریکٹری ہے جس کے ذریعے بلوچستان کی ادبی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے اور بلوچستان کے ادیبوں سے رابطے بھی کئے جا سکتے ہیں۔ یہ سید خورشید افروز کا تاریخی اور قابل قدر کارنامہ ہے۔ جس پر وہ مبارکباد اور حکومت کی سطح پر کسی اہم سول ایوارڈ کے مستحق ہیں۔

نام کتاب: موت سے زندگی کی طرف

مصنف: فضل حسین اعوان

قیمت: 500 روپے۔ ناشر: دعا پبلی کیشنز، الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔ فون 37233585

انسان کا زندگی سے موت کی طرف سفر جاری ہے۔ یہ سفر کب مکمل ہو جائے کوئی نہیں جانتا۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب یہ وقت آ جاتا ہے تو انسان موت کی وادی میں اتر جاتا ہے۔ سانس چلتی رہے تو انسان زندہ سانس رک جائے تو انسان مردہ۔ لیکن دنیا میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو موت کے منہ میں جاتے جاتے بچے۔



بعض کو ڈاکٹروں نے مردہ قرار دے دیا لیکن وہ زندہ بچ گئے۔ بعض خطرناک حادثات کا شکار ہوئے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی لیکن وہ زندہ رہے۔ فضل حسین اعوان معروف صحافی اور نوائے وقت کے کالم نگار ہیں۔ انہوں نے دو بچوں کے بارے ایک مضمون پڑھا اور یہ کتاب لکھنے کا منفرد خیال ان کے ذہن میں آ گیا۔ انہوں نے اپنے دوست احباب سے رابطے کیے اور جو لوگ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچے تھے ان کے سچے واقعات اس کتاب میں شامل کیے ہیں۔ ان میں سیاستدان، صحافی، ادیب، سماجی رہنما غرض ہر شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد شامل ہیں۔ یہ ایمان افروز، سبق آموز، دل سوز، دلچسپ اور حیرت انگیز سچے واقعات انسان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

انسان کی کم مائیگی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ کتاب کی اشاعت دیدہ زیب ہے۔ ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

نام کتاب: سُفنے (پنجابی شاعری)
شاعر: یوسف عالمگیرین

قیمت: 800 روپے۔ ناشر: قلم فاؤنڈیشن، یثرب کالونی، بینک سٹاپ، والٹن روڈ، لاہور کینٹ۔
فون 0300-0515101

یوسف عالمگیرین معروف صحافی، کالم نگار، شاعر اور ادیب ہیں۔ ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک یوسف عالمگیرین مزاح نگاری پر بھی عبور رکھتے ہیں اور ان کی کتاب "خوش باشیاں" شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔ اب انہوں نے خود کو پنجابی شاعری کے حوالے سے منوایا ہے۔ سُفنے یعنی خواب ان کی پنجابی شاعری کا مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری سچے جذبوں کی شاعری ہے۔ انسانیت، حب الوطنی، خلوص و ایثار، پیار محبت کا فروغ ان کی شاعری کا محور اور ان کا خواب ہے۔ وہ منافقت، مفادات کی سیاست، ملک دشمنی، نفرت اور جبر کے خلاف ہیں اور اپنی شاعری میں اس کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ وہ خود باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں، کھرے اور مخلص انسان ہیں۔ ان سے ملنے والا ان کی خوش مزاجی، خوش اخلاقی اور خلوص و گرم جوشی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ان کی پنجابی شاعری کی یہ کتاب پنجابی ادب میں اہم اضافہ ہے جو ان کی پہلی کتاب کی طرح مقبولیت حاصل کرے گی۔

نام کتاب:۔ کامیابی کی شاہراہیں
مصنف:۔ برائن ٹریسی

قیمت:۔ 600 روپے۔ ناشر:۔ بک ہوم 46 مزنگ روڈ لاہور۔ فون 37231518

موجودہ دور میں ہر انسان جلد از جلد ترقی کرنا چاہتا ہے۔ زمانہ اتنی تیزی سے گزر رہا ہے کہ نت نئے تجربات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ لہٰذا لوگ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس حوالے سے بہت کام ہو رہا ہے۔ وہاں دانشور اپنے ذاتی اور دوسروں کے تجربات پر مشتمل کتابیں لکھتے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں بکتی ہیں اور لوگ وہ کتابیں خرید کر زندگی میں کامیابیاں حاصل کرتے اور مشکلات پر قابو پاتے ہیں۔ بک ہوم نے سیلف ہیلپ کلاسک کے تحت ایسی مفید کتابوں کے تراجم شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ انگریزی نہ جاننے والے افراد خاص طور پر نوجوان کم قیمت میں یہ کتابیں خرید کر اپنی زندگیاں بدل سکیں۔ یہ کتاب بھی ان اصولوں پر مشتمل ہے جن پر عمل کر کے آپ عملی زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر نوجوان اور پروفیشنل کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

نام کتاب:۔ سورج کی کرچیاں
شاعرہ:۔ پروفیسر بشریٰ شیریں

قیمت:۔ 300 روپے۔ ناشر:۔ ناریم بکس M-69 نزد [illegible] لاہور۔ فون 0300-0490707

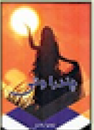
پروفیسر بشریٰ شیریں مقامی کالج میں اردو کی استاد ہیں۔ کالج میں مختلف تقریبات کا انعقاد بھی کرتی رہتی ہیں۔ کئی کانفرنسوں میں شرکت کر کے مقالے پیش کر چکی ہیں۔ وہ نوجوان نسل کی نمائندہ شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری روایات کے ساتھ جدت لیے ہوئے بھی ہے۔ ان کی شاعری کے [illegible] انہوں نے زندگی کے تمام محسوسات اور جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ وہ بنیادی طور پر نظم کی شاعرہ ہیں البتہ غزل بھی کہتی ہیں۔ ان کی ایک نظم پیش خدمت ہے۔

زندگی کے سفر میں
ایسا بھی ہوا ہے
کہ جن لطائف کو سن کر میرے احباب بے تحاشہ ہنستے تھے
انہیں سن کر ۔۔۔ میرے آنسو نکل آتے ۔

نام کتاب:۔ چندراوتی
مصنف:۔ ذونیرا بخاری

قیمت:۔ 300 روپے۔ ناشر:۔ علم و عرفان پبلشرز الحمد مارکیٹ 40 اردو بازار لاہور۔
فون 37232336

ذونیرا بخاری نے میدان ادب میں آتے ہی اپنا آپ منوایا ہے۔ ان کا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع ہے۔ اردو کے علاوہ انگریزی، پنجابی، سرائیکی ادب پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔ جب کسی تخلیق کار کا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع ہوتا ہے تو اس کی تخلیق اور شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور فنی پختگی آتی ہے۔ ذونیرا بخاری کی خوش قسمتی ہے کہ اسے علمی ادبی گھریلو ماحول اور مخلص اساتذہ میسر آئے۔ معروف مزاح نگار ڈاکٹر اشفاق احمد ورک کی رہنمائی اور معروف ناول، افسانہ، سفرنامہ نگار سلمیٰ اعوان کی شفقت و دعائیں انہیں حاصل ہیں۔

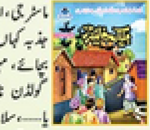


یہ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ہے جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اختصار، نیاپن، انفرادیت، غیر متوقع انجام اور نئی نسل کی ترجمانی ان کے افسانوں کی خصوصیات ہیں۔ امید ہے کہ افسانوی ادب میں وہ آنے والے وقتوں میں نمایاں مقام بنانے میں کامیاب ہوں گی۔

نام کتاب: بلیک فائٹرز
مصنف: حافظ عبدالرزاق خان

قیمت: 220 روپے۔ ناشر: بچوں کا کتاب گھر، بادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ فون 0300-4611953

حافظ عبدالرزاق خان کو علمی، ادبی اور تعلیمی ماحول گھر سے ملا۔ مختلف اخبارات و رسائل میں لکھنا شروع کیا تو پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ ان کی کئی کہانیاں مقبول ہوئیں۔ اس کتاب میں ان کی 26 کہانیاں شامل ہیں۔ تمام کہانیاں بچوں کے لیے دلچسپ اور زندگی کا رخ تبدیل کرنے والی ہیں جو بچوں کی تعلیم و تربیت میں معاون ہیں۔ کتاب میں بارش کی وجہ، چھوڑ کنٹرولر، دوسرا گھر، جواب دو، قوم کا خادم، سہارا،



ماسٹر جی، ایسا بھی ہوتا ہے، وہ جذبہ کہاں سے لاؤں، اللہ بچائے، مہمان، خودکشی سنٹر، گولڈن نائٹ، فرض شناس یا ۔۔۔، سلامت رہیں یہ لوگ، دنیا کے سب رشتے، ہنر چھپی، منزل کی جستجو، بلیک فائٹرز، اللہ کا کرم ہے، قصور کس کا ہے؟، آگ اور پانی، شیطان کے چیلے، ڈاکیا یا ڈاکو، بڑی تکلیف ہوتی ہے اور کتابی کردار کے عنوانات کے تحت کہانیاں شامل ہیں۔ ہر کہانی دلچسپی کے علاوہ سبق لیے ہوئے بھی ہے۔

☆☆☆

شاہد اقبال

چودھری حاکم کے بیٹے کے خون آلود کپڑے جب ملے

تو اس کی حالت غیر ہوگئی۔ اُس نے............

بدلہ

وہ پارسل سب سے پہلے مالی مشتاق نے دیکھا تھا..... جیسے ہی وہ پودوں کو پانی دینے کیلئے باغیچے کی طرف جانے لگا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ حویلی کے صدر دروازے کے پاس وہ پارسل پڑا ہوا تھا آج صبح کے وقت ایسی چیز کو دیکھ کر حیران ہونا قدرتی عمل تھا..... یوں بھی حویلی میں حالات بگڑے ہوئے تھے۔ مشتاق مالی نے فوراً پارسل اٹھایا اور چودھری حاکم کے حضور حاضر ہوگیا..... کمرے میں چودھری حاکم جاگ رہا تھا۔

"یہ..... یہ..... کچھ ملا ہے..... حویلی کے بڑے دروازے کے پاس پڑا تھا"۔ چودھری حاکم نے جھپٹ کر پارسل پکڑا اور اسے کھولنے لگا۔ کسی پرانے اخبار میں کچھ لپیٹا گیا تھا..... چند لمحوں بعد کا منظر دل دہلا دینے والا تھا..... وہ کسی کے خون آلود کپڑے تھے۔

"یہ..... یہ..... تو انور کے کپڑے ہیں۔" چودھری حاکم نے کپڑے فوراً پہچان لئے.....اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ "اوہ میرے خدایا..... یہ..... یہ کیا ہو گیا..... ؟؟؟" اس کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہو..... وہ لہرایا، گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ مالی مشتاق گھبرا کر اس کی طرف بڑھا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے صورتحال ہی ایسی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆

یہ چند دن پہلے کا واقعہ ہے کہ چودھری حاکم اپنی جیپ میں بیٹھا تیز رفتاری کے ساتھ شہر سے واپس آ رہا تھا کہ اپنے ہی گاؤں میں ایک موڑ مڑتے ہوئے اقبال کا تیرہ سالہ لڑکا گامو جیپ کے سامنے آ گیا اور..... چودھری حاکم نے اسے یوں روند ڈالا جیسے..... جیسے..... وہ کوئی معمولی کیڑا مکوڑا ہو..... دور سے ہی اقبال نے یہ ہولناک منظر دیکھا تو..... جیسے اس کی جان ہی نکل گئی۔ وہ روتا دھوتا اپنے بیٹے کی طرف بھاگا..... گامو کی ٹانگیں بُری طرح کچلی گئی تھیں.....

"سرکار..... سرکار..... یہ کیا ظلم کر دیا؟" اقبال نے گامو کا سر گود میں رکھ کر دہائی دی۔ چودھری حاکم نے حقارت سے اسے ایک گھور کر دیکھا۔

"ہائے..... کوئی قیامت نہیں آ گئی..... شکر کرو جان بچ گئی..... اور دیکھو کسی سے ذکر بھی مت کرنا..... تم جانتے ہی ہو [illegible] کیا انجام ہوتا ہے۔" اقبال نے بھیگی آنکھوں سے چودھری حاکم کو دیکھا: "جی..... سرکار..... لیکن..... آپ بھی یاد رکھیں کوئی ہے جو اوپر بیٹھا سب دیکھ رہا ہے اور وہی اس جہاں کا مالک و خالق ہے۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے..... اس کا بدلہ بڑا بھیانک اور خوفناک ہوتا ہے۔"

"زیادہ بک بک مت کرو۔ جاؤ گامو کو ہسپتال لے جاؤ۔" چودھری حاکم نے رعونت سے کہا اور اپنی جیپ سٹارٹ کرنے لگا..... اس وقت یہاں ان لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا مگر..... دور ایک چھت پر دو روشن آنکھوں سے لگتا تھا کوئی یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا.....

☆.....☆.....☆.....☆

انور چودھری حاکم کا اکلوتا بیٹا تھا..... چودہ سال کی عمر میں ہی اس نے اپنی ذہانت اور اخلاق سے ہر ایک کو گرویدہ بنا لیا تھا۔ اپنے باپ کی ظالمانہ عادات سے اسے سخت نفرت تھی..... سب گاؤں والے حیران ہوتے کہ انور کا مزاج اپنے باپ سے یکسر مختلف کیوں کر ہے؟ شاید اس کی ماں کی تربیت اچھی تھی اور سکول کے ساتھ ساتھ وہ مسجد کے حافظ صاحب سے قرآن پڑھنے بھی جاتا تھا اور جب ایک روز انور اچانک گھر سے غائب ہو گیا تو پوری حویلی میں گویا قیامت ٹوٹ پڑی..... صبح کے وقت وہ اپنے بستر پر موجود نہ تھا۔ کمرے میں کسی قسم کی بے ترتیبی نہ تھی یوں لگتا تھا کہ وہ باہر نکل خود چل کر گیا ہے اور پھر کسی نے اسے اغوا کر لیا۔ ماں کا رو رو کر برا حال تھا..... خود چودھری حاکم بھی پریشان تھا۔ اولاد کا غم ماں باپ کو کھائے جا رہا تھا اور..... آج دوسرے روز ہی انور کے خون آلود کپڑے ملے تھے چودھری حاکم دل گرفتہ رہ گیا..... ممکن ہے کہ کسی نے انور کو خدانخواستہ قتل کر دیا ہو..... ؟؟؟ اُس کا دل لرز اُٹھا۔ "نن..... نہیں!!!" چودھری حاکم کانپ اٹھا..... انہی سوچوں میں غرق اچانک وہ بُری طرح چونک اٹھا..... چند روز پہلے پیش آنے والا واقعہ اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا..... اقبال کے بیٹے گامو کی دلخراش چیخیں اسے اپنے



کانوں میں گونجتی محسوس ہوئیں...... پھر یکا یک اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا" حت...... تو...... کیا...... بالے نے انتقام لیا ہے؟؟؟...... نن...... نہیں اس کی کیا اوقات کہ وہ مجھ سے ٹکرائے۔ اولاد کی محبت میں ممکن ہے وہ دیر کر گزرا ہو...... ؟"۔ وہ منہ میں ہی بڑبڑا رہا تھا۔ پھر اس نے ایک خوفناک فیصلہ کیا...... وہ چیخا...... مخاطب اس کا خاص محافظ تھا۔ "فلک شیر...... گاڑی نکالو اور اسلحہ کے ساتھ چند بندے بھی تیار کرو...... فوراً...... "۔

آندھی اور طوفان کی سی رفتار سے اب ان کی جیپ اقبال کے گھر کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ بند دروازے کو دیکھ کر وہ بپھر گیا: "بالے...... او بالے...... باہر نکل...... دیکھ تیری موت باہر کھڑی ہے۔" ریوالور کے ساتھ وہ دھاڑا...... چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ آس پاس کے گھروں کے دروازے کھلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی گاؤں والے جمع ہو گئے...... ہر کوئی اصل کہانی جاننے کے لئے بے تاب تھا۔ بھلا چودھری حاکم کو بالے سے کیا دشمنی ہو سکتی تھی؟...... ایک بار پھر چودھری حاکم چلایا: "دروازہ کھول ورنہ توڑ ڈالوں گا اور...... "۔ غصے کی زیادتی سے وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ اسی لمحہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا اور کوئی باہر نکلا...... یہ انور تھا...... چودھری حاکم کا بیٹا...... اپنے بیٹے کو دیکھ کر چودھری حاکم ہکا بکا رہ گیا...... اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اپنے بیٹے سے یوں آمنا سامنا ہو جائے گا...... وہ جیسے پتھر ہو گیا تھا...... اس نے سنا اس کا اپنا بیٹا اس سے مخاطب تھا: "ابا جان چلائیے گولی...... رک کیوں گئے؟...... دیکھا !!! کیسے درد بے حال کرتا ہے باپ کو جب اس کی اولاد پر کوئی پریشانی کوئی مصیبت حملہ کرتی ہے۔ کیسے رات کی نیندیں حرام ہوتی ہیں؟...... کیسے پل پل غم اس پر ٹوٹتا ہے؟ جی ہاں...... اسی بات کا احساس کروانے کے لئے ہی میں نے یہ سارا کھیل کھیلا۔ جب گامو کو آپ نے اپنی جیپ سے بچتے ہی مار ڈالا، ساری عمر کے لئے ٹانگوں سے معذور کر دیا تو اس کے ماں باپ پر کیا گزری ہو گی...... ؟؟۔

کیسے انہوں نے آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ اس حادثے کو قبول کیا ہو گا کیسے انہوں نے اس درد کو برداشت کیا ہو گا؟؟؟؟ اس کا بدلہ چکانے کے لئے رب کی عظیم ذات نے میرا انتخاب کیا۔ اس وقت میں چھت پر کھڑا اور ہیں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد جب چاچا اقبال سے میں ملا تو ساری صورتحال واضح ہو گئی...... غلطی آپ کی تھی...... اتنی زیادہ تیز رفتاری سے آپ کو ڈرائیونگ ہی نہیں کرنا چاہئے تھی...... اوپر سے آپ نے اپنی غلطی ماننے کی بجائے چاچا اقبال سے بدسلوکی کی حالانکہ آپ کو خود گامو کو ہسپتال لے کر جانا چاہئے تھا اور سارا خرچ برداشت کرنے کے علاوہ ان کی مالی امداد بھی کرنا چاہئے تھی۔ پھر چاچا اقبال کے منع کرنے کے باوجود میں نے آپ کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا اور خود ہی گھر سے غائب ہوا۔ پھر کسی جانور کے خون سے آلودہ کپڑے آپ کو بھجوائے تاکہ آپ کو بھی احساس ہو کہ اولاد کا دکھ کیا ہوتا ہے۔" انور بولتا چلا گیا......

چودھری حاکم بُت بنا سب کچھ سن رہا تھا۔ اس کی آنکھیں برس رہی تھیں احساس کے کانٹے اسے بُری طرح چھلنی کر رہے تھے...... تب اس کے ہاتھ سے



ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ اس کے دونوں ہاتھ جڑے ہوئے تھے۔

"بالے مجھے معاف کر دو میں تمہارا مجرم ہوں"

انور کے عقب میں کھڑے اقبال نے آگے بڑھ کر چودھری حاکم کو گلے سے لگا لیا...... اس کی آنکھوں سے بھی اشک رواں تھے۔

"میں...... آپ کو دل سے معاف کرتا ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگنی چاہئے۔ یقیناً اس کے ہاں توبہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو...... اللہ رب العزت اپنے گناہ گار بندوں کو بھی مایوس نہیں کرتا...... وہ رحیم و کریم ہے۔"

چودھری حاکم نے کہا تو پاس کھڑے سب لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی...... انمول خوشی کی لہر...... !!!۔

☆☆☆

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا ہے؟

جہاں بھی لفظ امر کا استعمال ہو تو ذہن میں فوراً خیال آتا ہے کہ ہمیں کوئی حکم دیا جانے لگا ہے۔ یہ جزوی طور پر درست ہے۔ لیکن لفظ امر کو صرف حکم تک محدود کر دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ لفظ امر کا مطلب حکم دینے کے علاوہ بات، فعل، کام، مشورہ، شوق اور اصرار میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ معروف کے معنی "پہچانا ہوا" کے ہیں۔ اس معنی کے علاوہ معروف کا لفظ نیکی اور نیک کام میں بھی استعمال ہوتا ہے"۔ امر بالمعروف سے مراد یہ ہوا کہ کسی کو نیکی کا حکم دینا، نیک کام کا مشورہ دینا، نیکی کے کاموں کی طرف رغبت اور شوق دلانا۔ یہ رغبت اور شوق وعظ کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور عمل کی صورت میں بھی۔ دوسروں کو جھوٹ، غیبت، ملاوٹ، دھوکہ دہی وغیرہ سے بچنے کی تلقین کرنا اور خود بھی ان امور سے بچنا امر بالمعروف کہلاتا ہے۔ اگر کوئی دوسروں کو تو نیکی کا حکم دے اور نیک کاموں کی ترغیب دلائے اور اس کا اپنا عمل اس کے برعکس ہو اور اسے امر بالمعروف سمجھا ایک سنگین غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔

لفظ "نہی" اور "نہیں" میں بہت زیادہ فرق و امتیاز پایا جاتا ہے۔ لفظ "نہیں" کا مطلب ہے نفی کرنا، انکار کرنا اور اس کیلئے انگریزی میں Not استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ "نہی" کا مطلب ہے روکنا، ممانعت اور منع کرنا۔ انگریزی میں اس کیلئے Do Not کا لفظ ہے۔

عن کے معنی "سے، ساتھ، ذریعہ سے" کے ہیں۔ منکر کا مطلب ہے انکار کیا گیا، مکروہ، خراب، ناشائستہ، بدی و برائی۔ نہی عن المنکر کے مطلب یہ ہوا کہ ناشائستہ (کاموں) کی روک، برے (افعال) کی ممانعت کرنا، بدی اور برائی سے منع کرنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے یہ مفہوم بھی واضح ہوتا ہے کہ نیکی اور خیر کے ذریعہ سے بدی و برائی کی ممانعت کرنا یا نیک کاموں کی طرف شوق دلا کر برے کاموں کا خاتمہ کرنا۔ مثلاً اگر کسی ایسی جگہ کوڑا کرکٹ یا گندگی وغیرہ پھیلائی جا رہی ہو جہاں سے لوگوں کا گزر ہو تو ہمیں چاہیے کہ اس جگہ پر کوڑا کرکٹ پھینکنے کی بجائے اس جگہ پھینکا جانا چاہیے جہاں لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ امت محمدیہ کے ہر فرد پر لازم و ملزوم ہے۔

(حفظہ انیس کھوکھر۔ فروکہ سرگودھا)

☆☆☆

ماہنامہ پھول

کھٹے میٹھے خطوط

السلام علیکم

شکریہ

اُن تمام پھول ساتھیوں کا شکریہ جنہوں نے عید الفطر کے موقع پر خوبصورت عید کارڈز اور تحائف بھجوائے۔ اور عید کارڈ بھجوانے کی دم توڑتی روایت کو زندہ رکھا۔ خوش رہیں۔

انعامی خط اول

☆ ---- اچھی کامیابی سے کانفرنس ہوئی اور یہ ایک اہم سنگ میل تھا۔ اس کامیابی پر اور آپ کو ملنے والے ایوارڈ پر ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ نیکی کے کاموں میں آپ کا ساتھ دینے والے دیگر افراد کو اس کا بہتر صلہ خدا کی طرف سے ضرور عطا کیا جائے گا۔ (ان شاءاللہ)۔

علم و ادب کے وہ زمانے یادگار تھے اور ادیبوں کی محنت ناقابل فراموش تھی جب ہر شخص دل سے اس کا قدر دان تھا۔ اس کے فروغ کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا تھا۔ ادارے اپنا کام ایمان داری اور خلوص نیت سے سرانجام دیتے تھے۔ پرنٹ میڈیا کے دور سے جب ہم نے الیکٹرانک میڈیا کے دور میں قدم رکھا تو علم و ادب خصوصاً کتابوں کی اہمیت گھٹنے لگی۔ اگر ایسا نہیں تو کم از کم یہ بات تو تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ انٹرنیٹ کی ایجاد کے بعد ہم تنزلی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ اس دور میں ادب اطفال پر ہونے والی یہ کانفرنس، آج کی ضرورت نظر آتی ہے۔ اس بات کی آگاہی کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بڑوں کو اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے بچوں کے ادب کے انتخاب پر توجہ دینی چاہئے اور خاص طور پر ٹی وی پر آنے والی غیر اخلاقی نشریات دیکھنے سے گریز کیا جائے کہ ذہن پر اس کا زیادہ منفی اثر پڑتا ہے۔ رمضان کا رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ اپنے اختتام کو پہنچا اور روزے جاتے جاتے عید کا تحفہ دے گئے ہیں۔ آداب محفل کوئی پھول سے ٹھنڈے بغیر چائے پانی کے خاطر مدارت اور استقبال کے یہ انداز ---- مزا آ گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے۔ جزاک اللہ۔ ڈاکٹر فوزیہ سعید کا سلسلہ آگاہی قابل تعریف عمل ہے۔ بچوں کو منشیات کے خلاف آگاہی دے کر انہیں اس تباہی کے رستے سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا ہر شخص کو نشے جیسی لعنت سے محفوظ رکھے۔ محمد عارف عثمان کی کہانی بہت اچھی تھی۔ ہر شخص کے "وہ" سے ہم سب کو روشناس کرایا گیا۔ ویسے اسے ضمیر بھی کہا جا سکتا ہے نا (جی ضمیر ہی ہے)---- اور انسان باضمیر انسان کہلانے کے لائق ہے۔ ورنہ وہ انسان نہیں جس کا ضمیر ہی مردہ ہو۔

گرمی کی شدت ان دنوں بہت بڑھ چکی ہے (اب تو رحمت کی گھٹائیں برس رہی ہیں)۔ اللہ تعالیٰ ہم سے ہماری ناشکریوں، کوتاہیوں اور ہمارے گناہوں کے باوجود محبت کرتا ہے۔ وہ عظیم ہے۔ دعا ہے جن علاقوں میں بارش نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ وہاں بھی رحمت نازل کرے۔ (آمین)۔

"میں باپ ہوں" قرۃ العین خرم کی لکھی خوبصورت تحریر تھی۔ ٹھیک کہا کہ باپ کا سایہ ہو تو اولاد واقعی امان میں رہتی ہے۔ آپ کو انٹرنیشنل کانگریس کی طرف سے ملنے والے انعام پر ڈھیروں مبارک باد (شکریہ [illegible]) نیک کام کرنے والوں اور پُرخلوص جذبوں [illegible] لوگوں کو [illegible] پھل دیتا ہے۔ اس چمن کی تازگی اور ہریالی کے لئے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ۔ (مریم اعجاز، لاہور)

انعامی خط دوم

☆ ---- ماہنامہ پھول [illegible] رنگ پھولوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے جو مختلف خوشبوؤں سے وطن عزیز کے ماحول کو مہکا رہا ہے۔ وہ ماحول جس میں نونہالان قوم پرورش پا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسے ادارے کا جریدہ ہے جو اہم ہو سکتی ہے۔ "نوائے وقت" ابتدا ہی سے وقت کی آواز ثابت ہوا اور آج تک ثابت ہو رہا ہے۔ ماہ جون 2018ء کا پھول میرے سامنے ہے۔ سرورق پر عید کی تیاری کرتے بچی اریشہ فیضل ہم سے پوچھ رہی ہے کہ میں پیاری لگ رہی ہوں نا؟ تو گڑیا نہ صرف آپ پیاری لگ رہی ہیں بلکہ آپ نے رسالے کے سرورق کو بھی بہت پیارا بنا دیا ہے۔ محترم مجید نظامی کی تصویر نے سرورق کی شان اور دوبالا کر دی ہے۔ انتساب کو دیکھا جن لوگوں کے نام تھا جو اپنے عزیز و اقارب اور غریب مستحق لوگوں کو عید میں شریک کرتے ہیں۔ حمد اور نعت کے بعد کرنیں میں فخر قوم مسلم حضرت عمرؓ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلو اجاگر کئے گئے ہیں۔ آپؓ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بے مثل و بے مثال ہے اور یہ لاجواب ہے۔ عہد صحافت جناب مجید نظامی مرحوم کو نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ ایک سوال دنیا بھر کے سروے میں سے ایک انقلابی جائزہ ہے۔ انگلینڈ اور سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ عظیم ترین شخصیت ہیں جنہوں نے اسلام کے پھیلاؤ اور استحکام کے لئے وہ کام کیا ہے جو کوئی اور نہ کر سکا۔ خالد پیشتے کی عید میں دو کرداروں کو بڑے احسن انداز میں پیش کیا گیا ہے جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ دھرتی کے معصوم پھول میں چائلڈ لیبر کے نقصان کو واضح کیا گیا ہے۔ پہلی گولیاں بھی ایک سبق آموز کہانی ہے۔ کھلکھلاتی کو رنگا رنگ تحریروں سے خوب سجایا گیا ہے۔ عادل میں جو کردار پیش کیا گیا ہے وہ واقعی اسم با مسمّیٰ ہے۔ باقی کہانیوں کا انتخاب خوب ہے۔ نظموں میں عید آ رہی ہے، رمضان آیا، نیا چاند نظر آنے پر، بہار، بچوں کا رسالہ پھول، اے قبلہ اول، ماہنامہ پھول لاہور کے ساتھیوں کی نظر اور بادشاہی مسجد خوب ہیں (تفصیلی تبصرے اور حوصلہ افزائی کے لیے آپ کے شکرگزار ہیں)۔

(ریاض حسین قمر، منگلا ڈیم)

انعامی خط سوم

☆ ---- اوں کا پیارا "پھول" ہاتھوں میں ہے۔ جس کے حصول کی کہانی ہر ماہ ایک نئی جدوجہد کی حامل ہے۔ سرورق پر جگمگاتا اریشہ فیضل کا چہرہ خوبصورت پراندے اور زیور بھی پہننے کی وجہ سے بہت معصوم لگ رہا تھا۔ "حمد" اور "نعت" کے بعد "کرنیں" پڑھیں۔ کاش یہ کرنیں آج کل کے حکمرانوں کے دلوں پر اثر کریں۔ "صحافت کے پھول" بہت خوبصورت شخصیت کہ جنہیں سلیوٹ کرنے کو دل کرتا ہے۔ خصوصاً آخری سطور "وہ شعلہ بیان مقرر تو نہیں تھے ---- اُن کی شخصیت کی مکمل عکاسی کر رہی تھیں۔ "شیزہ اسلم رحیم" کی تحریر کے لیے الفاظ نہیں۔ یہ تاریخ آج کی نسل کے لیے مشعل راہ ہے۔ (دھرتی کے معصوم پھول) فکر انگیز موضوع تھا۔ عید کے حوالے سے لکھی گئیں تمام کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی کے شعر کی پہلی سطر ہی ساری توجہ سمیٹ لیتی۔ "کیا عمر اور کیا جذبہ" ---- اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے لرزتے کانپتے ہاتھوں کو وہی طاقت عطا کرے جو ان کے دل میں ہے۔ اُن کا حوصلہ ہمیشہ بلند رہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح "پھول" کو رونق بخشتے رہیں (آمین)۔ ہماری بھی یہی دعا ہے۔ یہ رسالہ بچوں کا کتابوں کے ساتھ تعلق بہت مضبوطی سے جوڑے ہوئے ہے۔ کتب بینی بہت اچھی عادت ہے جو آج کل کے بچوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ کتاب سے محبت سکھانے میں اساتذہ اور والدین کا بہت کردار ہوتا ہے۔ کمپیوٹر اور موبائل کے اس دور میں بچوں کے یہ رسائل ایک امید ہیں کہ بچوں کا تعلق کتاب سے، کہانی سے جڑا ہوا ہے۔ بچوں کے ادب کی تخلیق بلاشبہ بہت محنت کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات "پھول" کے چاہنے والوں کو مزید ہمت اور حوصلہ عطا کرے تاکہ یہ سفر جاری و ساری رہے۔ کہتے ہیں کہ تقدیر سر دیکھ کر سرداری دیتی ہے۔ یہ سعادت ہر قلم کو حاصل نہیں ہو سکتی، یہ مقام ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتا۔

(سلمیٰ صفی، لمن)

☆ ---- دعا ہے کہ یہ پھول رسالہ ہمیشہ ہمارے گھر میں پھولوں کی طرح آتا رہے۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی

قرض حسنہ ہے۔ (کتنے لوگوں سے قرض لے رکھا ہے؟)۔ بہت ساری دعاؤں اور خوشیوں سے گزری ہوئی عید سب کو مبارک باد ہو۔ (فوزیہ اسلم ــــ کوئٹہ)

☆ ــــ پھول 3 جون کو ملا۔ سب سے پہلے حمد اور نعت پڑھی۔ کہانیاں سب اچھی تھیں لیکن ''نذیر انبالوی'' کی کہانی ''بیلی گولیاں'' بہت اچھی تھی۔ (کھانی پڑیں تو پھر پتہ چلتا ہے)۔

(ابرار خان ترین ــــ کوئٹہ)

☆ ــــ ''پھول'' واقعی بہت اچھا اور پیارا ہے۔ مجھے اس بار ''گلکاریاں'' بہت اچھی لگی اور لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ خدا پھول کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

(محمد عبید الرحمن ــــ ملتان)

☆ ــــ باجی آپ کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی پر آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ بندہ آپ کو اور آپ کے ادارہ کو رمضان اور عید مبارک پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے گلزار پھول کو برسوں سرسبز و شاداب اور معطر بنائے رکھے۔ آمین۔ (شگفتہ طرز کی دعاؤں کا شکریہ)۔

(چوہدری اسد اللہ خاں ــــ لاہور)

☆ ــــ اس بار پھول 3 تاریخ کو مل گیا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص کر خالہ چٹنے کی عید اور نظمیں بہت اچھی تھیں۔ ہماری طرف سے پھول کی پوری ٹیم کو عید مبارک اللہ پھول کو یونہی خوشبو بکھیرنے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین۔

(حنیفہ حمزہ طیبہ راشد علی عمر عاصم مصطفیٰ عالیان لقمان اکرام رضوان یاسر وسیم اسد خان ابوبکر ذوالقرنین فرقان فرحان سلیمان حزل عثمان شاہ زین ــــ بستی صابو خیل) (کس کس کے نام لکھ دیئے ہیں؟)

☆ ــــ سب سے پہلے حمد پڑھی پھر نعت پڑھی۔ کرنیں بڑی اچھی روشنی بکھیر رہی تھیں۔ پھر آپ کا اداریہ پڑھا۔ ــــ آپ نے بہت اچھا لکھا۔ میری طرف سے تمام ساتھیوں اور پوری ٹیم کو تہہ دل سے عید مبارک۔ اس بار کہانیوں میں عید کے دن، ایک سوال، خالہ چٹنے کی عید، جادو کا قلم، نئی سوچ، میں باپ ہوں، قرض حسنہ، گرمی کی شدت، بوڑھا بونا، حضرت اسماءؓ کی سخاوت بہت اچھی لگیں۔ نظمیں بھی بہت اچھی تھیں۔ تمام مضامین بھی بہت اچھے تھے (سب اچھا ہے)۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)۔ خدا نوائے وقت گروپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ خدا جناب مجید نظامی کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)۔

(ذوہیب الرحمن ــــ صابو خیل)

☆ ــــ میرا نام امامہ مغل ہے اور میں کلاس ششم کی طالبہ ہوں۔ میں اول کلاس سے ہی ماہنامہ پھول کی باقاعدہ قاریہ ہوں اور میرے چھوٹے بھائی بھی شوق سے پھول کا مطالعہ کرتے ہیں۔ میرے بابا کا ماننا ہے کہ پھول کی اصولی کہانیاں بچوں کی اخلاقی تربیت میں والدین اور معاشرے کی معاون ہیں (آپ کا اور آپ کے ابو جی کا شکریہ)۔ ابھی ان کی عمر زیادہ نہیں ہوگی اور آپ نے انہیں بابا بنا دیا)۔

(امامہ مغل ــــ لاہور)

☆ ــــ میں ''پھول'' کی خاموش قاری ہوں۔ (3) تین سال سے پھول کا مطالعہ کر رہی ہوں۔ ویسے آپ ٹھیک ہی لکھتے ہیں۔ ''پھول'' کی ادا سب سے جدا۔ بے شک پھول کے ساتھ کوئی مقابلہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

سرورق رسالے کی خوبصورتی بڑھانے میں اپنا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل کو ایمان کی روشنی سے منور کیا۔ (الحمد للہ)۔ کرنیں اور اداریہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ پھول آپ لوگوں کی سرپرستی میں تیزی سے بلندیوں کی طرف گامزن ہے۔ مبارک باد قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ پھول کو مزید ترقی دے (آمین) اور ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ پھول کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھیں اور ہمیں ہر بار علم کی دولت (اور مال و دولت سے بھی) سے نوازتا رہے۔ (آمین)۔ پھول کو اللہ تعالیٰ دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں۔ (آمین)۔

(سمیرا زاہد ــــ کلورکوٹ)

☆ ــــ جون کا شمارہ ملا تو بہت اچھا لگا تمام کہانیاں، نظمیں، پھول آرٹ گیلری، [illegible] زبردست تھا۔ کہانیاں ''میں باپ ہوں، جادو کا قلم'' اور [illegible] تھیں۔ اس پھول میں بہت [illegible] ہے۔ (سیکھتے رہیں)۔

(سمیرا زاہد ــــ فاضل)

☆ ــــ [illegible] اچھی تھیں۔ کہانیاں [illegible] بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ قرض حسنہ بھی سبق آموز کہانی تھی۔ ''ترانے ہیں انداز ہمارے'' میں آیت وقاص اچھی لگی (آپ کی رشتہ دار تھی؟)۔ ''سائنس کی دنیا'' میں مازیہ کا سوال پسند آیا۔ مسکراہٹوں نے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ نظموں میں ''رمضان آیا'' اور ''بہار'' پسند آئیں۔ گلکاریاں پڑھ کر بہت سبق حاصل کیا۔ قصہ مختصر پورا رسالہ ہی زبردست تھا۔ میں پھول کی نئی قاریہ ہوں۔ (سیدہ امامہ سید تنویر)

☆ ــــ تیسری قومی کانفرنس ادب اطفال 2018ء، بہت بہت مبارک ہو۔ آپ کو عید کی خوشیاں بھی مبارک ہوں۔ وہ لوگ بہت ہی خوش نصیب ہیں جو اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ حمد و نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت پسند آئی۔ کرنیں بہت اچھی لگی۔ اللہ ہمیں حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کریں۔ آمین۔ اداریہ میں آپ نے رمضان المبارک کی فضیلت بتائی بہت اچھا لگا۔ اللہ عمل کرنے کی توفیق عطا کریں۔ آپ نے ''اخوت ادارے'' کے بارے میں بتایا۔ ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ڈاکٹر مجید نظامی کے لئے دل سے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں آمین!

''ایک سوال دنیا کے سوا معین سے'' بہت بہت اچھی لگی اس سے ایمان بڑھ گیا اور سر فخر سے بلند ہے کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ میں حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ جیسی شخصیت ہے۔ حضرت اسماءؓ کی سخاوت ''دھرتی کے معصوم پھول'' ''بیلی گولیاں'' بہت اچھی تھی۔

آرٹ گیلری بہت نمایاں تھی۔ جس میں مریم شہزادی نے آپ کی تصویر نمایاں بنائی (مریم نے تو کارٹون بنانے کی کوشش کی تھی) اور سائنس کی دنیا بہت اچھی تھی۔

(محمد شاہ جہان ــــ رحیم یار خان)

☆ ــــ میری طرف سے پھول اور اس کی پوری ٹیم کو ''عید مبارک'' خوشبو بکھیرتا پھول 2 جون کو ملا تو زندگی میں جیسے بہار آ گئی۔ سرورق پر بچی ہی بچی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ حمد اور نعت پڑھ کر دل کو سکون ملا۔ کرنیں حضرت عمر فاروقؓ کی سادگی اور خدمت خلق کی اعلیٰ مثال تھیں۔ ماشاء اللہ آپ نے پھول کو بہت ترقی دی ہے۔ اللہ پھول کو ہمیشہ خوشبو بکھیرتا رکھے۔ (آمین)۔ پھول اس بار بھی ہمیشہ کی طرح خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوب سیرت بھی تھا۔ ''ترانے ہیں انداز ہمارے'' میں تمام بچے بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ نظمیں بہت پیاری تھیں۔ پھول انسائیکلوپیڈیا بہت زبردست تھا۔ پھول پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ پھول کی ہر کہانی کی تعریف کروں تو جگہ کم پڑ جائے گی (بڑی جگہ ہے۔ جاری رکھیں)۔ خدا آپ کو آپ کے خاندان کو اور پھول سے منسلک ہر شخص اور اس کے خاندان کو صحت کاملہ والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

(محمد الحمید ــــ ملتان)

☆ ــــ مجھے پھول رسالہ بہت پسند ہے۔ پیارا پھول 4 جون کی صبح وصول ہوا۔ سرورق پر بچی اور ہمیشہ خوبصورت لباس زیب تن تھی۔ حمد اور نعت نے دل کو منور کیا۔ اداریے میں آپ نے عملی اقدام اٹھانے کی نصیحت کی (تو اٹھا بھی لیں)۔ محترم مجید نظامی کے حالات زندگی کے بارے میں جانا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ ساری کہانیاں پسند آئیں۔ سائنس کی دنیا کے تمام سوالات معلوماتی تھے۔ انسائیکلوپیڈیا میں مختلف شخصیات کے بارے میں جان کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھول کو ترقی دے۔ (آمین)۔ (ولید عبدان ــــ فیصل آباد)

☆ ــــ میں ''پھول'' کا بہت پرانا قاری ہوں (یعنی آپ پھول کے قائم علی شاہ ہیں) لیکن قلم اٹھا کر لکھنے کی جسارت پہلی مرتبہ کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے آپ کو اور ''پھول'' کی پوری ٹیم کو ''عید الفطر'' مبارک ہو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''پھول'' کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

''جون'' کا شمارہ ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ تمام کہانیاں سپر ہٹ تھیں۔ ''مجید نظامی صاحب'' کی مغفرت کیلئے خصوصی دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ''پھول'' کی پوری

ٹیم کو "صحت" عطا فرمائے۔ آمین۔
(محمد احمد ۔۔۔ منڈی بہاؤالدین)

☆ ۔۔۔ اس بار پھول چار تاریخ کو ملا۔ سرورق پر پیاری سی بچی عید استقبال کرنے کیلئے موجود تھی (استقبال کے لیے نہیں عیدی لینے کے لیے)۔ سب سے پہلے عید کی مبارکباد قبول کریں۔ تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ "پیلی گولیاں" بہت اچھی کہانی تھی۔ کہکشاں میرا پسندیدہ صفحہ ہے۔ اس سے مجھے بڑی اچھی معلومات ملتی ہیں۔ اللہ کرے کہ پھول ہمیشہ سلامت رہے اور مجھے معلومات ملتی رہیں۔ (سیرت بتول ۔۔۔ پنڈ سلطانی)

☆ ۔۔۔ پھول کی ادا تو واقعی سب سے جدا ہے۔ بہت ہی زبردست اور معلوماتی رسالہ ہے۔ دو سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے مجھے پھول پڑھتے ہوئے اس سے بہت معلومات ملتی ہیں۔

سرورق پر مجید نظامی صاحب (مرحوم) کی تصویر سرورق کو چار چاند لگا رہی تھی پیاری سی بچی اریشہ میری طرف برابر دیکھے جا رہی تھی (اور دیکھ بھی رہی تھی)۔ شاید مجھے "عید مبارک" کہہ رہی تھی۔ کرنیں میں بہت اچھے واقعات بیان کئے جا رہے تھے۔ 27 رمضان المبارک کو مجید نظامی صاحب کی وفات کا دن تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)۔ عادل ایک بہت اچھی کہانی تھی۔ واقعی میں آج کل ایماندار لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ 12 جون کے حوالے سے لکھی گئی تحریر "دھرتی کے معصوم پھول" بہت زبردست تحریر تھی۔ ان معصوم پھولوں کے ہاتھوں میں قلم اور کتابیں ہونی چاہئیں تھیں جو محنت مزدوری کر رہے ہوتے ہیں۔ واقعی یہ غربت بچوں سے قلم اور کتابیں چھین لیتی ہے۔ گرمی کی شدت میں تو دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھول کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔ (آمین)۔
(حافظ اقصیٰ بتول ۔۔۔ پنڈ سلطانی)

☆ ۔۔۔ رسالہ ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔ "پیلی گولیاں" پڑھ کر میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جیسے نذیر صاحب نے لوگوں تک یہ پیغام پہنچایا ہے کہ وہ اپنے ملازموں سے رحمدلی سے پیش آئیں ویلڈن نذیر صاحب۔ محمد عارف عثمان کی "وہ" تو دل میں اتر گئی میرے اندر بھی "وہ" موجود ہے (لیکن ہم مردہ)۔ سرورق پر اریشہ کی آنکھیں اگر رنگیں ہیں۔ تو بہت پیاری ہیں (وہ آپ کی طرح لینز نہیں لگاتی)۔ معصوم بچی بہت اچھی لگی۔ کہانیاں خالہ جنتے کی عید، جادو کی قلم، میں باپ ہوں پسند آئیں۔ انتساب بہت اچھا لگا۔
(فضہ یوسف ۔۔۔ بہاولپور)

☆ ۔۔۔ پھول بہت اچھا رسالہ ہے۔ اس بار مجھے "جادو کا قلم" کہانی بہت پسند آئی۔ لطائف پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ اللہ تعالیٰ پھول کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ آمین (شکریہ)۔
(زین عبداللہ ۔۔۔ پنڈ سلطانی)

☆ ۔۔۔ میری غیر موجودگی میں "پھول" نہایت احسن انداز میں ترقی کرتا رہا (بلکہ بہت بہتر ہو گیا)۔ آپ بھی پوری ٹیم کو دو سے اسے سجاتے رہے اور سجا رہے ہیں۔ یہ بات تو عیاں ہے جب تک مالی تندرست ہوگا وہ باغ بھی نشوونما پاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تندرست و توانا رکھے اور دوسری بات یہ کہ جب تک مالی اپنے باغ سے مخلص رہے گا تب تک باغ نشوونما پاتا رہے گا۔ خدا کرے ہمارے حقیقی باغ کو بھی آپ جیسے مخلص لوگ میسر آئیں تاکہ اسے بھی نشوونما میسر آئے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم پاکستان میں سکونت پذیر ہوتے ہوئے بھی اس کی فکر کیلئے کبھی نہیں سوچتے جو کہ اس کا پہلا حق ہے۔ پاکستان میں مخلص لوگوں کی کمی بڑھتی جا رہی ہے اور اسے کھوکھلا کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ سرورق رحمت خدا سے مزین تھا۔ اداریہ میں ٹھیک کہا آپ نے ماہ صیام اپنا محاسبہ کرنے کا پاک مہینہ ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت سے نوازے۔ الفوت یونیورسٹی واقعی ہی میں ایک قابل تحسین قدم ہے۔ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ اس کی بنیادوں میں جس قدر آپ اینٹیں لگا سکیں اس قدر ہی کم ہے (آپ بھی لگائیں گے کہ نہیں؟) اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ آبروئے صحافت واقعی ہی میں ایک بے باک صحافی تھے۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ رحمت عطا کرے۔ محمد عارف عثمان ... لکھنے کا کمال فن رکھتے ہیں۔ مریم ناز کی "خالہ جنتے کی عید" سبق آموز تھی۔ ہمیں دوسروں کی خوشیوں سے حسد نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کی خوشیوں میں شریک ہونا چاہئے۔ اختر سردار چودھری نے واقعی ہی میں ... ہوں" نہایت پراثر تحریر تھی۔ گزشتہ عید مبارک۔ خدائے بزرگ و برتر سب کا حامی و ناصر ہو۔ اللہ تعالیٰ پھول کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔
(عبداللہ بدر ۔۔۔ فورٹ عباس)

☆ ۔۔۔ پھول رسالہ چار جون کو ملا تو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ سرورق پر نیلی آنکھوں والی اریشہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ حمد و نعت سے روح کو تازگی حاصل ہوئی اور دل کو سکون نصیب ہوا۔ نذیر انبالوی کی پیلی گولیوں نے دل کو تڑپا دیا۔ عثمان عارف کی "وہ" پسند آئی۔ آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی والدہ، مجید نظامی، حمید نظامی اور تمام مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ (جزاکم اللہ)۔
(مسکان رانا ۔۔۔ فیصل آباد)

☆ ۔۔۔ خدا آپ کو اور آپ کی پوری پھول ٹیم کو عمر خضر عطا کرے تاکہ اس چمن کا ہر پھول کھل کر اپنی خوشبو بکھیر سکے۔ اس ماہ کا پھول بہت خوب تھا۔ میں آپ کو اپنی تحریر بھیج رہا ہوں (فوٹو کاپی اور صفحے کے دونوں جانب لکھی تحریر شائع نہیں کی جاتی)۔ (محمد بلال رضوی ۔۔۔ شیخوپورہ)

☆ ۔۔۔ پھول میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ سرورق پر خوبصورت پری کی عید کی تیاری خوب تھی۔ اداریہ میں تعلیم کی بات خوب تھی۔ آج بھی کا فخر حضرت عمرؓ کے نام سے کانپتا ہے۔ خالہ جنتے کی عید کو پڑھ کر بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ ہمیں کبھی حسد نہیں کرنا چاہیے۔ دوسروں کی خوشی میں خوشی اور غمی میں غم کرنا ہی انسانیت ہے۔ دھرتی کے معصوم پھولوں پر جو جبر ہو رہا ہے اسے پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ نذیر انبالوی کی پیلی گولیاں پڑھ کر افسوس ہوا۔ کہکشاں میں تو ہر رنگ موجود تھا۔ بوڑھا بونا پڑھ کر بڑا لطف آیا۔ ایک عادل پولیس آفیسر کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی (کہ کوئی پولیس افسر عادل بھی ہو سکتا ہے)۔ سب پولیس ایسی ہو تو جرائم ختم ہو جائیں۔ اور یہ بات بالکل درست ہے کہ بچوں کے ادب کی تخلیق ایک مشکل کام ہے۔ جادو کا قلم، میں باپ ہوں اور قرض حسنہ نکھار یوں کے بہترین شاہکار تھے۔ نیز پھول ہر طرح سے سجا ہوا اور خوشبو بکھیرتا ہے۔ اس نے مجھے اتنا شائق بنا دیا ہے۔
(حماد احمد ۔۔۔ ملتان)

☆ ۔۔۔ اداریہ پڑھا "الفوت" (ادارے) کے بارے میں پتہ چلا اور معلومات بھی ملیں۔ تمام کہانیاں اور نظمیں اچھی تھیں (اچھا جی)۔ (طیبہ حمید ۔۔۔ بھیرہ وال)

☆ ۔۔۔ پھول ہمیشہ کی طرح مسکراتا نظر آتا ہے خوبصورت سرورق کے ساتھ۔ پھول دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بہت شاندار تھی۔ شہزادہ اسلم رہبر کی تحریر پڑھ کر جذبہ پیدا ہوا اور مجید نظامی صاحب کی یاد میں دل بہت رویا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ روسی لوک کہانی، برف کی لڑکی بہت اچھی تحریر تھی۔ کہکشاں اور مسکراہٹیں ہر ماہ کی طرح دلچسپ ہوتی ہیں۔ اختر سردار صاحب کی تحریر دھرتی کے معصوم پھول پڑھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل افسردہ سا ہو گیا اگر ہمارے حکمران جتنی ترجیح میگا پروجیکٹ کو دیتے ہیں اگر اتنی ترجیح ان معصوم بچوں کو دیں جو غربت کی چکی میں پس رہے ہیں تو پاکستان کے ہر بچے کا مستقبل روشن ہو جائے گا (لیکن حکمرانوں کا تاریک ہو جائے گا)۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ پھول کے قارئین اور ادارے کو ہمیشہ خوش رکھے اور اللہ تعالیٰ ہر مصیبت سے بچائے۔ آمین۔
(ملک محمد عظیم یعقوب ۔۔۔ ننکانہ صاحب)

☆ ۔۔۔ بچوں کے ادب اور بچوں کے لئے جناب شعیب مرزا ان کی ٹیم اور دوسرے ساتھی ایک بار پھر بازی لے گئے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اپنی ان کاوشوں میں کامیابی نصیب ہو۔ وہ عظیم کامیابی جس کے آثار ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ "رائٹرز گلڈ ادب اطفال ایوارڈ 2016ء" کے ونرز ڈاکٹر طاہر وارثہ، جناب نذیر انبالوی اور جناب محمد شعیب مرزا کو مبارکباد قبول ہو۔ اس کاوش کے لیے ہم اکادمی ادبیات اطفال کے سیکرٹری جناب محمد وسیم عالم صاحب اور جناب شعیب مرزا صاحب کے شکر گزار ہیں (آپ کے تعاون اور تشریف آوری کا بھی شکریہ)۔ گلڈ کے سیکرٹری جناب جاوید عقیل بھی شکریے کے مستحق ہیں۔

جنہوں نے ان مخلص صاحبان کی کاوشوں کو پذیرائی بخشی۔

(جاوید اقبال، لاہور)

☆۔۔۔ تیسری قومی کانفرنس بے حد یادگار رہی۔۔۔ آپ کی توجہ اور محبت کے لئے تہہ دل سے ممنون ہوں۔ مٹھائی کا تحفہ یقیناً پسند آیا ہو گا (سب کو بتا دیا کہ آپ مٹھائی لے کر آئے تھے)۔ بہت ساری دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔ پھول کی تمام ٹیم کو سلام و دعائیں۔ (شاہد اقبال، گوجرانوالہ)

☆۔۔۔ ماہنامہ ''پھول'' کا تازہ شمارہ نظر سے گزرا۔ اس کی رعنائی و توانائی دیکھ کر دل میں خوشی و مسرت کا سمندر موجزن ہوا۔ شکر گزار ہوں کہ آپ نے پھول کتاب گھر کے صفحے پر اس ناچیز کے نعتیہ مجموعے ''خوشبوئے مدینہ'' کا تبصرہ شائع کیا۔ اللہ رب العزت جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ زیر نظر شمارہ بچوں کی تعلیم و تربیت ان کی اصلاح اور ان کے تحفظ و نگہداشت کے حوالے سے اپنے صفحات کے دلکشا آنگن میں جو خوشبو، روشنی اور رنگ بسائے ہوئے ہے۔ ان میں معنویت و جاذبیت کی بہاریں محو رقص ہیں۔ نفسا نفسی کے اس دور میں ''پھول'' جیسے میگزین کی ایک تسلسل سے اشاعت بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ اس سلسلے میں جو عظیم الشان کردار ادا کر رہے ہیں اس پر آپ ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ آپ جیسے لوگ ہی کسی معاشرے کی جبیں کا خوبصورت جھومر ہوتے ہیں۔ آپ کا اخلاص اور آپ کا حوصلہ بلند ہمتی قابل رشک ہے۔ امید ہے آپ کا یہ سلسلہ اسی رعنائی و تحسین جذبے کے ساتھ جاری و ساری رہے گا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کے ارادوں اور حوصلوں کی یہ تابش و حرارت قائم و دائم رکھے۔ آمین (اتنے خوبصورت الفاظ میں تعریف کا شکریہ)۔ (ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا)

☆۔۔۔ میں اپنی بیماری کے باوجود بچوں کی تیسری کامیاب کانفرنس میں خوشی خوشی شامل ہوا۔ میری آدھی بیماری ختم ہو گئی۔ یہ کانفرنس تو آپس میں مل بیٹھنے اصلاح و مشورہ، تبادلہ خیالات اور اظہار یکجہتی کا بہانہ ہیں۔ تیسری کانفرنس بھی ہمیں مستقبل کے بہت سے خواب دکھا گئی، جو خوبصورت تعبیروں سے ہمکنار ہوں گے۔ یہ سلسلہ جاری رہے تو بچوں کو نیا عزم و حوصلہ ملے گا۔ کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جو آج کے بچوں کا بھلا سوچ کر بچوں کے ادب کی تخلیق کا سفر جاری رکھے ہیں۔ ان عملی اقدامات کا سلسلہ بھی انہیں وقت ہی دے گا کانفرنس کے میزبان لائق صد تحسین ہیں۔ جنہیں ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں۔ بچوں کو روشن مستقبل کا تحفہ دینے والے لوگ جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہیں۔ میرا سلام ان تمام بچوں کے ذہن و شعور تک پہنچے جنہیں اللہ نے یہ اہم ذمہ داری دی ہے اور صدق دل سے پوری بھی کر رہے ہیں۔ کانفرنس حاضرین کے چہروں پر مسرت دیکھ کر محسوس ہوا کہ ہم اس مشن میں یقیناً کامیاب ہوں گے (آپ کی تشریف آوری کا شکریہ آپ کی آمد نے ہماری کانفرنس کو یادگار بنا دیا)۔ (ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی، جھنگ)

☆۔۔۔ سرورق بے حد حسین تھا اور محترم مجید نظامی کی تصویر نے سرورق کو چار نہیں بلکہ آٹھ چاند لگا دیے اور سرورق کی تھیم پری بھی بہت خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ تمام سلسلے بہترین تھے اور حمد و نعت تو گویا سونے پر سہاگہ اور کرنیں کی چمک دمک نے بہت متاثر کیا۔ اداریہ تھا ہی بہترین۔ اب مجھے لگ رہا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب پھول کی وجہ سے ہر پاکستانی انشاء اللہ اپنے فرائض بخوبی سرانجام دے گا (آپ بھی اپنے فرائض ادا کریں)۔ پھول کا ہر انتخاب قابل تعریف ہوتا ہے۔ پھول تو ہے ہی لازوال۔ پھول میں تخلیق کیا گیا ہر ہر حرف بہت بہترین تھا۔ تمام کہانیاں بے حد اچھی تھیں اور نظمیں بھی قابل تعریف تھیں۔ گزشتہ رمضان مبارک اور عید مبارک۔

(تاج کنول، سونیا کنول، نجمہ کنول، اقصیٰ کنول، چوک اعظم، لیہ)

☆۔۔۔ جون کا شمارہ ''عید مبارک'' کہتا ہوا نظر نواز ہوا۔ سرورق پیارا لگا کیونکہ اریشہ فیض عید کی تیاری کے ساتھ سرورق کی زینت بنی تھی۔ ماشاء اللہ بچی بڑی پیاری لگ رہی ہے۔ 27 رمضان المبارک کو مجید نظامی کی برسی ہے اس حوالے سے تہذیب [illegible] اللہ تعالیٰ مجید نظامی کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)۔ ان کو ہم سے بچھڑے ہوئے چار سال ہو گئے ہیں۔ لیکن لگتا ہے وہ ہمارے آس پاس ہی ہیں۔ پھول [illegible] اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے (آمین ثم آمین)۔ مریم اعجاز کی کہانی ''خالہ چھنے کی عید'' بازی لے گئی ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ عشرت اقبال کی خوشبو بھی اچھی لگی۔ تیسری قومی کانفرنس ادب اطفال 2018ء کی رپورٹ اور تصاویر زبردست رہیں۔ بچوں کے ادب کی تخلیق ایک مشکل کام ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی کی قابل ستائش تحریر ہے۔ رائٹرز گلڈ ادب اطفال ایوارڈ 2016ء ملنے پر آپ کو بہت بہت مبارک قبول فرمائیں۔ اللہ کرے ایوارڈ ملنے کا سلسلہ جاری رہے اور ہم سب فخر کریں کہ یہ ایوارڈ پھول کے ایڈیٹر محمد شعیب مرزا نے حاصل کئے ہیں (بہت شکریہ)۔

(یاسمین کنول، پسرور)

☆۔۔۔ اس دفعہ شمارہ یکم جون کو ہی مل گیا۔ سرورق بہت ہی خوبصورت تھا اور انتساب تو زبردست تھا۔ حمد و نعت حسب معمول بہت ہی خوبصورت تھیں۔ کرنیں اور اداریہ لاجواب تھا۔ رہبر پاکستان اور آبروئے صحافت مجید نظامی واقعی ہی ایک محب وطن اور لیڈر ایڈیٹر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن فرمائے اور جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے (آمین)۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے نام سے نامور بادشاہ بھی ڈرتا تھا۔ انگریز لیڈرز حضرت عمر فاروقؓ کے آگے کچھ بھی نہیں۔ دھرتی کے معصوم پھول پڑھ کر بہت دکھ ہوا کہ ان پر کس طرح کے ظلم ہوتے ہیں اور وہ بیچارے اپنی غربت کی وجہ سے سب کچھ برداشت کرتے ہیں۔ بچوں کے حقوق کے حوالے سے ہمیں آواز اٹھانی چاہیے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کی حکومت ان معصوم بچوں کے لئے کچھ نہیں کر رہی۔ اللہ سے دعا ہے کہ آئین پاکستان میں بچوں کے حقوق کے لیے جو کچھ لکھا ہے ان پر عمل درآمد ہو جائے۔ کہکشاں سے بہت معلومات حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ تمام کہانیاں بہت سبق آموز تھیں۔ اگر پولیس آفیسر عادل جیسا ہو تو پاکستان میں ہر کسی کو انصاف مل سکتا ہے (کاش ایسا ہو جائے)۔ نظمیں بہت ہی خوبصورت تھیں۔ ''پھول'' رسالہ بہت مقبول ہے۔ اس سے بہت اچھی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ پھول کی تمام ٹیم کو سلامت رکھے اور جس نے اس پھول کا بیج بویا اللہ انہیں جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ (آمین)۔

(حافظ علیشہ اشتیاق، پسرور)

☆۔۔۔ میں پھول رسالے کا نیا قاری ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ اس میں معلومات بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ تمام کہانیاں بھی مزیدار ہوتی ہیں۔ اللہ کرے یہ رسالہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے (آمین)۔ (حسان عبید احمد فاروق، ظفر وال)

☆۔۔۔ سرورق دیدہ زیب تحریروں سے مزین تھا۔ اداریہ بہت کچھ سکھا رہا تھا۔ اخوت واقعی ناقابل فراموش خدمات انجام دے رہا ہے۔ اخوت کی مثال رہتی دنیا تک دی جائے گی۔ ماشاء اللہ کچھ خاص لوگ اس دنیا میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جو اپنی انمول یادوں اور انمٹ نقوش سے ہمیشہ دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ اللہ ان کے درجات میں اضافہ کرے آمین۔ ہمیشہ کی طرح ہر سلسلہ ٹاپ پر رہا۔ پورا رسالہ سبق آموز اور بچوں کے ادب کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ ایک سوال دنیا بھر کے دانشمندوں سے اس کا جواب تو کسی کے پاس نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ اور انگریز لیڈرز کا کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چالاک لیمر اس کے لئے پوری قوم کو الو بنا کر چلتا ہو گا اور ہر بچے کو الو کا پٹھا سمجھتا ہو گا۔ نیلی گولیاں ہر شخص کو اپنی مصروف زندگی سے وقت نکال کر سوچنا چاہئے کہیں اس کے ملازمین نیلی گولیاں تو نہیں کھا رہے (ملازمین تو میٹھی گولیاں کھاتے ہیں)۔ قرض حسنہ چھوٹی سی تحریر مگر اس کا لفظ لفظ سچا تھا۔ آپ کو ایوارڈ ملنے پر بہت بہت مبارک باد۔ تیسری قومی کانفرنس ادب اطفال لاجواب بہت شکریہ۔ روز بروز رسالہ کے معیار اونچا ہوتا جا رہا ہے۔ دعاؤں اور نیک خواہشات کے ساتھ۔

(ایمن کائنات، اسماء تنیم، [illegible])





محنت مشقت کر کے وہ بیمار رہنے لگا تھا اس لیے......

خدمت کا سفر

گلاب خان سولنگی

احمد کھلونے والا...... "آؤ بچو رنگ برنگے کھلونے لے لو"۔ جیسے ہی سکول کا ہاف ٹائم شروع ہوا تو سارے بچے احمد کھلونے والے کے ٹھیلے کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

"مجھے وہ نیلا کھلونا چاہیے، مجھے پیلا، مجھے ہرا اور مجھے لال رنگ کا کھلونا دے دو"۔ ننھے منے بچوں کی فرمائش کے مطابق وہ انہیں پسند کا کھلونا بیچتا، اسی طرح وہ محلے کے سارے سکولوں اور گلیوں میں چھوٹے موٹے کھلونے بیچ کر اپنا اور اپنے چھوٹے سے کنبے کا پیٹ پالتا تھا۔

احمد کی عمر صرف تین سال تھی، جب اُن کے ابو ایک موذی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے۔ اپنی بوڑھی والدہ اور دو سال کی چھوٹی بہن کے علاوہ احمد کا اس دنیا میں کوئی بھی عزیز رشتہ دار نہیں تھا۔ اُن کی والدہ نے بڑی ہی مشکل سے اپنے دونوں بچوں کو پالا پوسا اور سلائی کڑھائی کر کے صرف پانچویں تک دونوں کو پڑھایا۔ اب وہ کافی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں اور سلائی کڑھائی کا کام بھی تقریباً چھوڑ چکی تھیں جس کی وجہ سے ان کے دونوں بچے علم کے زیور سے محروم ہو گئے تھے۔

گھر کے نامساعد حالات نے احمد کو چھوٹی ہی عمر میں مزدوری کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے اس نے سخت سے سخت کام کیے، کبھی سڑکوں پر چھابڑی لگائی، کبھی بوٹ پالش، کبھی ویٹر اور اب آخر میں وہ کھلونے بیچ کر اپنے گھر کا خرچہ چلاتا تھا۔ احمد کی عمر اب دس سال سے اوپر ہو گئی تھی، لیکن اُسے اپنی پڑھائی چھوٹ جانے کا غم اب بھی تازہ تھا، وہ اپنی چھوٹی بہن [illegible] لیکن خود علم حاصل کرنے کو ترستا رہتا تھا، بھلا وہ بے چارہ پڑھتا بھی کیسے؟ والدہ کا علاج اور چھوٹی بہن کی پڑھائی کیلئے اُسے دن رات محنت کرنا پڑتی تھی، اپنے لیے تو کچھ بھی نہیں بچتا تھا۔ احمد کے گھر کے حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے تھے، اب تو احمد رات کو پاس والی فیکٹری میں بھی مزدوری کرنے لگا تھا، تاکہ زیادہ سے زیادہ محنت کر کے اپنے گھر کے حالات بدل سکے۔

احمد دن کو کھلونے بیچتا تھا اور رات کو فیکٹری میں مزدوری کرتا تھا، نتیجتاً کام کی زیادتی اور آرام نہ کرنے کی وجہ سے وہ بیمار ہو گیا۔ اُسے اپنی بیماری سے زیادہ والدہ اور بہن کی صحت کی فکر تھی۔

"بیٹا! اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو کل کام پر نہ جانا، آج ڈاکٹر سے دوائی لو اور آرام کرو"۔ والدہ کے اصرار پر مجبوراً احمد کو رکنا پڑا۔ شام کو احمد محلے کے حکیم صاحب کے پاس گیا اور اس سے دوائی لی۔ "دیکھو احمد میاں! مجھے آپ کے گھر کے حالات کا پتا ہے، لیکن پھر بھی میں آپ کو آرام کا مشورہ دوں گا، تب جا کر دوائی اثر کرے گی"۔

"حکیم صاحب! آپ نے درست فرمایا، لیکن میں جس فیکٹری میں کام کرتا ہوں، اُس کا مالک بہت ظالم قسم کا آدمی ہے۔ اس کے سامنے کوئی تڑپ تڑپ کر مر جائے تب بھی وہ کسی مزدور کو چھٹی نہیں دیتا اور اگر کوئی غریب مزدور بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کا علاج بھی نہیں کرواتا اور تو اور وہ مزدوروں سے مقررہ وقت سے زیادہ کام لیتا ہے جبکہ مزدوری بھی کم دیتا ہے! اب آپ ہی بتایئے، ایسے حالات میں اگر میں کام پر نہیں گیا تو کیا مجھے وہ فیکٹری میں دوبارہ کام پر رکھے گا؟ آپ کو تو پتا ہے کہ ہم غریبوں کو روزگار کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں"۔

"بیٹا اسی لئے تو کہتا ہوں کہ کسی سکول میں بھرتی ہو جاؤ اور پڑھ لکھ کر اپنے علم کے ہتھیار سے ایسے ظالم سرمایہ داروں سے مقابلہ کرو اور معاشرے میں اپنا کردار ادا کرو، اگر آپ جیسے ہونہار بچے ابھی سے وطن کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشش نہیں کرو گے تو آنے والے نونہالوں کا کیا بنے گا"۔ حکیم صاحب کافی پرانے خیالات کے انسان تھے۔ انہوں نے وطنِ عزیز کی آزادی اور تحریکِ پاکستان میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا تھا۔ "احمد میاں! یہ لو کارڈ اور اس پر دیے ہوئے پتے پر جاؤ"۔

احمد نے کارڈ لیا اور پوچھا "حکیم صاحب! یہ کس کا کارڈ ہے"؟۔ "یہ ایک سماجی شخصیت ہیں جو میرے ساتھ تحریکِ پاکستان جیسی عظیم تحریک میں بھی رہا ہے، وہ غریبوں، یتیموں اور بے سہارا بچوں کو مفت تعلیم اور ان کا علاج معالجہ بھی کرواتا ہے، وہ ایک فلاحی ادارے کا مالک ہے"۔

دوسرے دن تیار ہو کر احمد کارڈ والے پتے پر روانہ ہو گیا، وہاں ایک ضعیف العمر شخص تھا جو جناح کیپ پہنے بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ احمد نے سلام کرتے ہوئے بڑے ہی مؤدبانہ انداز میں وہ کارڈ اس شخص کے سامنے کرتے ہوئے کہا "انکل میرا نام احمد ہے اور مجھے حکیم جاوید نے بھیجا ہے، کیا آپ مجھے

مشہور فلاحی ادارے کے مالک عبدالغفار صاحب کا پتا بتا سکتے ہیں"۔ بوڑھے شخص نے وہ کارڈ بغیر پڑھے اپنی جیب میں رکھ لیا اور مسکرا کر گویا ہوئے۔ "دراصل حکیم صاحب میرا پرانا رفیق ہے اور میں ہی عبدالغفار ہوں"۔ یہ سنتے ہی احمد کو اور بھی تعجب ہوا۔ احمد ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ "دراصل فلاحی کاموں کی وجہ سے وقت ہی نہیں ملتا کہ اپنے پرانے دوستوں سے مل سکوں، بھلا ہو حکیم صاحب کا کہ وہ مجھ جیسے کاہل سے بھی کبھار ملنے آ جایا کرتے ہیں اور اب آتے ہیں تمہاری طرف، تو میاں! حکیم صاحب نے رات ہی مجھے آپ کے بارے میں فون کر دیا تھا، میرے چھوٹے ہونہار مزدور! اب آپ کو کسی بھی فیکٹری میں کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے اخراجات اب میرے ذمے اور ہمارا پیارا وطن تمہارے حوالے۔ خوب علم حاصل کرو اور وطن کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرو"۔

احمد کی ننھی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے، وہ سوچ رہا تھا کہ کہاں وہ فیکٹری کا ظالم مالک اور کہاں عبدالغفار صاحب جیسی شخصیت عاجزی و انکساری سے فلاحی کام کرتے جا رہے ہیں اور ایک سادہ مگر کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کل کا وہ ہونہار مزدور جو بچپن میں کھلونے بیچ کر اور فیکٹری میں مزدوری کر کے اپنے حالات سے لڑ رہا تھا، آج وہ کامیاب آدمی بن گیا تھا، عبدالغفار صاحب کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہوئے نہ صرف اسے کامیابی ملی، بلکہ اسے وہ سب کچھ حاصل ہوا جسے پانے کے لیے ہر کوئی متمنی رہتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ احمد کامیابیوں کی سیڑھیاں چڑھتا گیا..... عبدالغفار صاحب اور حکیم صاحب تو نہیں رہے، مگر احمد کے روپ میں انہیں فلاحی ریاست کے لیے ایسا ہیرا ملا جس کی چمک چہار سو تک پھیل ہی گئی۔ اس نے اپنے مزدور دوستوں کی فلاح کے لیے بھی بہت کچھ کیا، اس کام میں اس کی بوڑھی امی اور بہن نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ احمد نے آج تک وہ کھلونوں والا حلیہ سنبھال کر رکھا ہے۔ جسے دیکھ کر وہ رب کریم کا شکر ادا کرتا رہتا ہے۔

☆☆☆

اسلامی معلومات کیا آپ جانتے ہیں؟

عائشہ طارق

اسلامی تاریخ کے حساب سے غزوہ بدر 17 رمضان المبارک کو پیش آیا، عہد رسالتؐ کے معاہدے میثاق مدینہ کو دنیا کا پہلا دستور کہا جاتا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثؓ کا خون بہا معاف کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فاتح ایران کہا جاتا ہے۔ باب العلم حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ کو ام المساکین کا لقب دیا گیا۔ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مہمان بنے اور حضرت ابوبکرؓ کے میزبان حضرت خارجہ بن زیدؓ تھے۔ مدینہ ہجرت کرنے والے پہلے صحابی کا نام حضرت ابو سلمہؓ تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر سب سے پہلے کعبہ میں اذان حضرت بلالؓ نے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرتبہ غزوہ تبوک میں شرکت کی۔ شہروں کی ماں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سورۃ الانعام آیت نمبر 92 میں (ام القریٰ) یعنی شہروں کی ماں کہا۔ مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا۔ حضور اکرمؐ کے خچر کا نام "دلدل" تھا۔ یہ خچر شاہ مصر مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے کے طور پر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی دیکھ بھال کا ذمہ اسعد بن زرارہؓ نے لیا تھا۔ قرآن پاک میں ساگ، ککڑی، لہسن اور پیاز کے نام آتے ہیں۔ اسلامی سلطنت میں شامل ہونے والے پہلے جزیرے کا نام قبرص (سائپرس) ہے۔ مغربی زبانوں میں سب سے پہلے قرآن پاک کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا۔ پاکستان کو سورۃ الرحمٰن کی تفسیر کہا جاتا ہے۔ حجر اسود ایسا پتھر ہے جو پانی میں ڈوبتا نہیں اور نہ ہی آگ کی تپش سے گرم ہوتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔ قرآن پاک میں حضرت یوسفؑ کو صدیق کہا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی کنیت ابوالاضیاف یعنی مہمانوں کا باپ تھی۔ حضرت آدمؑ کو سب سے پہلے سجدہ حضرت اسرافیلؑ نے کیا۔ نجی اللہ اور شیخ الانبیاء حضرت نوحؑ کو کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا لقب روح اللہ ہے۔ روح القدس، روح الامین حضرت جبرائیلؑ کا لقب ہے۔ اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کے جگر کے کباب ہوں گے۔ (صحیح بخاری جلد دوم حدیث نمبر 1169) (صحیح مسلم جلد اول حدیث نمبر 716) دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدمؑ و حوا کی ملاقات میدان عرفات میں ہوئی۔ فرعون سے آزاد ہونے کے بعد بنی اسرائیل وادیٔ سینا میں ٹھہرے۔ فرعون ایسا شخص ہے جس کی لاش کو اللہ نے نشانی بنا کر قیامت تک کے لئے محفوظ کر لیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی اہلیہ کا نام صفوراؑ تھا۔ "ہادیٔ عالم" مصنف کا نام ولی محمد۔ ایک ایسی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہے جو اردو میں ہے اور اس پوری کتاب میں ایک نقطہ بھی نہیں اس کے مصنف کے نام میں بھی کوئی نقطہ نہیں۔

رمضان المبارک میں 29 یا 30 دن ہوتے ہیں۔ 1935ء میں رمضان المبارک کے 42 روزے رکھے گئے کیونکہ اس سال یکم جنوری کو یکم رمضان تھا اور قمری سال چھوٹا ہونے کی وجہ سے دسمبر میں پھر رمضان آ گیا اس طرح 42 روزے رکھے گئے۔ چٹان میں سے اونٹنی نکالنے کا معجزہ حضرت صالحؑ کا تھا۔

☆☆☆

علم کی تعریف

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا علم بہتر چیز ہے یا دولت۔ آپؓ نے فرمایا علم دولت سے بہتر ہے، اس لیے کہ دولت قارون اور فرعون کو ملی ہے، علم پیغمبروں کو ملتا ہے۔ انسان کو دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، مگر علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ دولت والے کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں مگر علم والے کے دوست، دولت خرچ کرنے سے گھٹتی ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ دولت مند بخیل اور علم والا سخی ہوتا ہے۔ دولت غرور سکھاتی ہے اور علم کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

رقیہ حافظ، محمدی شریف

☆☆☆

ان کی چوری پکڑی جا چکی تھی اور......

چوری

وقاص اسلم کمبوہ

احمد اور ہاشم بہت پیارے بچے تھے۔ دونوں دوست بھی تھے اور ہم جماعت بھی۔ ان کا گھر بھی ساتھ ساتھ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر اکٹھے ایک دوسرے کے گھر میں کھیلتے کودتے رہتے تھے۔ ماں باپ کا کہا مانتے اور سکول کا کام بھی کر کے جاتے تھے۔ احمد کے گھر میں ٹی وی لگا ہوا تھا۔ پہلے پہل وہ اس پر اتنی توجہ نہیں دیتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ اس پر ڈرامے دیکھنے لگے تو شوق بڑھتا گیا۔ ہاشم بھی احمد کے گھر آ کر ٹی وی دیکھتا رہتا۔ اس طرح ان کا وقت کافی ضائع ہو جاتا۔

ماہ رمضان شروع ہو چکا تھا۔ احمد کے دادا جان روز احمد اور ہاشم کو نماز عشاء پر ساتھ لے کر جاتے تھے۔ آج ان کا ٹی وی پر آنے والے ڈرامے کا وقت بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ ان کا پسندیدہ ڈرامہ تھا جو کہ ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوتا تھا۔ ان کے لئے اب مسئلہ یہ تھا کہ عشاء کی نماز نو بجے ہوتی تھی اور انہیں ہر صورت نماز کیلئے دادا جان کے ساتھ جانا پڑتا تھا۔ چنانچہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دادا جان کے ساتھ مسجد میں چلے جاتے۔ نو بجنے میں پندرہ منٹ باقی ہوتے تو دادا جان اذان دیتے اور ذکر میں مشغول رہتے۔ احمد اور ہاشم اندر ہی اندر کڑھتے رہتے اور موقع پا کر بھاگنے کی کوشش میں رہتے۔ وہ کچھ وقت تو مسجد میں گزارتے پھر جیسے مسجد میں لوگوں کا رش پڑھنے لگتا تو آنکھ بچا کر مسجد سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ان کا گھر مسجد کے بالکل قریب تھا۔ اس لئے انہیں آنے جانے میں کوئی وقت نہیں ہوتی تھی۔ جب تراویح ختم ہونے کے قریب ہوتی تو وہ جلدی سے آکر جماعت کے ساتھ مل جاتے اور تیزی سے رکوع و سجود کے ساتھ نماز مکمل کر کے بیٹھ جاتے۔ ان تو یہ ان کا روز کا معمول بن چکا تھا۔

دادا جان کو ان کی عادتوں سے تھوڑا شک ہونے لگا تھا، کیونکہ مسجد میں جب بھی وہ پیچھے نظر دوڑاتے تو احمد اور ہاشم ان کی نظروں سے اوجھل ہوتے تھے۔ پہلے پہل تو دادا جان یہ سوچ کر چپ کر جاتے کہ مسجد کافی بڑی ہے، اس لئے رش میں مجھے نظر نہیں آتے ہوں گے۔ لیکن جب یہ غیر موجودگی وہاں روز کا معمول بننے لگی تو دادا جان کو شک ہوا کہ یہ نماز کے دوران مسجد سے بھاگ جاتے ہیں اور آخر میں دوبارہ آجاتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے اگلے دن نوٹ بھی کیا تو دادا جان کا شک درست نکلا۔ آج دادا جان نے احمد اور ہاشم کو کہا:

"نماز کے بعد تم میرے کمرے میں آنا۔ آپ سے ایک بات کرنی ہے۔"

احمد اور ہاشم یہ سن کر سہم گئے کہ شاید ان کی حرکات کا بھانڈہ پھوٹ گیا ہے۔ وہ نماز کے بعد ڈرتے ڈرتے دادا جان کے کمرے میں گئے۔

"پیارے بچو! میں نے تم سے کچھ پوچھنا ہے اگر تم جھوٹ بولو گے تو تمہیں سزا ملے گی اور اگر سچ بولو گے تو میں انعام دوں گا۔" دادا جان نے پیار سے کہا تو پہلے تو احمد اور ہاشم جھوٹ بول کر بچ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن انعام کا سن کر انہوں نے دادا جان کے آگے سب سچ اگل دیا۔ اور اس کے بعد وہ دونوں سہم کر بیٹھ گئے کہ شاید ہمیں ڈانٹ پڑے گی۔ لیکن دادا جان شفقت سے بولے:

"بیٹا! دیکھو! مجھے یہ جان کر خوشی بھی ہوئی ہے اور افسوس بھی... خوشی اس بات کی کہ تم نے سچ بولا۔ افسوس اس بات کا کہ تم نماز میں چوری کرتے ہو۔"

"ل... لیک... ل... لیکن دادا جان! ہم نے تو کبھی چوری نہیں کی۔" احمد نے بوکھلا کر جواب دیا۔

دادا جان بولے:

"بیٹا حوصلہ رکھو، میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ تم نے نماز میں چوری کی ہے اور چوری بھی بہت بڑی۔ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کر لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے کوئی کس طرح چوری کرے گا، ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے ادا نہ کرے، اور بیٹا تم بھی جماعت کھڑی ہونے سے پہلے گھر بھاگ جاتے ہو، جب آخری رکعت ہوتی ہے تو نماز میں مل کر جلدی جلدی نماز ادا کرتے ہو۔ جس میں رکوع و سجود اور قیام اچھی طرح سے ادا نہیں کرتے۔ جس سے نماز بالکل قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس طرح کی نماز پڑھنے سے گناہ بھی ہوتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نماز پڑھنے کو بدترین چوری سے تشبیہ دی ہے جو کہ بہت نقصان دہ ہے اور اللہ کی ناراضگی کا موجب بھی ہے۔

میرے سمجھانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نماز کے وقت ہر کام چھوڑ کر پوری دلجمعی اور لطف کے ساتھ نماز ادا کیا کرو۔ اس میں ذرا سی بھی جلدی اور کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ جس سے اللہ پاک ناراض ہوں۔"

دادا جان کی باتیں سن کر احمد اور ہاشم شرمندگی سے منہ لٹکائے ہوئے تھے۔ وہ دل ہی دل میں پہلے ہی ارادہ کر چکے تھے اور اب دادا جان سے بھی وعدہ کیا کہ ہم کبھی بھی نماز میں جلدی نہیں کریں گے اور نہ ہی ٹی وی کو نماز پر فوقیت دیں گے۔

دادا جان نے مسکرا کر ان دونوں بچوں کی کمر پر تھپکی دی اور کہا:

"جاؤ بیٹا شاباش! اللہ تمہیں نیک بنائے اور ہمیشہ اچھے کام کرنے کی توفیق دے۔" اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل کر بند ہوا، احمد اور ہاشم باہر چلے گئے اور دادا جان سونے کیلئے بستر پر دراز ہو گئے۔

☆...☆...☆...☆...☆...☆

برسی والدہ ایڈیٹر "پھول"

ایڈیٹر ماہنامہ "پھول" محمد شعیب مرزا کی والدہ کی برسی 15 جولائی کو ہو گی۔ تمام قارئین سے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی اور دعائے مغفرت و رحمت کے لیے درخواست ہے۔

سب یہ راز جاننے کی کوشش کر رہے تھے

آوازوں کا راز

حنظلہ انیس کھوکھر

سکول سے چھٹیاں ہوئیں تو سکول والوں نے گرمیوں کی چھٹیوں کا کام دے دیا اور سب طالب علم گھر لوٹ آئے۔ ہماری کوشش ہوتی تھی کہ ہم جلد از جلد سکول کا کام مکمل کر کے چھٹیوں سے بھی لطف اندوز ہوں۔

ابھی موسم گرما کی تعطیلات ہوئے دوسرا دن تھا۔ ہم بڑے جوش و ولولہ کے ساتھ سکول کا کام کرنے میں مصروف تھے۔ صبح کا وقت تھا۔ گھڑی نو بجا رہی تھی اور ہم برق رفتاری کے ساتھ چھٹیوں کا کام کرنے میں مگن تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ذہن پر زور دیا تو پتہ چلا کہ دودھ دینے والے صاحب آ وارد ہوئے ہیں۔ امی جان گھر کے کاموں میں مصروف تھیں۔ بہن بھائیوں میں سے کوئی بھی دودھ لے آنے کیلئے تیار نہیں تھا کیونکہ سبھی جلدی جلدی کام ختم کرنے کے چکروں میں پڑے ہوئے تھے۔ تو نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے اپنا کام چھوڑ کر دودھ لینے جانا پڑا۔

دودھ لے کر میں نے دودھ والے برتن پر پلیٹ رکھ دی۔ پلیٹ چھوٹی ہونے کی وجہ سے دودھ میں گر گئی۔ مجھے جلدی تھی کیونکہ ہم پر چھٹیوں کا کام ختم کرنے کا بھوت سوار تھا اور دودھ کو بھی ڈھانپنا ضروری تھا کیونکہ اس میں کوئی موذی چیز گر کر اس کو زہریلا کر سکتی تھی۔

تو پیارے بچو! جب بھی کوئی کھانے کی چیز رکھیں تو اس کو ڈھانپ دیا کریں تاکہ اس میں کوئی نقصان دہ چیز نہ گرنے جائے اور جب آپ کھائیں تو پھر برے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔ آئے روز اخبارات میں ایسے واقعات آتے رہتے ہیں کہ دودھ میں زہریلی چیز گرنے سے لوگ موت کے منہ میں چلے گئے۔ کچھ بے ہوش ہو گئے اور فوری طبی امداد کی وجہ سے ان کی جان بچ گئی۔ ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ پلیٹ چھوٹی ہونے کی وجہ سے دودھ میں ڈوب گئی۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ ہاتھ ڈال کر نکال لوں لیکن پھر خیال آیا کہ میرے ہاتھ تو دھلے ہوئے نہیں ہیں اور اس وقت میں ہاتھ دھونا نہیں چاہتا تھا۔ پھر فوری طور پر دوسری پلیٹ اٹھائی تو وہ اوپر آ گئی۔

جب امی جان کو خیال آیا کہ دودھ تو آج ابالا نہیں۔ آج کہیں دودھ والے نے چھٹی تو نہیں کر لی؟ پھر مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ دودھ آ گیا ہے اور باورچی خانے میں رکھا ہے۔ جب امی جان نے دودھ کو ابالنا شروع کیا تو کچھ دیر گزرنے کے بعد دودھ میں سے آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ بھوں، بھوں، بھوں۔ جب چولہا بند کریں تو آوازیں آنا بند ہو جائیں۔ جب آنچ کو تیز کریں تو زیادہ آوازیں آنا شروع ہو جائیں۔ سب بہن بھائی اکٹھے ہو گئے۔ امی جان نے کہا کہ دودھ میں کوئی زہریلا مادہ ہے جس کی وجہ سے یہ شور برپا ہے۔ دودھ خراب ہے۔ بڑے بھائی نے کہا کہ دودھ میں مینڈک ہے۔ جب دودھ کا ذائقہ چکھا گیا تو ذائقہ ٹھیک تھا۔ اگر ذائقہ ٹھیک نہ ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ دودھ میں کوئی نقص یا خرابی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔۔ جب چولہے کو جلایا جاتا تو دودھ بول اٹھتا اور جب بند کرتے تو چپ ہو جاتا۔ جب مینڈک کا خیال گزرا تو امی جان نے دودھ کو چولہے سے اتارا اور ململ کا کپڑا لیا اور دودھ کشید کرنا شروع کر دیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ آیا دودھ میں مینڈک ہے یا کوئی اور معاملہ ہے۔ لیکن دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس میں مینڈک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آگ کی تپش سے تو مینڈک نے مر جانا تھا۔ وہم کو دور کرنے کیلئے جب دودھ کو کشید کیا گیا تو اس میں سے پلیٹ برآمد ہو گئی اور تب ہی وہ پلیٹ جو برتن کے اوپر پوری نہ آ سکی تھی اور دودھ میں گر گئی تھی۔ بس پھر کیا تھا؟؟ اس پلیٹ کو نکالا اور سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ خوب چرچا ہوا۔ آج بھی جب دودھ لینے جاتے ہیں تو اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ دودھ میں پلیٹ نہ ڈال دینا کہ دودھ پھر بولنے لگ جائے۔

☆☆☆

بادشاہ نے اسے گرفتار کر کے لانے کا حکم دے دیا تھا اس لیے...........

ابرار خان ترین

دوستی اور ایثار

کسی بادشاہ کے دربار میں بہت سے خدمت گاروں میں دو گہرے دوست بھی تھے۔ باقر دریا سے پانی بھر کر لاتا تھا اور عاقل سودا سلف لانے اور کھانے پکانے پر مامور تھا۔ عاقل نہایت لاپروا اور فضول خرچ تھا مگر اس کے ساتھ نہایت ذہین بھی تھا۔

سلطنت کے بعض ایسے کام جن کو حل کرنے میں بادشاہ اور اس کے وزیر کو دقت پیش آتی اور وہ مسئلہ جب عاقل کے علم میں آتا تو وہ اسے نہایت آسانی سے حل کر دیتا۔ اپنی اسی خوبی کی وجہ سے عاقل بادشاہ کی نظر میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔

بادشاہ اکثر اسے بہت سے انعامات سے نوازتا رہتا۔

باقر عام سی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص تھا مگر وہ کسی بھی قسم کی فضول خرچی کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ عاقل اور باورچی خانے میں کام کے دوران کھانے پینے کا بہت سا سامان اپنی لاپروائی سے ضائع کر دیتا بلکہ پانی بھی بے تحاشا ضائع کرتا۔ باقر عاقل کو ہمیشہ ٹوکتا رہتا۔ جواب میں عاقل کہتا "تم مجھے پانی کے استعمال پر اس لیے ٹوکتے ہو کہ تمہیں زیادہ پانی نہ لانا پڑے، اور تم مشقت سے بچ جاؤ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تم نہایت کنجوس بھی ہو۔ باقر کہتا "نہیں تمہارا خیال غلط ہے۔ ایسا میں صرف اس لیے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی طرح کی فضول خرچی پسند نہیں۔ خواہ وہ پانی کا استعمال ہی کیوں نہ ہو"۔ جواباً کہتا "کچھ بھی کہو مگر یہ طے ہے کہ میں کھلے مزاج جب کہ تم کنجوس انسان ہو"۔ باقر نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا "شاید زندگی میں کبھی کوئی ایسا موڑ آ جائے جہاں پر ثابت ہو جائے کہ سخی کون ہے؟ اگر ہماری زندگیوں میں کوئی ایسا موقع آیا تو میں ثابت کروں گا کہ میں کنجوس یا لالچی ہرگز نہیں بلکہ تم سے زیادہ سخی ہوں"۔ عاقل چونکہ اپنی ذہانت کی وجہ سے بادشاہ کی نظروں میں ایک اہم مقام رکھتا تھا جو وزیر کو سخت ناگوار گزرتا وہ ہمیشہ معمولی بات پر عاقل کے خلاف بادشاہ کے کان بھرتا رہتا۔ رفتہ رفتہ جب عاقل کو بادشاہ کے بدلتے رویے کا اندازہ ہوا تو اس نے سوچا اس سے پہلے کہ کسی روز بادشاہ بھرے دربار میں ذلیل و رسوا کر کے دربار سے نکل جانے کا حکم دے مجھے خود ہی کہیں چلے جانا چاہیے۔ عاقل کے چپکے سے چلے جانے پر وزیر نے بادشاہ کو یہ کہہ کر بھڑکا دیا کہ عاقل شاہی خزانے سے زر و جواہرات چوری کر کے کہیں چھپ گیا ہے۔

بادشاہ نے وزیر کی بات پر یقین کرتے ہوئے عاقل کی گرفتاری کا اعلان کیا اور باقر کو بطور خاص حکم دے کر اس کی تلاش میں روانہ کر دیا، کیوں کہ وہ اس کے زیادہ قریب تھا۔

ادھر عاقل بھی اپنی گرفتاری کے اعلان سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اس نے ایک حمام میں جا کر اپنا حلیہ اس حد تک تبدیل کر لیا کہ بادشاہ کا کوئی بھی آدمی اسے عاقل کی حیثیت سے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ پھر وہ اطمینان سے اونٹ پر سوار ہو کر ایک دور دراز بستی کی طرف چل پڑا۔ اچانک راستے میں ایک نقاب پوش شخص نے تیزی سے آگے بڑھ کر عاقل کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور اسے زمین پر بٹھا دیا۔

ساتھ ہی عاقل کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس نے نقاب پوش سے پوچھا "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"۔

عاقل سمجھا کہ کوئی ڈاکو اس سے اس کا مال لوٹنا چاہتا ہے۔ نقاب پوش نے کوئی جواب دینے کے بجائے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ عاقل نے فوراً باقر کو پہچان لیا۔

باقر بولا: "میں تمہارا پرانا دوست باقر ہوں۔ تم کیسا ہی بھیس بدل لو میں تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا، کیوں کہ جتنا تم خود کو جانتے ہو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں اتنا ہی میں تمہیں جانتا ہوں"۔

"چلو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں عاقل ہوں مگر تم میرے تعاقب میں کیوں ہو"۔ عاقل نے اعتراف کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں نہیں معلوم بادشاہ کو تمہاری تلاش ہے"۔

"کیوں میرا جرم کیا ہے؟ میں نے تو بادشاہ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ہی چپ چاپ دربار چھوڑ دیا"۔ عاقل نے آزردگی سے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے [illegible] دربار چھوڑ جانے کے بعد وزیر نے تم پر شاہی خزانے سے زر و جواہر چوری کر کے فرار ہونے کا الزام لگایا ہے"۔

میرے علاوہ بھی بادشاہ کے کئی کارندے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ مجھے تو خاص طور پر بادشاہ سلامت نے حکم دیا ہے، جب کہ میں تمہاری تلاش میں آنا نہیں چاہتا تھا، کیوں کہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم سدا کے فضول خرچ ہو مگر چور ہرگز نہیں ہو۔ وزیر تم پر چوری کا الزام لگا کر تمہیں بادشاہ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار کر ہمیشہ کے لیے تم سے نجات چاہتا ہے۔ باقر نے اس کے تعاقب میں آنے کی اپنی مجبوری بیان کی۔

عاقل نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ کے حکم کی وجہ سے باقر کسی صورت میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا تو اس نے باقر کو ایک قیمتی ہار دیتے ہوئے کہا: "دیکھو یہ بادشاہ کی طرف سے ملنے والے انعام سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ یہ لے لو اور مفت میں میرا خون اپنے سر نہ لو"۔

باقر نے ہار واپس کرتے ہوئے کہا: "عاقل تم میرے ایک سوال کا جواب دو۔ میں نے ہمیشہ تمہیں فضول خرچیوں سے روکا جب کہ تم نے ہمیشہ مجھے کنجوس، تنگ دل اور لالچی سمجھا۔ یہ بتاؤ تم مجھے اس ہار کی صورت کیا اپنی تمام جمع پونجی بخش رہے ہو؟"۔

"نہیں، ایک ہار اور بھی میرے پاس ہے"۔ عاقل یہ بتاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اب باقر دوسرے ہار کا بھی مطالبہ کرے گا۔ باقر نے کہا: "تم جانتے ہو کہ بادشاہ کی طرف سے مجھے ہر ماہ ایک درہم اجرت ملتی ہے اور اس ہار کی قیمت لاکھوں میں ہے۔ اب تم اپنے مقابلے میں میری سخاوت دیکھو میں یہ ہار اور تمہاری جان تمہیں بخش کر واپس جا رہا ہوں۔ میری دعا ہے جہاں رہو خوش رہو، اب تم خود فیصلہ کر لو کہ زیادہ سخی کون ہے؟ اور کیا میں کنجوس، بخیل اور لالچی ہوں"۔ اتنا کہہ کر باقر نے گھوڑے کا رخ موڑا اور جدھر سے آیا تھا، اسی طرف چلا گیا۔

☆☆☆

فریدہ گوہر

کمپیوٹرائزڈ سکول

کمپیوٹر زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا تھا اور........

سہیل سکول گیٹ میں داخل ہوا۔ گاڑی پارک کی اور ساتھ لگے پارکنگ میٹر میں دو روپے ایک بجے کا وقت سیٹ کیا اور تیزی سے کمرۂ جماعت کی طرف دوڑا۔

کمرۂ جماعت کے دروازے پر لگے کوڈ بورڈ پر اپنا رول نمبر لکھا۔

کمپیوٹر بولا۔

"سر آپ ایک منٹ لیٹ ہیں۔"

"سوری!" کمپیوٹر ایتھکس کے پیشِ نظر سہیل کو سوری کہنا پڑا۔

خود کار دروازہ کھلا اور سہیل اندر داخل ہوا۔

کمرۂ جماعت میں بلیک بورڈ یا وائٹ بورڈ کی جگہ ایک سکرین بنی ہوئی تھی اور اس وقت اس پر تلاوتِ قرآن پاک ہو رہی تھی۔

سورۃ الاخلاص قرآن پاک کی ایک سو بارہویں سورۃ کا ترجمہ نشر ہو رہا تھا۔

کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا۔ نہ ہی اسے کسی نے جنا۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

ایک طالب علم ایک حدیث

انما الاعمال بالنیات

کا ترجمہ اور تشریح کرنے لگا۔ "یہی حدیث کل بھی پڑھی گئی تھی" سہیل نے سرگوشی کی۔

"خاموشی سے کھڑے رہو ورنہ سزا ہو جائے گی۔" پاس کھڑے تنویر نے کہا۔

سہیل کی توجہ ادھر ادھر بٹی رہی۔ وہ توجہ سے نہ سن سکا کہ قومی ترانہ لگایا گیا۔ سب بچے اپنی اپنی نشستوں پر کھڑے تھے۔ سکرین پر پاکستان کے نقشے کے اوپر جھنڈا لہرا رہا تھا۔

سبز اور سفید ہلال اور ستارے والا جھنڈا۔ مارے عقیدت کے سہیل کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ دادی اماں کہتی ہیں۔ اس سبز جھنڈے کی حفاظت کرنا تمہاری زندگی کا اولین مقصد ہونا چاہئے۔ انشاء اللہ دادی اماں۔ وہ زیرِ لب بولا۔

مس نے ہر روز کی طرح ہدایات دینی شروع کر دیں۔

"بچو! پہلا ریاضی کا پیریڈ ہے۔

ریاضی کی کتاب 'کاپی پنسل' اپنے سامنے رکھ لو۔

اپنے اپنے ڈیسک پر کمپیوٹر سکرین چیک کر لو کہ وہ درست کام کر رہی ہے کہ نہیں۔

ہم اگلے ہی لمحے کام شروع کرنے لگے ہیں۔ کام کے دوران آپ نے چاک و چوبند رہنا ہے۔

آج کا لیکچر ختم ہونے کے بعد ایک مختصر سا ٹیسٹ ہوگا اسے توجہ سے کرنا ہے۔"

مس نے سی پی یو میں ایک سی ڈی لگا دی۔ کلاس روم کی بڑی سکرین پر آج کا لیکچر چلنے لگا۔ اور مس بچوں کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ سب بچے اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ کمرۂ جماعت میں مکمل خاموشی تھی۔ "کی بورڈ" کی ٹک ٹک اور کبھی کبھار کسی کاغذ کی سرسراہٹ سنائی دے جاتی اور بس۔

آج کا لیکچر الجبرا کی تقسیم پر مشتمل تھا۔ سکرین پر مختلف مثالوں سے بات سمجھائی جا رہی تھی۔ پچھلی کلاس میں پڑھا ہوا سبق بھی دہرایا گیا تھا۔ نئے اور کچھ مشکل سوال حل کئے گئے اور لیکچر ختم ہو گیا پتہ بھی نہ چلا کہ ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اب ٹیسٹ کی باری تھی۔ مس نے ٹیسٹ کے اصول وضوابط بتائے اور ٹیسٹ شروع ہوا۔

بچے اپنے اپنے ڈیسک پر لگی سکرین پر سوال حل کر رہے تھے۔ ٹیسٹ حل کر کے بچوں نے اپنا اپنا ٹیسٹ نیٹ ورک کے ذریعے کلاس روم کے مین سی پی یو میں منتقل کر دیا۔ کام ختم ہونے کا مس نے اعلان کیا اور پانچ منٹ کے بعد رزلٹ سکرین پر آ گیا۔

سہیل سمیت دس طلبہ کے پورے نمبر تھے۔ سب نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ کلاس میں ایک لمحے پہلے مکمل خاموشی تھی اب یکدم رزلٹ سنتے ہی ایک شور اٹھا۔ سب اپنے اپنے گریڈ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

تنویر اٹھا اور کلاس روم میں لگے پانی کے کولر سے پانی پینے لگا۔ اس کے بعد وہ کھڑکی کے پاس جا کر باہر کی دنیا کو دیکھنے لگا۔ باہر بہت گرمی تھی۔ چرند پرند ہانپتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ کلاس روم میں اے سی لگے ہونے کی وجہ سے انہیں گرمی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

"امی ابو کہتے ہیں کہ گرمیوں میں انہیں موسم گرما کی تعطیلات ہوا کرتی تھیں [illegible]

"جیسے کلاس روم میں ہیں" تنویر نے بڑی حسرت سے سوچا۔ اور اپنی نشست پر آ گیا۔

دوسرا پیریڈ شروع ہوا۔ یہ سائنس کا پیریڈ تھا۔ حسبِ معمول مس نے ضروری ہدایات دیں۔ اور کام شروع ہو گیا۔ کمرۂ جماعت کی سکرین پر ایک مس لیکچر دے رہی تھیں۔ موضوع تھا۔ "زندگی"۔

وہ بولیں۔

"ہماری دنیا میں دو طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بے جان اور دوسری جاندار۔

ہر وہ چیز جس میں سانس چلتا ہو، حرکت ہوتی ہو، جاندار چیز کہلاتی ہے۔ بے جان چیزوں کی بنیادی اکائی ایٹم ہے۔

یعنی وہ چیز جو نہ تو سانس لے سکتی ہے ہم بے جان چیز کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تمام بے جان چیزوں کی بنیادی اکائی ایٹم ہے۔

بے جان چیزیں چھوٹی سے بڑی نہیں ہوتیں۔ کسی قسم کا کھانا نہیں کھاتیں۔ ان میں حس نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ حرکت بھی نہیں کر سکتیں۔ ایسی تمام چیزیں انسان کے تصرف میں ہوتی ہیں۔ وہ ان چیزوں کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔ جیسے دل چاہے رکھ سکتا ہے۔"

اچانک ایک کرسی کے گرنے کی آواز آئی اور سب نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پوری کلاس میں قہقہہ گونج گیا۔ ارشد کو اس کی کرسی نے اچھال کر گرا دیا تھا کیونکہ اسے اونگھ آ گئی تھی اور وہ لیکچر سننے کے بجائے سو گیا تھا۔ خودکار آلے نے اپنا کام دکھا دیا۔ ارشد شرمندہ ہو کے دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ لیکچر دوبارہ شروع ہو چکا تھا اور سب چاک و چوبند ہو کر لیکچر سن رہے تھے۔ "سہیل اٹھو سکول سے دیر ہو جائے گی"۔ امی جان کی آواز کانوں میں گونجی۔

"میں کہاں ہوں؟" سہیل نے نیند سے بھری آنکھوں کو زبردستی کھولتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنے گھر میں ہیں اور سکول جانے کا وقت ہو رہا ہے۔ اٹھو اور سکول کے لئے تیاری کرو ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہوگا۔" ناہید نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"مگر وہ کمپیوٹرائزڈ سکول؟"

اور جب سہیل نے خواب کی ساری بات اپنی چھوٹی بہن ناہید کو بتائی تو دونوں دیر تک ہنستے رہے۔

☆☆☆

وہ لوگوں کو آگ میں دھکیل رہا تھا لیکن آخر..........

گھر کی آگ

صفورا نثار

"بیٹا! تمہیں کتنی مرتبہ سمجھا چکی ہوں کہ بس کرو... بند کرو یہ آگ کا کھیل۔ موت اور زندگی کا یہ کھیل کھیل کر آخر تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ دیکھو بیٹا! آگ لگانے والے کو آگ کی تپش ضرور لگتی ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ تپش تمہیں جھلسا نہ دے۔"

"ارے میری بھولی ماں! تو سمجھتی کیوں نہیں... تیرا بیٹا اناڑی نہیں کھلاڑی ہے، اس کھیل کا پکا کھلاڑی۔ بس تو فکر مند نہ ہوا کر۔" ماں کی نصیحت سن کر اس نے جواب دیا۔

ماں درد بھرے لہجے میں بولی۔ "بیٹا! مجھے تجھ سے زیادہ ان لوگوں کی فکر ہے جو اس آگ کی لپیٹ میں ہیں۔ اور اب تو اللہ نے تمہیں بھی چاند سا بیٹا عطا کیا ہے اس کا ہی لحاظ کر لے۔ جو لوگ دوسروں کے بچوں کا خیال نہیں کرتے کل ان کے بچوں کا خیال بھی نہیں کیا جاتا۔"

ماں کی بات سنی ان سنی کر کے وہ بولا۔ "ماں! آج کے لیے اتنا بہت ہے، ویسے بھی تو جانتی ہے نا... مجھ پر اثر ہونے والا نہیں ہے۔"

"ہاں ہاں جب یہ وقت ہاتھوں سے نکل جائے گا تب تجھ پر اثر ہوگا اور شاید پھر یہ ماں بھی نہیں ہوگی تجھے سمجھانے اور سہارا دینے کے لیے۔ تیرے پاس سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہ ہوگا۔"

☆☆☆

عتیق ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا، ماں نے کڑے وقت میں سامان کا کام کیا اور اپنے لاڈلے کو صرف ماں ہی نہیں باپ بن کر بھی پالا۔ اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ جتنا ممکن ہوا، اسے تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور اس قابل بنایا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ یہاں تک کہ ماں نے اپنا آبائی گھر بیچ کر اسے کاروبار کے لیے پیسے دیئے۔ اللہ کے کرم اور ماں کی دعاؤں سے کاروبار نے بھی خوب ترقی کی پھر عتیق نے جلدی اپنا آبائی گھر دوبارہ خرید لیا۔

زندگی سکون سے گزر رہی تھی مگر جب انسان کے پاس دولت آ جائے تو وہ مغرور ہو جاتا ہے۔ اور پیسے کی ہوس جب بڑھتی جائے تو انسان اچھے برے کی تمیز بھی کھو دیتا ہے۔ عتیق کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ اس کے دل میں دولت کی ہوس بڑھتی چلی گئی اور وہ زیادہ پیسہ کمانے کے چکر میں جائز و ناجائز کا فرق بھول گیا۔ پہلے کپڑے کے کاروبار کی آڑ میں اسمگلنگ کرتا رہا جب اس سے خطرہ لاحق ہونے کا خدشہ ہوا تو منشیات اسمگلنگ شروع کر دی اور ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل گیا جو مختلف اشیا میں نشہ آور اشیا ملا کے بچوں اور نوجوانوں کو اس کا عادی کرتا تھا۔

☆☆☆

"ارے بیٹا! اب تم شادی کر لو۔ میری بوڑھی ہڈیوں میں اب دم نہیں رہا جو تمہاری ٹھیک سے دیکھ بھال کر سکوں۔ رات گئے جب تم گھر لوٹتے ہو تو میں بہت پریشان رہتی ہوں۔ اب کوئی لے آؤ جس کی وجہ سے تم گھر جلدی آؤ اور میری فکر کم ہو۔ اب تو میری ایک ہی خواہش رہ گئی ہے کہ ہمارے آنگن میں چھوٹے چھوٹے پھول تمہارے بچوں کی صورت میں کھلیں۔" ماں کی خواہش کو عتیق رد نہ کر سکا۔ اور کچھ ہی دنوں میں اس کی شادی ہو گئی۔ گھر میں ایک فرد کے اضافے کے ساتھ رونق ہی آ گئی۔ اور یہ رونق اس دن دوبالا ہوئی جس دن ننھے اریان نے ان کے آنگن میں آنکھیں کھولیں۔ کچھ دن خوشیاں منانے کے بعد عتیق اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور اس کی بیوی اور ماں اریان کے ساتھ۔

☆☆☆

"ارے پولیس کی فکر چھوڑو تم۔ میں خود ہی اسے دیکھ لوں گا۔ بس تم سب لوگ اپنا کام کسی طرح بھی رو کنا مت۔ جتنا زیادہ مال اتنا زیادہ پیسہ۔ جو بچے اور نوجوان عادی ہو گئے ہیں وہ تو ہر حال میں کہیں نہ کہیں سے پیسے لے کر آئیں گے۔ میں نہ کہتا تھا، تھوڑے سے نقصان سے زیادہ فائدہ ممکن ہے۔ تم لوگ اب کہیں دوسرے پارک اور کھیل کے میدانوں میں پھیل جاؤ۔ پہلے والوں میں اپنے مخصوص لوگ بٹھا دو۔ اپنے کام کا دائرہ وسیع کرو۔ اب یہ جال اب پورے ملک میں پھیل جانا چاہیے۔ ہم جتنے زیادہ لوگوں میں یہ زہر پھیلانے میں کامیاب ہوں گے، پیسے بھی اتنے ہی زیادہ ملیں گے۔ تم تو جانتے ہی ہو نا ... باس چاہتا ہے کہ یہاں کا ہر شخص نشے میں چور ہو۔

تب ہی باس کو سکون ملے گا اور جب باس کو سکون ملے گا تب ہی ہمیں پیسہ ملے گا"۔

عمیق اپنے ایک کارندے سے فون پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کی ماں نے ساری باتیں سن لیں۔ وہ تو جیسے سکتے میں آ گئی مگر فوراً ہی خود کو سنبھال کر بیٹے کو سمجھانے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک منٹ بھی مزید ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے کئی لوگوں کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا تھا۔

"بیٹا! یہ میں نے کیا سنا ہے؟ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ میری تربیت میں ایسی کون سی کسر رہ گئی تھی جس کی وجہ سے تم غلط راستے پر چل نکلے۔ ٹھیک ہی کہا تھا کسی نے کہ جن بچوں کے سر پر باپ کا سایہ نہ ہو وہ خود سر اور بدتمیز ہو جاتے ہیں۔ مگر میں کہتی تھی نہیں، ایسا نہیں ہوتا۔ ماں کی تربیت انہیں معاشرے کا اچھا اور بہتر فرد بنا سکتی ہے۔ مگر آج مجھے لگ رہا ہے کہ میں غلط تھی۔ میں تمہاری تربیت صحیح طریقے سے نہ کر سکی"۔

ماں کو ایسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رہ گیا مگر ماں سب سن چکی تھی اور کسی بہانے کی گنجائش باقی نہیں بچی تھی۔ ماں نے بہت سمجھایا مگر دولت کی حرص میں اندھا شخص کہاں اس کی بات سمجھ سکتا تھا۔

ماں اسے ہر روز سمجھاتی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا اور پتہ ہی نہ چلا کہ بارہ سال کیسے پر لگا کر اڑ گئے۔ اس عرصے میں جہاں عمیق نے بہت سارا پیسہ جمع کیا وہاں اپنا قیمتی اثاثہ... اپنی ماں کو کھو چکا تھا مگر اسے اس بات کا کوئی احساس نہ تھا۔

☆☆☆

"ارے یار! کتنا مزہ آیا آج کے میچ میں۔ ہم نے تو دوسری ٹیم کے چھکے چھڑا دیے"۔

"ہاں یار... مگر تھکن بہت زیادہ ہو گئی ہے اور بھوک بھی لگ رہی ہے"۔ اریان نے اپنے دوست سے کہا تو پاس میں کھڑا ایک شخص بولا۔ "تھکن اور بھوک کا حل بھی ہے میرے پاس۔"

دونوں دوست اس کی آواز پر چونکے تو اس نے ان کی طرف کھانے کی کچھ اشیاء بڑھائیں جن میں چاکلیٹ اور بسکٹ وغیرہ تھے۔ ان دونوں نے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی اور انکار کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگے تو اس شخص نے انہیں روک لیا اور چیزیں لینے پر اصرار کرنے لگا۔ جب اس کا اصرار بڑھنے لگا تو انہوں نے وہ چیزیں لے کر کھا لیں۔ اب یہ معمول بنتا جا رہا تھا۔ ہر روز میچ کے بعد وہ شخص انہیں چاکلیٹ دیتا۔ کچھ دنوں بعد یہ سلسلہ رک گیا اور اس شخص نے ان سے کہا کہ اب وہ مزید اپنا نقصان نہیں کر سکتا اس لیے انہیں یہ چیزیں پیسوں کے عوض ملیں گی۔ مگر جب انہوں نے قیمت سنی تو ششدر رہ گئے۔ اریان بولا۔ "انکل! اتنی چھوٹی سی چاکلیٹ اتنی مہنگی؟" تو وہ شخص بولا۔ "یہ خاص چاکلیٹ ہے جو یہاں کہیں سے نہیں ملتی، باہر سے منگوانی پڑتی ہے اس لیے مہنگی ہے"۔ اس کی بات سن کر وہ خاموش ہو گیا مگر چاکلیٹ تو اب چاہیے تھی اسے۔ پیسوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ اب ہر روز وہ خود اپنے لیے بھی چاکلیٹ خریدتا اور دوست کو بھی لے کر دیتا۔

☆☆☆

"اریان بیٹا! میں کافی دنوں سے دیکھ رہی ہوں کہ تم کچھ سست سست ہو۔ ہر وقت نیند سے تمہاری آنکھیں بوجھل ہوتی ہیں۔ خیریت تو ہے؟ مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ چلو تمہیں ڈاکٹر کو دکھا دوں"۔ عمیق کی بیوی نے اپنے بیٹے اریان سے کہا تو وہ بولا۔ "نہیں امی جان! میں ٹھیک ہوں بس تھک جاتا ہوں۔ آرام کرنے سے بہتر ہو جاؤں گا"۔

اریان میں جو تبدیلی رونما ہو رہی تھی اب تو وہ خود بھی محسوس کر رہا تھا مگر کچھ نہیں پا رہا تھا۔ جب کہ اب دیر ہو چکی تھی۔ ادھر یہی حال اس کے دوست کا بھی تھا۔ اب اس ... عمیق اپنے گھر سے بے نیاز دولت جمع کرنے کی ہوس میں اندھا دھند لگا ہوا تھا۔ اسے نہ بیوی کی فکر تھی نہ بیٹے کی۔ بیوی کچھ کہتی تو اس کا ایک ہی جواب ہوتا، یہ سب تم لوگوں کے لیے ہی تو کر رہا ہوں۔

اریان اب پڑھائی میں بھی دن بدن کمزور ہوتا جا رہا تھا اور صحت بھی گرتی جا رہی تھی۔ اسکول سے آئے روز شکایات موصول ہوتیں۔ اس کی امی بہت پریشان تھیں مگر کچھ کر نہیں پا رہی تھیں۔ ڈاکٹر کے پاس جانے کا کہتیں تو اریان منع کر دیتا۔ کہتا، امی! میں ٹھیک ہوں۔ وہ عمیق سے بات کرتی تو جواب ملتا، تم ماں ہو بہتر سمجھتی ہو۔

ایک دن اریان کے اسکول سے فون آیا کہ اریان بے ہوش ہو گیا ہے اور ٹیچرز اسے ہسپتال لے گئے ہیں۔ اس کی امی بہت پریشان تھیں۔ جب ہسپتال پہنچیں تو ڈاکٹر نے کہا کہ ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے کہ کیا ہوا ہے۔ اصل بات تو رپورٹ آنے کے بعد ہی معلوم ہو گی۔ مگر لگ رہا ہے منشیات کا اثر ہے۔ یہ سن کر تو اس کی امی کے ہاتھوں کے جیسے طوطے اڑ گئے۔ وہ بولیں، ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ میرا بیٹا اور نشہ... یہ ناممکن ہے۔ ڈاکٹر نے کہا، یہ منشیات کھانے کی طرح استعمال کرتا رہا ہے۔ اور اس کی مقدار بھی کافی زیادہ تھی۔ اسی وجہ سے اس کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔

☆☆☆

"پولیس نے ہمارے اڈے پر چھاپہ مارا ہے۔ کافی لوگ گرفتار ہو چکے ہیں اور اب وہ تمہیں ڈھونڈ رہی ہے"۔ عمیق کو اس کے ایک آدمی نے فون کر کے بتایا تو وہ حواس باختہ ہو گیا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم تو ہر کام بہت رازداری سے کرتے ہیں۔ اور پولیس ہمارے اڈے پر چھاپہ کیسے مار سکتی ہے؟ اسے تو ہر ماہ اس کا حصہ مل جاتا ہے"۔

وہ آدمی بولا۔ "کوئی نیا پولیس انچارج آیا ہے۔ بول رہا تھا کہ پرچہ بھی درج کروایا ہے کسی نے کچھ ثبوت کے ساتھ"۔

"اتنی جرأت کس نے کی آخر۔ کون کر سکتا ہے یہ کام؟"۔

"یہ تو معلوم نہیں مگر وہ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آپ کے گھر پر بھی چھاپہ ماریں گے۔ آپ کہیں ادھر ادھر ہو جائیں"۔ اس کی بات سن کر عمیق بولا۔ "میں گھر پر تو نہیں ہوں مگر گھر بیوی اور بیٹے کو لینے جانا ہو گا"۔ یہ کہہ کر عمیق نے فون بند کیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب گھر پہنچا تو نوکر نے اریان کی طبیعت کی خرابی کا بتایا اور وہ فوراً ہسپتال کی طرف چل پڑا۔

وہاں جب اس نے اریان کے بارے میں ڈاکٹرز کے خدشات سنے تو اس کے ہاتھ پاؤں جیسے شل ہو گئے۔ وہ کچھ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ اسے اپنی ماں کی بات یاد آ رہی تھی۔ "بیٹا! آگ لگانے والے کو آگ کی تپش ضرور لگتی ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ تپش تمہیں جھلسا نہ دے۔ تمہارا بھی ایک چاند سا بیٹا ہے اس کا کچھ خیال کرو۔ جو لوگ دوسروں کے بچوں کا خیال نہیں کرتے کل ان کے بچوں کا خیال بھی نہیں کیا جاتا"۔

وہ سوچ رہا تھا کاش... وہ اپنی ماں کا کہنا مان لیتا تو آج اس کے بچے کی یہ حالت نہ ہوتی۔ میرے بچے کا مستقبل میرے ہی ہاتھوں برباد ہو گیا ہے۔ وہ اپنا منہ اپنے ہاتھوں میں تھامے ہچکیاں لے کر رو رہا تھا۔ اس کی بیوی اسے تسلی دے رہی تھی۔ بس کریں ہمارا اریان ان شاء اللہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ ڈاکٹر نے کہا ہے، مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ کچھ عرصے تک علاج چلے گا۔ عمیق نے اس کی بات پر سر ہلایا مگر وہ اپنی غلطیوں پر رو رہا تھا۔ اپنے گناہوں پر رو رہا تھا۔ وہ خود سے شرمندہ تھا۔

اس کی ماں نے اس سے ایک بار پوچھا تھا کہ آخر میری تربیت میں ایسی کون سی کمی رہ گئی تھی جو تم غلط راستے پر چل نکلے؟ تب اس نے ماں کو کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر آج وہ سوچ رہا تھا کہ میری ماں نے تو میری تربیت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی مجھے تو بُرے دوستوں کی صحبت نے بُرا بنا دیا۔ باپ کے سایۂ شفقت سے محروم بچوں کو ماں اپنی آغوش میں لے کر ان کی ساری محرومیاں دور کر سکتی ہے۔ ان کی تربیت سے ہر خلا پر کر سکتی ہے، ان کا مستقبل سنوار سکتی ہے۔ مگر باپ ہوتے ہوئے اس کی توجہ اور وقت سے محروم بچوں کا مستقبل تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ میرے بچے کا مستقبل میرے ہی ہاتھوں برباد ہوا اور اس کے ساتھ کئی اور معصوم ننھے پھولوں کا بھی۔ پھر اچانک ہی جیسے اسے کچھ بہت اہم یاد آ گیا۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اپنی بیوی سے کہا: "اریان کا بہت خیال رکھنا اسے میرے بارے میں کچھ مت بتانا۔ اس کی تربیت ویسے ہی کرنا جیسے میری ماں نے میری کی تھی۔ بس اس کے دوستوں اور ارد گرد پر ہمیشہ نظر رکھنا چاہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے۔"

یہ کہہ کر وہ سیدھا اپنے خفیہ ٹھکانے والے آفس گیا، وہاں سے تمام ضروری فائلیں اٹھائیں اور ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں نہ جانے اسے کیا خیال آیا کہ اس نے اپنی گاڑی تھانے کی طرف موڑ دی۔ اس نے گرفتاری دے دی اور اپنے گروہ کے تمام راز مع ثبوت پولیس کے حوالے کر دیے۔ پھر اس نے پوچھا کہ میرے خلاف رپورٹ کس نے درج کروائی ہے؟ پولیس آفیسر نے کہا: "یہ رپورٹ کافی دن پہلے درج ہوئی تھی مگر آپ کے خدمت گار پولیس افسران نے اس پر کوئی توجہ نہ دی پھر ان کی لاپروائی، بہت سارے لوگوں کی دعاؤں اور خوش قسمتی سے میرا تبادلہ یہاں ہو گیا اور آتے ہی یہ رپورٹ میرے ہاتھ لگ گئی۔ مگر اس رپورٹ کے ساتھ آپ کے لیے ایک خط بھی ہے۔" اس نے لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

عتیق نے بوجھل ہاتھوں سے لفافہ کھولا تو اس میں لکھا تھا: "میرے جان سے پیارے بیٹے عتیق! مجھے معاف کر دینا مگر میں کیا کرتی، میری ممتا آخر کب تک ایک گنہگار کو بچاتی؟ میں اپنے ہی ضمیر کے بوجھ تلے دب چکی ہوں۔ اب یہ بوجھ مجھے اتارنا ہے۔ تمہارے پیارے اریان جیسے بہت سے معصوم گلستان کے گلوں کے لیے ان کے مستقبل کے لیے۔ یہ کام مجھے بہت پہلے کر دینا چاہیے تھا مگر ممتا کے ہاتھوں مجبور تھی۔ آج میں نے اپنی ممتا کو مار کر یہ فیصلہ کیا ہے دوسرے بچوں کی ماؤں کو صدمے سے بچانے کے لیے۔"

فقط تمہاری ماں

خط پڑھ کر عتیق نے کچھ اطمینان محسوس کیا اور سوچا شاید میری ماں کی روح کو سکون ملے اور اپنی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ یہی سوچ کر تھانے آیا تھا کہ معلوم کر سکے کہ اس کے خلاف رپورٹ درج کروانے والا کون ہے؟

☆☆☆

عقلمند پاگل

اطہر احمد شیخ

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر "ثمامہ" کو پاگل خانے کے معائنے کیلئے بھیجا۔ ثمامہ جب پاگل خانے کے دروازے تک پہنچے تو انہیں ایک خوبصورت صحت مند نوجوان نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ عقلمند ہے۔ وزیر نے چاہا کہ اس سے بات چیت کی ابتدا کرے لیکن ان کے بولنے سے پہلے ہی اس نوجوان نے کہا "میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں" وزیر نے کہا "بڑی خوشی سے آپ سوال کر سکتے ہیں۔" نوجوان بولا "سونے والا شخص نیند کی لذت کس وقت محسوس کرتا ہے؟"

ثمامہ نے کہا "نیند سے بیدار ہوتے وقت"۔ نوجوان نے کہا "جب ایک شخص نیند سے باہر آ چکا ہو تو وہ نیند کی لذت کیسے حاصل کر سکتا ہے، آپ کا جواب صحیح نہیں ہے"۔

وزیر نے کہا "تو پھر نیند سے پہلے"۔ نوجوان نے فوراً اعتراض کیا "جس چیز کو انسان نے چکھا ہی نہ ہو اس کی لذت وہ کیسے محسوس کر سکتا ہے"۔ ثمامہ نے کہا "سونے والا نیند کی حالت میں نیند کی لذت پاتا ہے"۔ اس پر نوجوان نے جواب دیا "سونے والا مرنے والے کی طرح کوئی شعور ہی نہیں رکھتا لہذا شعور کے بغیر کسی چیز کی لذت وہ کیسے محسوس کر سکتا ہے"۔ ثمامہ مبہوت ہو کر رہ گئے۔ ان سے کوئی جواب بھی نہ بن پڑا تو انہوں نے وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت جانی اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی کسی پاگل سے نہیں الجھیں گے۔

☆☆☆

تین دوست

محمد علیم نظامی

ایک شخص کے تین دوست تھے۔ یہ شخص بیمار ہوا اور جب مرنے کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے دوست سے پوچھا۔

"دوست اس مشکل وقت میں تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟" دوست نے بے بسی میں جواب دیا۔ "میں نے ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا ہے مگر افسوس! کہ اس موت کا میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے"۔

اس شخص نے دوسرے دوست سے مدد چاہی۔ دوسرے دوست نے جواب دیا۔ "اگر خدانخواستہ آپ مر گئے تو نہلا دھلا کر میں آپ کو دفن کر کے مزار پر پھول چڑھاؤں گا"۔

تب اس نے تیسرے دوست سے دریافت کیا کہ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟ جواب میں تیسرے دوست نے کہا۔

جناب! آپ فکر نہ کریں۔ اگر خدانخواستہ آپ مر گئے تو قبر میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ آپ کے ساتھ رہوں گا اور قیامت کے دن آپ کے ساتھ باہر آؤں گا"۔

کیا آپ کو معلوم ہے یہ تینوں دوست کون تھے؟

پہلے کا نام ------ مال

دوسرے کا نام ------ عیال

تیسرے کا نام ------ اعمال تھا۔

اس کہانی کو پڑھ کر آپ کے ذہن میں کوئی نتیجہ تو نکلا ہوگا۔ چلیے! اختصار ہم بتائے دیتے ہیں۔

پہلا دوست جس کا نام مال تھا وہ عیال اور اعمال کا دوست بھی تھا۔ اس نے اس شخص کو بالکل ٹھیک جواب دیا کہ "مرنے کے بعد میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا کیونکہ دنیا میں جو تم نے بویا آخرت میں وہی کاٹو گے"۔

دوسرے دوست جس کا نام عیال تھا یعنی اس کے اہل و عیال یعنی گھر والے۔ انہوں نے بھی اس شخص کو بالکل ٹھیک جواب دیا کہ میں تمہیں قبر میں اتار کر گھر واپس آ جاؤں گا اور تمہاری قبر پر پھول بھی چڑھاؤں گا۔ مطلب یہ کہ جس طرح پہلے دوست مال نے تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اسی طرح میں (عیال) بھی تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا البتہ تیسرے دوست نے جس کا نام اعمال تھا اس شخص کو جواب دیا کہ اگر تم وفات پا گئے تو میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا اور قیامت کے روز قبر میں سے تمہارے ساتھ نکلوں گا"۔

مال، عیال اور اعمال واقعی یہ تین دوست ہیں جو دنیا و آخرت میں کام آتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مال جمع کرنے اور عیال کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے کی بجائے اپنی زندگی کا سارا زور اعمال پر لگائیں کیونکہ اگر دنیا میں ہم نے اچھے اور بہترین اعمال کیے ہوں گے تو یقیناً بقول اس دوست کے اعمال کے ساتھ ہی تمہارے ساتھ قبر میں سے نکلوں گا۔

☆☆☆

ایک وجہ

اس میں بہت سی خوبیاں تھیں لیکن......

رانا محمد شاہد

"وہ دیکھو عاقب ادھر ہی آرہا ہے، چلو چلتے ہیں۔" شکیل نے کہا اور سب دوست اٹھنے لگے۔ "کہاں جا رہے ہو؟" عاقب نے قریب آ کر پوچھا۔

"ہم آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔" شکیل نے کہا۔

عاقب فوراً بولا: "بیٹھو...... میں سب کیلئے آئس کریم لے آتا ہوں۔"

"کیا خیال ہے دوستو...... آئس کریم کا پروگرام کل پہ رکھ لیتے ہیں، اس وقت چلتے ہیں، ٹیوشن کا وقت ہو رہا ہے۔" شکیل نے عاقب کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تو سب لڑکے اٹھے اور چل دیئے۔ وہ حیرت سے ان کو جاتے دیکھتا رہا۔

عاقب کا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تھا۔ چند دنوں سے وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے وہی دوست جو اس کے ساتھ اٹھتے، بیٹھتے، ہنستے، کھیلتے اور کھاتے پیتے تھے اب اس سے دور دور رہنے لگے تھے۔ اس نے بہت سوچا لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا کہ اس کے دوست اس سے کیوں اکتاہٹ محسوس کرنے لگے ہیں؟ وہ جب بھی کسی ساتھی سے اس تبدیلی کی وجہ پوچھنا چاہتا تو ایک ایک کر کے سب اٹھ کر چلے جاتے اور کوئی اس کی بات کا جواب نہ دیتا۔

"میں تو ہمیشہ سب کے کام آتا ہوں...... کسی کو پڑھائی میں مدد دے دی۔ کسی کو کتاب کی ضرورت ہوئی تو اسے کتاب لا دی۔ کوئی فیس لانا بھول گیا تو اس کی فیس ادا کر دی۔ دوستوں کو آئس کریم...... برگر...... بوتل...... نہ جانے کیا کچھ کھلاتا پلاتا ہوں...... پھر میرے ساتھ دوستوں کا ایسا رویہ کیوں ہے......؟"

عاقب سوچ سوچ کر عاجز آ چکا تھا لیکن دوستوں کا رویہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ تمام دوست اس سے دور دور رہنے لگے تھے۔ عاقب پریشان رہنے لگا اور اسی پریشانی کی وجہ سے بیمار پڑ گیا۔

اس نے اپنی پریشانی کی وجہ گھر میں بھی نہ بتائی تھی۔ جب اس کی طبیعت زیادہ بگڑی تو اس کے ابو نے ڈاکٹر کو بلایا۔ ڈاکٹر نے معائنے کے بعد بتایا کہ عاقب کسی صدمے کی وجہ سے بیمار ہوا ہے۔

عاقب کا ایک دوست شکیل اس کے گھر آیا اور اس کے ابو کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ عاقب اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔ شکیل جاتے جاتے کہہ گیا کہ انکل! کل ہم سب دوست عاقب کی عیادت کے لئے آئیں گے۔

اگلے روز شام کے وقت عاقب کے ابو نے جب یہ بتایا کہ اس کے دوست اس کی عیادت کے لئے آ رہے ہیں تو وہ بہت حیران ہوا۔

"میرے دوست...... میری عیادت کے لئے آ رہے ہیں......" عاقب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"جی بیٹا! کل آپ کا دوست شکیل آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ بہت دیر تک باتیں کرتا رہا۔ تمہاری بہت تعریف کر رہا تھا۔ لیکن......" عاقب کے ابو کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"لیکن...... لیکن کیا؟ ابو بتایئے نا" وہ بے چینی سے بولا۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ تم میں ایک بُری عادت ہے اور اسی وجہ سے آپ کے دوست آپ سے کھنچے کھنچے رہتے ہیں۔"

"بُری عادت......؟" عاقب کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

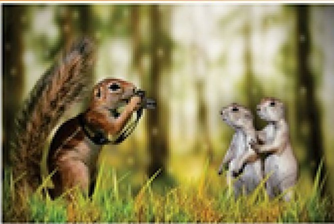
"ہاں بیٹا...... بُری عادت آپ میں یہ ہے کہ جب آپ کسی دوست کو کچھ کھلاتے پلاتے ہو یا اس کی کسی طرح مدد کرتے ہو تو دوسروں کو بتاتے پھرتے ہو کہ میں نے فلاں دوست کو کھانا کھلایا تھا یا شام کو سب دوستوں کو میں نے آئس کریم کھلائی تھی...... اس طرح آپ کے دوستوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں...... وہ خود کو چھوٹا اور حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ اس لئے وہ آپ سے دور رہنے لگے ہیں۔"

اپنے ابو کی یہ باتیں سن کر عاقب نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"ابو جان! آئندہ سے میں اپنے دوستوں کی عزت نفس کا خیال رکھوں گا۔ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میرے دوست مجھ سے کیوں ناراض ہیں۔" عاقب نے یہ کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

اسی لمحے اس نے دیکھا کہ اس کے کتنے دوست اس کے آنسو پونچھنے کے لئے آگے بڑھے۔

"عاقب! تمہاری آنکھوں میں آنسو ہمیں کسی صورت بھی گوارا نہیں۔" شکیل نے یہ کہا اور آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔



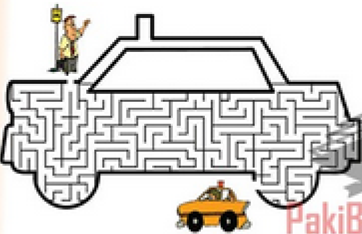
زبردست جملہ آپ کا اور شاندار انعام بھی آپ کا

اس تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ "پھول" میں شائع کردہ کوپن پر اپنے نام و پتہ کے ساتھ لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں اور انعام پائیں

رنگ بھرئیے



راستہ تلاش کریں



دونوں تصویروں میں پانچ جگہ فرق ہے۔ ذرا ڈھونڈ کر تو بتائیے

